بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

نصیب عرش کو بانہ ہوا عدم ہے منزل لحیکہ کھکا قدر قدم ہے
نسیم جاں کو مہر کو بانہ ہوا سیھا و بشر کرات کر

جام بر کف و قرآن بغل
عقبیٰ نہی بر سر
ملک عزّ زاں رفتند
کر دو ہم ہماں

قیامت نامہ

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولٰنا مولوی الحاج ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی مجددی قادری مد اللہ فیوضہ

خلف حضرت مولٰنا مولوی الحاج سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

(مرتبہ)

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی قادری بی اے خلف حضرت مولوی ... ۲

قیمت ([illegible]) روپیہ

(۱۰۰۰) رفیق مشین پریس کوچہ نسیم پہلی کمان حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور المصابیح (ترجمہ اردو زجاجۃ المصابیح زیر طبع)

والد محترم حضرت مولٰنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ قادری و نقشبندی مجددی ادام اللہ فیوضہ کی معرکتہ الآرا تالیف زجاجۃ المصابیح (فقہ حنفی کی موید احادیث کا مجموعہ مشکٰوۃ المصابیح کے اسلوب پر طبع ہوچکا ہے) جسکا سیر حاصل تعارف مواعظ حسنہ و قیامت نامہ ہذا میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے، احکام خدا و رسول کا گراں مایہ ذخیرہ اسی زبان میں محفوظ ہے، بجا طور پر اس کو سرچشمہ روحانیت ہونے کا افتخار حاصل ہے۔ امتداد زمانہ نے مسلمانوں کی اکثریت کو اس زبان سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں دینی علم کی کسادبازاری عام ہوتی جارہی ہے۔ عربی جاننے والے بہت کم رہ گئے ہیں اس لئے عام مسلمان اس دُرِ فرید سے منتفع نہ ہو سکتے تھے۔ صاحبان ذوق و عاشقان رسولؐ نے باصرار خواہش ظاہر کی کہ زجاجۃ المصابیح کا سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ہوجائے تو اردو داں طبقہ پر احسان عظیم ہوگا۔ احباب کے اس خواہش کی معقولیت کے مدنظر بعض سعادت مندوں نے قلزم معرفت حضرت والد ماجد کی رہنمائی میں زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ شروع فرمادیا۔ جس کا نام نور المصابیح رکھا گیا ہے۔ الحمدللہ نور المصابیح حصہ اوّل زیر طبع ہے عنقریب پیش ناظرین کیا جائیگا۔

کتاب ہذا کے صفحہ (۱۵۱) پر تعارف زجاجۃ المصابیح درج ہے۔

عاجز

سید رحمت اللہ (بی اے)

(خلف حضرت ممدوح)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

والد ماجد پیرو مرشد عارف باللہ الحاج حضرت مولانا ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی وقادری ادام اللہ فیوضہ کے چند مواعظ میں قیامت صغریٰ (موت) وقیامت کبریٰ سے متعلق جو تفصیلات دستیاب ہوئی ہیں۔ انھیں ترتیب دے کر "قیامت نامہ" کے نام سے شائع کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

مخفی مبادکہ زیر نظر کتاب کے آخر میں اُن مواعظ کو جو ماہ رمضان میں فرمائے گئے تھے شامل کیا گیا ہے۔ اس لئے اُس حصہ میں فضائل رمضان کا ذکر آجانا بالکل قدرتی ہے۔

حضرت والد محترم کی معرکۃ الآرا تالیف زجاجۃ المصابیح سے متعلق خود حضرت ممدوح نے دیباچہ میں جو بصیرت افروز توضیحات فرمائی ہیں وہ اور ہندوستان بھر کے معیاری و مستند رسائل و ادارہ جات نے جن قیمتی آرا کے ساتھ تعارف فرمایا ہے۔ ان کا اقتباس زیر نظر کتاب کے اختتام پر درج کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے اس تعارفی اشاعت سے غرض یہ ہے کہ زجاجۃ المصابیح کی افادیت کا اندازہ ہو سکے

عاجز۔ سید رحمت اللہ قادری نقشبندی خلف حضرت ممدوح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت نامہ

تمہید بادشاہ کی ایک عام رعایا ہوتی ہے دوسرے عہدہ دار تیسرے بادشاہ کی پیشی کے لوگ۔ جو بادشاہ کے مقرب اور مصاحب بھی ہوتے ہیں بادشاہ کا ڈر اور خوف سبکو ہے مگر عام رعایا، کو ویسا نہیں ہے جیسا عہدہ داروں کو۔ اور عہدہ داروں کو ویسا خوف نہیں ہوتا ہے جیسا بادشاہ کی پیشی کے لوگوں کو بادشاہ کے انعامات کی اُمید بھی مقربوں کو سب سے زیادہ ہوتی ہے ویسا ہی اس کے سزاؤں کا خوف بھی سب سے زیادہ انہی کو ہوتا ہے۔

اور امتیں مثل رعایا کے ہیں اور تم اے مسلمانو' اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو خدائے تعالیٰ کے مقرب ہو تو تم کو سب سے زیادہ امید بھی ہونی چاہئے اور تم ہی کو سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیو پھر تم اس قدر نڈر اور بے خوف کیوں ہو بے شک تمہارے فضائل بہت کچھ ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہہ بھی تو ہے۔ ؎

جاں کو ہمارے اس لئے سوز و گداز ہے
جس بت پہ ناز ہے وہ بے نیاز ہے

اس کی بے نیازی کا بھی تو خیال رہے۔ آدم علیہ السلام سے تو تم بڑھ کر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ذرا سی بات میں جنت سے باہر کر دئے گئے۔ داؤد علیہ السلام جیسے پیغمبر سے جب ذرا سی لغزش ہوئی تو اس قدر روئے اس قدر روئے

ان کے آنسوؤں سے زمین پر گھاس اُگ گیا۔ ایک روز عرض کئے الٰہی۔ کیا آپ میرے رونے پر رحم نہیں فرماتے تب وحی آتی ہے۔ داؤدؑ رونا تو بہت جلد یاد آیا اور ہمارے سامنے اُس کا ذکر کر رہے ہو۔ کیا ہوا گناہ یاد نہیں آتا اس قدر جلد بھول گئے اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام اکثر روتے رہتے ہیں ایک دن اللہ تعالیٰ نے پوچھا تم دونوں کیوں روتے ہو۔ عرض کئے الٰہی جب سے ہم نے دیکھا ہے کہ ابلیس کس رتبہ پر تھا۔ ایک دم ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گیا۔ جب سے ہم نے یہہ کیفیت دیکھی ہے ہمارا دل آپ کے ڈر اور ہیبت سے بھر گیا ہے حکم ہوا ہاں ہم سے ایسا ہی ڈرتے رہنا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابھی ہوا ہی کیا ہے۔ جب پل صراط سے پار اتر جاؤ اس وقت بے فکر ہونا۔ ابھی جنت کوسوں دور ہے تم میں اور جنت میں ایک لاکھ ہولناک اور ہیبتناک چیزیں حائل ہیں۔ ادنیٰ ان میں کی موت اور اس کی سکرات ہے جس کو قیامت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔

قیامت صغریٰ

آج کل موت کا بازار گرم ہے اور بہت سستی ہو گئی ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے اس لئے کہ جو شخص عمر بھر میں کبھی شکر کھایا ہی نہ ہو تو اس کو شکر کا مزہ کیا معلوم ذرا شکر کھائے ہوئے سے پوچھو وہ شکر کا مزہ بتائے گا۔ ایسا ہی موت کا مزہ مُردوں سے پوچھو۔ وہ موت کا مزہ پا چکے ہیں وہی اس کو خوب جانتے ہیں۔ تعجب یہہ ہے کہ اگر آدمی بڑی سے بڑی لذت اور عیش و نشاط کی مجلس و تماشے میں ہو اور یہہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی آکر چار پانچ لاٹھیاں مارے گا تو وہ لذت خاک میں مل جائیگی اور عیش میں کدورت

آجائے گی۔ اور یہہ معلوم ہے کہ ملک الموت جان کندنی کی سختیاں عین غفلت کے وقت لا ڈالینگے مگر اس سے کچھ عیش مکدر نہیں ہوتا۔ اس کا سبب بجز غفلت، جہالت و مغالطے کے اور کیا ہے جس قدر تکلیف جان کندنی میں ہوتی ہے اس کو بجز اس کے کہ جس نے اس کو چکھا ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے ذرا قبرستانوں اور مقبروں میں چلو سنو وہ کیا کہتے ہیں۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مردہ کو زندہ کیا اور اس سے پوچھا کہ "موت کا مزہ کیسا ہے" مردے نے کہا "حضرت مجھ کو مرکر پچاس برس ہوئے ہیں لیکن اب تک موت کا مزہ باقی ہے، وہ وہ تکالیف ہوئی ہیں جو اب تک دل سے بھولی نہیں جاتیں"۔ اگر آپ میں یہہ قدرت نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح مردوں سے کچھ سنیں تو ان کی زبان حال سے سنو کہ ان کی حالت کیا کہہ رہی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے "دوستو! دنیا کی زندگی پر دھوکہ نہ کھانا۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پھول کی طرح دو دن کی بہار ہے۔ پھر کچھ بھی نہیں ؎

ہے بہارِ باغِ دنیا چند روز ☆ دیکھ لو اس کا تماشہ چند روز
اے مسافر کوچ کا سامان کر ☆ اس سرا میں ہے بسیرا چند روز
غافلو یادِ الٰہی چاہئے ☆ زندگی کا ہے بکھیڑا چند روز

مردوں کی حالت پھر یہہ کہتی ہے کہ ذرا ہماری حالت سے عبرت لو۔ ہم بھی تمہاری طرح غفلت میں تھے۔ دنیا کی کونسی چیز ہے جو ہمارے پاس نہ تھی دنیا کے وہ کونسے کام ہیں جو تمہاری طرح ہم نہیں کرتے تھے آخر اب کیا ہے کچھ بھی نہیں ؎

روتی ہے شبنم کہ نیرنگ جہاں کچھ بھی نہیں

خندہ زن ہیں گل کہ روئے گلستاں کچھ بھی نہیں

جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسماں

دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں وہاں کچھ بھی نہیں

جوڑ سارے توڑ ڈالے کھینچ کر بند کفن

گور کی تنگی سے چت ہے پہلوان کچھ بھی نہیں

خاک پر ٹوٹا پڑا ہے کاسۂ سر ہائے ہائے

دُور بین اے جم تیرا جام جہاں کچھ بھی نہیں

جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے

جھاڑ ان کے قبر پر ہے اور نشاں کچھ بھی نہیں

مُردوں کی ان باتوں کو سننے کے لئے عبرت کے کان چاہیئے ہائے ہم میں وہ بھی نہیں۔ اچھا تو ذرا اُن سے سنو جن کو کشف سے موت کا مزہ ویسا ہی معلوم ہے جیسا مردہ کو خود اس پر بیتنے کی وجہ سے۔ وہ جو فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہہ ہے۔ اگر کوئی شخص زندہ رہ جائے اور اُس کے سامنے اُس کے بیوی، بچے مرجائیں، تمام جائیداد لٹ جائے اس وقت اُس کے دل پر جو صدمہ ہوگا وہی صدمہ اس شخص کے دل پر ہوتا ہے کہ جب سب رہ جائیں اور یہہ ان سے جدا ہوجائے۔ اصل تکلیف وہ بات جدائی ہے۔ خواہ اِدھر سے ہو یا اُدھر سے۔ اب مرتے وقت کی حالت کو سوچیئے کہ ایک ایک چیز اُس سے جدا ہورہی ہے ہاتھ پاؤں کو کہتا ہے کہ بھائی سلام لو۔ اب ہم اور تم قیامت تک نہیں مل سکتے۔ آنکھ کان کو یہہ کہتی ہے کہ بھائی سلام لو۔ اب ہم اور تم قیامت ہی میں ملیں گے۔ غرض ہر ایک عضو دوسرے عضو کو رخصت کررہا ہے۔ چھوٹ رہا ہے اور یہہ اس دردناک سماں کو پڑا دیکھ رہا ہے

ادھر بیوی چھوٹتی ہے۔ بچے چھوٹتے ہیں، قرابت دار چھوٹتے ہیں، دوست آشنا چھوٹ رہے ہیں۔ کیا کیا محنتوں سے گھر بنایا تھا اب قیامت تک اُس میں نہیں رہ سکتا۔ جانوروں کا خیال آرہا ہے تو کبھی دوسری جائداد کا خیال آرہا ہے اب وہ وقت ہے کہ کن کن آرزوں سے کیا کیا چیزیں جمع کیا تھا۔ ہائے وہ سب چھوٹ رہی ہیں۔ کس حسرت سے ایک ایک چیز کو دیکھتا ہے۔ منہ لگاکر رہ جاتا ہے۔ اِدھر ورثا کہتے ہیں "کیا کیا جائیداد چھوڑا" اُدھر فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ کیا کیا اعمال ساتھ لیا"۔ اور یہہ مجبور پڑا سن رہا ہے۔

یہہ کیا کم مصیبت تھی۔ اس پر وہ ارشاد "اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا (لوگ سو رہے ہیں۔ جب مر یں گے تو بیدار ہو جائیں گے) پورا ہوتا ہے۔ نیکیاں اور برائیاں جن کا نفع ونقصان، زندگی میں چھپا ہوا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ دنیا کے مشاغل پردہ بنے ہوئے تھے۔ دنیا چھوٹتی ہے۔ پردہ اٹھتا ہے اس لئے جو جو گناہ کیا ہے ان کا ضرر پیش نظر ہو جاتا ہے۔ اُس وقت کچھ ایسی حسرت ہوتی ہے کہ اُس حسرت کی تکلیف سے آگ کا عذاب اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ہر چیز کی جدائی کی تکلیف کے ساتھ حسرت کی یہہ تکلیف جمع ہو جاتی ہے۔

ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک نوکر تھا۔ نوکر طرح طرح کے قصور کرتا رہا اور وہ یہہ سمجھا ہوا تھا کہ بادشاہ کو اس کی خبر نہیں۔ ایک وقت وہ نوکر پکڑا گیا اور اس وقت اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کی ذرا ذرا سی بات کو خود آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ اور اِس بات کی اس کو خبر نہ تھی۔ اب سوچو اس نوکر کو کس قدر شرمندگی، ندامت اور خوف بادشاہ سے ہوگا۔ ایسا ہی مرتے وقت جب یہہ کھلے گا کہ میں سراپا قصوروار ہوں

اور ہر ایک قصور خدائے تعالیٰ کے سامنے کر رہا تھا۔ اس وقت مرنے والے کو جو ندامت شرمندگی اور خوف ہوگا اس کا اندازہ اس نوکرہ کا دل ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں۔ کانوں میں یہہ بات میٹھی ہوئی ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ گو یہہ سچ ہے مگر کب؟۔ جب کہ زندگی ہی میں توبہ کی جائے لیکن جب مرتے وقت توبہ کا ارادہ کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ توبہ کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ ہائے اس وقت کی اس کی مایوسی کو کچھ نہ پوچھئے ادھر ہر چیز کی جدائی اور ادھر گناہوں کے ضرر کی حسرت اِدھر خدائے تعالیٰ کے سامنے ہر ایک قصور جو کیا اس کی ندامت شرمندگی اور خوف، ادھر توبہ کا دروازہ بند ہونے کی مایوسی مرنے والا ایک اور اس پر یہہ چو طرف سے ہجوم۔ ایسے وقت جنت یا دوزخ سامنے ہو جاتی ہے اور جو اس کا ٹھکانہ ہے اس وقت دکھا دیا جاتا ہے اس سے الگ ہیبت ہوتی رہتی ہے۔ ایسے میں کراماً کاتبین آکر کہتے ہیں کمبخت ہم کو سخت تکلیف میں رکھا۔ تیری خدا کی نافرمانی لکھتے لکھتے ہم عاجز آگئے تھے۔ ہمیشہ ہم تجھ سے تکلیف میں ہی رہے۔ اس وقت مرنے والا دیدہ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے ایسے کٹھن وقت میں شیطان آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور ایمان اڑانے کے داؤ لگاتا رہتا ہے۔ پھر (مرنے والا) دیکھتا ہے کہ ملک الموت کھڑے جان نکال رہے ہیں۔ گنہ گاروں کے سامنے ان کی عجیب ہیبت ناک صورت رہتی ہے۔ رنگ کالا، بال کھڑے ہوے، منہ اور ناک سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے ہوتے ہیں۔

اب جو دم نکلتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رگ رگ قینچی سے کتری جا رہی ہے یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باریک کپڑا کانٹے والے

درخت پر ڈال کر کھینچا جا رہا ہے ۔ اور تار تار ہو گیا ہے ۔ ایسا ہی تمام جسم کے ذرہ اڑتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ تشنگی ایسی کہ کڑکڑاتے تیل میں تلا جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ دم ایسا گھٹتا ہے گویا زمین و آسمان مل گئے ہیں اور یہہ درمیان میں پکڑا گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ سوئی کے ناکہ میں سے دم نکل رہا ہے ۔

جان کندنی کی تکلیف کیوجہ

جس عضو میں جان نہیں ہوتی اس کو درد معلوم نہیں ہوتا اور جب اس میں جان ہوتی ہے تو درد معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ درد کو معلوم کرنے والی چیز روح ہے ۔ جب کسی عضو میں زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اس کا اثر روح پر پہونچتا ہے یا جس قدر اثر روح پر پہونچتا ہے اسی قدر اس کو درد ہوتا ہے ۔ اور چونکہ درد گوشت اور خون میں بٹ جاتا ہے تو روح کو صرف تھوڑا ہی صدمہ ہوتا ہے لیکن اگر صورت ایسی ہو کہ درد خالص روح پر ہی ہو اور دوسری چیز پر نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہہ درد نہایت برا ہوگا ۔ اور جانکنی کے یہی معنی ہیں کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہے اور اس کے تمام اجزا میں وہ پھیل جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اجزائے روح میں سے جو تمام بدن میں پھیلی ہوئی ہے کوئی چیز باقی نہیں رہتا کہ جس میں درد نہ ہو ۔ مثلاً اگر آدمی کو ایک کانٹا چبھ جائے تو اس کو روح کے اس حصہ میں جہاں کانٹا لگا ہوا ہے درد معلوم اور محسوس ہوتا ہے ۔ اس کے مقابلہ میں آگ کی تکلیف اس لئے زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ آگ کے اجزا تمام بدن میں گھس جاتے ہیں اور جانکنی نفسِ روح پر ہوتی ہے اور اس کے تمام اجزاء کو حاوی ہوتی ہے اس لئے کہ ہر ایک رگ و پے میں سے کھینچ کھینچ کر ہی نکلتی ہے ۔ کوئی

اجزاء جوڑ اور بال اور کھال سر سے پاؤں تک باقی نہیں رہتا جس میں سے یہ نہ نکالی جاتی ہو۔ تو اس کی تکلیف اور سختی کو مت پوچھو اسی لئے کہتے ہیں کہ موت تلوار کی ضرب اور آرے کے چیرنے سے بہت سخت ہے کیوں کہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اس لئے تکلیف دہ ہے کہ اس میں روح ہوتی ہے تو جب خاص روح پر ہی صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہ ہوگا۔

باقی رہا یہہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف میں آدمی چیختا ہے اور جان کنی میں فریاد اور چیخ کچھ نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہہ ہے کہ اول صورت میں دل میں اور زبان میں قوت رہتی ہے اور دوسری صورت میں موت کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے۔ اور تمام قوت کو ضائع کردیتی ہے اور ہر ایک عضو سست اور بے کار پڑ جاتا ہے۔ قوت فریاد کی باقی نہیں، عقل کو جدا پریشان کر دیتی ہے۔ اور زبان کو جدا گونگا بنا دیتی ہے۔ اور ہاتھ پاؤں کو جدا ڈھیلا کر دیتی ہے۔ آدمی اس وقت چاہتا ہے کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لوں مگر نہیں ہو سکتا اگر کچھ اس میں قوت رہتی ہے تو جان نکلتے وقت اور اس کے کھینچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے۔ گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اس سے ظاہر ہوئی۔ تمام رگیں کھینچتی ہیں اس لئے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور ہونٹ سکڑ جاتے ہیں اور زبان جڑ کی جانب کھچ جاتی ہے۔ اور خصیے اوپر کی طرف کو ہو جاتے ہیں، انگلیاں سرد پڑ جاتی ہیں تو ایسے بدن کا کیا حال پوچھتے ہو کہ جس کی رگ رگ تنتی ہے۔ اگر ایک ہی رگ کھینچتی تو اس کا بہت درد ہوتا

جب کہ ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے تو اس کی تکلیف کیوں نہ زیادہ ہو گی۔ پھر ایک ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے، اول دونوں پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں پھر پنڈلیاں، پھر رانیں پھر ہر ایک عضو میں نئی سختی، اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نوبت گلے کی پہنچتی ہے۔ تب اس کی نظر دنیا اور اس کے باشندوں سے علٰحدہ ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی مصیبت اس وقت یہہ ہوتی ہے کہ ہر وقت یہہ خیال آ آ کر ستاتا رہتا ہے کہ دیکھیں اب خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ غرض ان تکلیفوں سے جان نکلتی ہے۔ اگر جان نکلتے ہی فنا ہو جاتی تو خیر تھوڑی دیر سہ لیتے۔ مگر نہیں مرنا کیا ہے۔ چراغ بجھتا ہے لیکن نور (روشنی) باقی رہتا ہے۔

روح کی حقیقت سنو

انسان میں دو روح ہیں ایک روحِ انسانی ہے جو ملاء اعلیٰ میں رہتی تھی اسی نے بار امانت اٹھایا تھا معرفت و محبت الٰہی اسی کو حاصل ہوتی ہے دیدار الٰہی بھی اسی روح کو ہو گا۔ خطاب اسی سے عتاب اسی پر ثواب اسی کو عذاب اسی پر سعید بھی یہی شقی بھی یہی قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمائے رسول اللہ کہ روح عالم امر کی رہنے والی ہے نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اس میں میں اپنی روح پھونکا۔ اسی کی شان میں ہے۔ دوسری روح حیوانی ہے اس کا منبع دل ہے روح حیوانی ایک بھاپ ہے۔ جو اخلاط سے پیدا ہوتی ہے۔ بواسطہ رگوں کے تمام جسم میں اور دماغ میں پہنچتی ہے۔ آنکھ اسی سے دیکھنے لگتی ہے، کان اسی سے سنتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھے کہ کسی گھر میں چراغ لگا دیئے تو جہاں جہاں روشنی پہنچی۔ در و دیوار سب روشن ہو گئے ایسا ہی تمام

جسم روح حیوانی سے حرکت کرنے لگتا ہے جیسے گھر کے کسی حصہ میں کوئی چیز چراغ کے حائل ہو جائے تو اُدھر روشنی نہیں پہنچتی۔ ایسا ہی اگر نہیں سُدہ پڑ گیا تو روح حیوانی کا نور اس عضو پر نہیں پہنچتا۔ فالج ہو جاتا ہے۔ حرکت باقی نہیں رہتی۔ دل کو مثل بتی کے سمجھئے۔ روح حیوانی کو مثل آگ کے اور غذا مثل تیل کے ہے اگر تیل روک دیا جائے تو چراغ بجھ جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر غذا روک دی جائے تو حیوان مرجاتا ہے۔ جیسے تیل تو ہے مگر بتی بہت دن کی ہے تیل نہیں چوستی۔ بجھ جاتی ہے۔ ایسا ہی بوڑھا ہونے کی وجہ سے دل پر بھی بہت زمانہ گذر گیا۔ غذا قبول نہیں کرتا مر جاتا ہے۔ یا تیل بھی ہے، بتی بھی اچھی ہے کسی نے پھونک مارا تو چراغ بجھ جاتا ہے۔ ایسا ہی کسی نے زخم لگایا۔ روح حیوانی ختم ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چراغ میں تین چیز ہوتے ہیں۔ بتی، آگ۔ روشنی۔ دل بتی ہے۔ روح حیوانی آگ ہے۔ اور روح انسانی روشنی لطافت کے اعتبار سے تو یہ مثال پوری ہے مگر اس اعتبار سے پوری نہیں کہ روشنی تابع ہے اگر چراغ نہ رہے تو روشنی نہیں رہتی۔ روح انسانی لطیف تو مثل روشنی کے ہے مگر چراغ سے علٰحدہ ہو کر بھی باقی رہتی ہے۔ اس لئے یوں سمجھو کہ روح حیوانی سواری ہے۔ اور روح انسانی سوار۔ سواری نہ رہے تو سوار باقی رہتا ہے مگر سواری سے جو بھی کام کر سکتا تھا۔ اب نہیں کر سکتا۔

یعنی موت سے روح جسمانی فنا ہو جاتی ہے لیکن روح انسانی باقی رہتی ہے مگر سوار جس حالت میں تھا سواری سے اترنے کے بعد بھی اسی حالت میں رہتا ہے۔ نہ امیر، فقیر ہوتا ہے اور نہ فقیر، امیر۔

وہ روح باقی (روح انسانی) جو زندگی میں بدتھی موت کی وجہ سے

نیک نہیں ہو جاتی ۔ نہ ہی وہ روح باقی جو زندگی میں نیک تھی مرنے سے بد ہو جاتی ہے۔ یہہ ہے خلاصہ مخبر صادق کے ارشاد کا۔ مگر افسوس کہ ہم کو اس پر یقین نہیں اگر یقین ہوتا تو ہماری یہہ حالت نہ ہوتی۔

حدیث شریف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ لذتوں کو مٹانے والی (یعنی موت) کو اکثر یاد کیا کرو۔ موت کی یاد سے اپنی لذتوں کو مکدر کرو تاکہ تمہارا میلان ان کی جانب سے جاتا رہے۔ اور پھر خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو۔ اور فرمایا

حدیث شریف۔ اگر چوپائے بھی موت کو اتنا ہی سمجھتے جس طرح تم سمجھتے ہو تو تم کو کوئی فربہ، موٹا جانور کھانے کو نہ ملتا، سب مارے ہیبت کے دُبلے ہو جاتے اور حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی شہیدوں کے ساتھ بھی اٹھے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں وہ جو رات دن میں موت کو بیس۲۰ مرتبہ یاد کرے گا۔ اس فضیلت کا سبب یہہ ہے کہ موت کا یاد کرنا دنیا سے علیحدگی اور آخرت کی تیاری کا موجب ہے۔

حکایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ے اونٹوں کے ایک گلہ پر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں ایک اونٹ موٹا تازہ ہے، کبھی اس کو کترتا ہے تو کبھی اس کو۔ اور خوش خوش پھر رہا ہے اس کے کان میں آپ نے فرمایا کہ تو عنقریب مرنے والا ہے۔ چند روز کے بعد حضرت کا اس پر گذر ہوا۔ دیکھا کہ دبلا ہو کر کمزور ہو گیا ہے سب سے علحدہ ایک طرف کھڑا ہے کھانا، پانی چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے چرواہے سے پوچھا اس کا ایسا حال کیوں ہے اس نے کہا جب سے کہ آپ نے اسکے کان میں موت کی کیفیت سنائی ہے۔ اس کا برا حال ہے۔

جانوروں پر یہہ اثر ہوتا ہے اگر ہم پر بھی اثر ہوتا تو ہرگز ہمارا یہہ حال نہ ہوتا۔

صاحبو! دنیا کو دیکھ رہے ہو کہ کس رنگ میں ہے۔ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی ہے۔ بعض تو نفس کے دباؤ میں آکر گناہ تو کرتے ہیں لیکن برے کام کو برا سمجھ کر کرتے ہیں۔ بعض ایسے خودسر ہیں کہ برائی کو نیکی سمجھ رہے ہیں۔ چوبیس گھنٹہ خدا کی مخالفت میں گذر رہی ہے۔ پھر لطف یہہ ہے کہ یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ میں جو بھی کام کر رہا ہوں درست ہے۔ سنو اس کی وجہ غفلت ہے۔ اس کو خبر ہی نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو راضی کرنے والی کون کون سی باتیں ہیں۔ اور نہ ہی یہہ معلوم ہے کہ کن کن باتوں سے وہ ناراض ہو جاتا ہے اور نہ معلوم کرنے کی ہی فکر ہے۔ عجیب بات تو یہہ ہے کہ ہر شخص کی دوسرے پر نظر ہے۔ اپنی برائی کسی کو نظر ہی نہیں آتی اگر کوئی سمجھائے کہ بھائی ذرا سوچو تم کیا کر رہے ہو۔ دیکھو تمہاری یہہ طرز اچھی نہیں ایک روز پچھتاؤ گے۔ تو جواب ملتا ہے حضرت رہنے دو ہم دنیا دار آدمی ہیں ہم سے کیا ہو سکتا ہے۔ افسوس جس دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں آسان دین لے کر آیا ہوں لیکن یہہ سمجھتا ہے کہ دین بہت مشکل ہے۔ اور اس میں بڑی مشقت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص بیمار ہو لیکن بیماری کو بیماری نہ سمجھے اگر کوئی سمجھائے بھی تو یہہ کہے کہ مجھ سے علاج کروانا کہاں ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی زندگی کے بہت کم دن باقی ہیں۔ اسی لئے ایسا سوجھ رہا ہے۔ سنو۔ دین نام ہے خدا کے احکام بجالانے کا اور

جس قدر احکام ہیں بہت سہل ہیں اس میں کوئی بکھیڑا ہی نہیں۔ پھر دین کیسے مشکل ہوا۔ دین نے یہہ حکم نہیں دیا کہ نہ اچھا کھاؤ نہ اچھا پہنو۔ نہ زراعت کرو، نہ تجارت نہ نوکری کرو نہ کوئی اور پیشہ بلکہ اس کا تو حکم ہے کہ کُلُوا وَاشْرَبُوا (کھاؤ اور پیو) خُذُوا زِیْنَتَکُمْ (زینت کی ہر چیز کا استعمال کرو) سب کچھ کرو مگر وَلَا تُسْرِفُوا۔ ہماری ٹھیرائی ہوئی حد سے نہ بڑھو۔ دین کی ایک ایک چیز لے کر سوچو کہ ان کے بجالانے میں کیا مشقت ہے دنیا کا کونسا کام رک جاتا ہے۔ اس کی تفصیل کا یہہ موقعہ نہیں۔

جس غفلت میں ہم مبتلا ہیں جس سے رات دن خدائے تعالیٰ کی کی نافرمانی ہم سے ہوتی رہتی ہے اس کے لئے جو علاج بتایا ہے۔ اس کے بارے میں سوچو کہ کتنی مشکل بیماری کا کتنا آسان علاج بتلایا ہے چھوٹی چھوٹی بیماریوں کے لئے سینکڑوں روپے خرچ کرنا پڑتا ہے کس قدر محنت اٹھانی پڑتی ہے، صاحبو ہماری غفلت کا جو علاج بتلایا ہے وہ کچھ ایسا آسان ہے کہ اس میں ایک پیسہ خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ نہ کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے، نہ آپ کی کسی آمدنی میں خلل پڑتا ہے، نہ آپ کے کسی دنیوی کاروبار کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ بتائیے کہ اس سے زیادہ آسان علاج اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا بھر کے حکما، سقراط، بقراط وغیرہ سب مل کر سوچتے ہوتے تب بھی ایسا آسان علاج نہ بتا سکتے۔ اتنی سخت بیماری کا، ایسی بھاری غفلت کا کتنا سہل علاج بتلایا ہے۔ سینکڑوں روپیوں کی دوا میں وہ اثر نہیں ہوتا جو اس میں ہے۔ لیکن اس پر اعتقاد نہیں آتا۔ اسی طرح یہہ اتنا

آسان علاج ہے کہ اس کو سن کر خود آپ کو یقین نہ آئے گا یہہ آپ کی
ناقدر دانی ہے کہ اتنا آسان علاج بتلایا جائے۔
اور آپ دوا کی قدر کریں اور نہ حکیم کی

اگر کوئی دوا مجرب ہو تو حکیم، ڈاکٹر فیس اور دوا کی قیمت لئے بغیر
دوا نہیں دیتے۔ اللہ اکبر! کیا رحمت ہے کہ مفت دوا دیتے ہیں۔ الٹا
آپ کو دوا پینے پر انعام بھی دیتے ہیں کہیں ایسا شفقت کرنے والا حکیم
بھی آپ نے دیکھا ہے۔ اس کی نظیر اگر ہے تو یہی ہے کہ جیسے باپ اپنے
بچہ سے کہتا ہے "میاں دوا پیو، ہم تم کو ایک روپیہ دیتے ہیں۔ بے سمجھ
بچہ شفاء کے خیال سے دوا نہ پیئے تو روپیہ کے لالچ سے تو پیئے گا۔
ایسا ہی ارشاد ہے۔ مسلمانو! ہم تم کو غفلت دور ہونے کا جو علاج بتائے
ہیں وہ روز کیا کرو تم کو ایک شہید کا ثواب دیا جائے گا۔ اب آپ
کیا چاہتے ہیں۔ دوا آسان ہے اور دوا کی دوا ہے اور ثواب کا
ثواب۔ اس نسخہ کے دو جز ہیں۔ ایک موت کو یاد کرنا۔ دوسرے
موت کے بعد جو حالات پیش آئیں گے۔ ان کو یاد کرنا۔ آپ کے دل
میں یہہ خیال آرہا ہوگا کہ ہائیں یہہ کیسا علاج ہے۔ آپ نے کبھی یہہ
علاج کیا بھی ہے۔ یا پہلے ہی سے بے اعتقاد ہو رہے ہو۔

صاحبو! سنو موت کو یاد کرنے کا ایک فائدہ تو یہہ ہے کہ
اگر خدا کے خوف سے اعمال صالحہ نہیں کرتے ہو تو موت کے خوف
سے تو کرو۔ اس واسطے کہ نیکوں کو تو موت کا خوف کیا بلکہ موت کا
شوق رہتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طوطا کسی پنجرے

میں مقید ہے باغ میں پنجرہ لٹکا ہے۔ دوسرے طوطے آتے اور سیر کرتے پھرتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یہہ بھی پھڑ پھڑاتا ہے۔ آرزو کرتا ہے کہ یہہ پنجرہ ٹوٹے، رہائی ہو تاکہ آزاد ہو کر ان میں جا ملوں ہاں جو بد ہیں ان کو موت کا خوف رہتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک طوطا ہے پنجرے میں۔ پنجرے کے چاروں طرف بلیاں بیٹھی ہیں یہہ اِدھر باہر نکلا اور اُدھر بلیوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو اس پنجرہ ہی کو غنیمت سمجھتا ہے۔ وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا۔

یہہ آسان علاج اور اس پر یہہ انعام کہ جو موت کو بیس دفعہ روزانہ یاد کرے تو اس کو شہید کا ثواب دیا جاتا ہے۔ موت کو یاد کرنے سے کیوں غفلت دور ہوتی ہے۔ اس کی وجہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حدیث شریف۔ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ۔ موت لذتوں کو مٹانے والی ہے۔ اس کو یاد کیا کرو اس لئے کہ انسان جو گناہ کرتا ہے غفلت میں پڑا ہوا ہے، دنیا میں منہمک ہے۔ ان سب سے اس کی غرض لذت کا حاصل کرنا ہے۔ جب یہہ یاد کرے گا کہ سب ایک دن ختم ہو جائیں گے۔ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ" ہر ایک قوم کا ایک مقررہ وقت ہے اِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ

ترجمہ:۔ جب موت آتی ہے تو ایک لحظہ آگے پیچھے نہیں ہوتا ہے۔

پچاس، ساٹھ برس میں ایک دور ختم ہو جاتا ہے۔

ہائے وہ بادشاہانِ ذی اقتدار کہاں ہیں کہ جن کے پاس ہزاروں سپاہی تھے، سیکڑوں خادم تھے۔ آج ان میں سے ایک خدمت گار تو کیا ان کی

فوج کے کسی گھوڑے کی زین اور لگام تک دکھائی نہیں دیتی ۔ آج نہ ان کا کوئی موافق ہی باقی رہا اور نہ مخالف ۔ ہائے یہہ سب کے سب کہاں چلے گئے اپنے ساتھ اپنے زمانہ کی چیزیں بھی لے گئے ۔ وہ شان دار دربار اور اس دربار کے وہ امراء کہاں غائب ہو گئے ۔ ان کے محل کی وہ شان و شوکت اور سامان کہاں چھپ گئے؎

" زمین کھا گئی نوجوان کیسے کیسے "

خیر اس کو تو ایک زمانہ ہوا ، کل کی بات ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے ساتھ تھے جن سے آپ کو زیادہ تعلق تھا ، ان کی صورت نگاہ میں جمائیے ۔ وہ بھی ہماری طرح خوش خوش موت کو بھولے ہوئے تھے ۔ یکایک موت آگئی جو کچھ تھا یہیں رہ گیا ۔ اب وہ اپنی اپنی قبروں میں پڑے ہیں اس وقت وہ ہیں یا ان کے اعمال اعضاء الگ الگ ہو گئے ہیں ۔ چشم و زبان ، گوشت و پوست میں کیڑوں کا تصرف ہے ۔ سارے قرابت دار اور دوست آشنا بھول گئے ۔ ان کی طرح ہم بھی غفلت میں ہیں ۔ وہ غفلت میں چل بسے لیکن ہم کو اتنا موقع تو ہے کہ ہم ان سے عبرت لیں ۔ جب روزانہ تھوڑی دیر اس طرح خیال کرو گے تو پھر گناہ میں مزہ نہ آئے گا ، جب مزہ نہ آئے گا تو گناہ خود بخود چھوٹ جائیں گے اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً ایک شخص کسی بڑے عہدہ پر ہے اور اس پر ایک مقدمہ بھی چل رہا ہے ۔ جس میں یہہ خوف غالب ہے کہ وہ اس عہدہ سے برطرف ہو جائے گا ۔ اس کو اس عہدہ میں خاک بھی لذت نہ آئے گی ۔ قاعدہ ہے کہ جس چیز کے چھوٹنے کا خیال آتا ہے تو اس میں لذت نہیں ملتی ۔ جب یہ معلوم ہو گا کہ موت سے سب چھوٹنے والا ہے تو پھر اس میں مزہ و لذت نہیں آئے گا ۔ موت تو موت ، موت کے پہلے زندگی کی جو چیزیں ہیں ۔ ان سے بھی تو لذت جاتی رہتی ہے ۔ تو معلوم ہوا کہ موت ضرور لذتوں کو ختم

کرنے والی ہے۔ بیماری اور بڑھاپے کو دیکھ لیجئے کہ دونوں سے کیسے لذتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بیماری میں کسی شئے میں لطف نہیں آتا۔ اچھے اچھے لذیذ کھانے کڑوے معلوم ہوتے ہیں۔ ساری خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ بولنا تک برا معلوم ہوتا ہے، بعض وقت کسی کا پوچھنا بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ ہر بات میں بے لطفی ہو جاتی ہے۔ نہ کھانے کو جی چاہتا ہے اور نہ پینے کو۔ ایسا ہی بڑھاپا ہے اس میں بھی سارے مزہ ختم ہو جاتے ہیں کھانے کا لطف بھوک سے ہے۔ بڑھاپے میں جوانی جیسی بھوک نہیں لگتی۔ اگر بھوک معلوم بھی ہو تو جو چیز چاہیں نہیں کھا سکتے۔ غرض بڑھاپا اور بیماری جو موت کے پیامبر ہیں ان میں لطف نہیں آتا تو خود موت سے کس قدر لذت جاتی رہے گی۔ جب کثرت سے موت یاد کیا کروگے۔ تو دل دنیا سے سرد ہو جائے گا۔ افسوس یہ ہے کہ ہم موت کو یاد بھی کرتے ہیں تو وہ بھی غفلت سے، ذرا دل سے موت کو یاد کیا کرو اور یہ سمجھ کر یاد کیا کرو کہ ایک دن ہم کو مرنا ہے۔ تو پھر دیکھیں کہ کیسے اثر نہیں ہوتا۔ طاعون اور وبا کے اس زمانہ میں جب کہ لوگ کثرت سے مرتے ہیں، ہوش اڑے رہتے ہیں۔ دیکھئے کام تو دنیا کے سب کئے جاتے ہیں۔ تجارت والے اور زراعت والے سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ مگر سب میں اداسی رہتی ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا یہ کس چیز کا اثر ہے، صرف موت کے یاد رہنے کا۔

حکایت ایک بادشاہ ایک فقیر کا معتقد تھا۔ ان کی خدمت میں آیا کرتا۔ ہمیشہ دیکھتا کہ یہ فقیر صاحب ایک گولی کھایا کرتے ہیں۔ ایک دن بادشاہ نے پوچھا یہ گولی کیسی ہے۔ فقیر نے ایک گولی بادشاہ کو دی۔ بادشاہ نے وہ گولی کھائی۔ رات میں اس کو اس قدر شہوت ہوئی کہ محل کی تمام بیبیوں اور باندیوں کے پاس رہا مگر تسلی نہ ہوئی بادشاہ کے دل میں آیا کہ

میں نے ایک گولی کھائی ہے تو میری یہہ حالت ہے یہہ فقیر روز کھاتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوگی۔ اس کے پاس کتنی عورتیں آتی ہوں گی یہہ بات فقیر صاحب کو معلوم ہوگئی۔ پھر جب بادشاہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا "بادشاہ تمہاری موت قریب ہے چالیس دن کے اندر تم مرجاؤگے" بادشاہ نے کئی بار ان کو آزمایا تھا۔ یہہ سنتے ہی چہرہ کا رنگ فق ہوگیا۔ منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں کانپنا شروع کیا، فقیر نے کہا گھبرانے کی کیا بات ہے۔ مرنا تو ایک دن ہے ہی۔ اب تم کو چاہیے کہ اس کا انتظام کرلو گوشہ نشین ہوجاؤ اور اللہ کی یاد میں رہو۔ یہہ گولیاں کھایا کرو، عبادت کے لیئے قوت رہے گی۔ بادشاہ وہاں سے محل آیا اور ولی عہد کو سلطنت دے کر خود ایک کمرہ میں بیٹھ گیا چالیس روز گذر گئے لیکن نہیں مرا۔ اس کو بے حد حیرت ہوئی کہ شاہ صاحب کی پیشن گوئی غلط کیوں ہوئی خوش خوش شاہ صاحب کے پاس آیا اور عرض کیا حضرت موت نہیں آئی" فرمائے "کیا تم نے گولیاں کھائیں" کہا "ہاں کھائیں"۔ پھر شاہ صاحب نے پوچھا" اس کا کچھ اثر ہوا" بادشاہ نے کہا۔ کیا اثر کرتیں۔ موت تو سامنے کھڑی رہتی تھی۔ اس کے بعد فقیر صاحب نے کہا۔ تم کو تو موت میں چالیس روز کی مہلت بھی تھی۔ باوجود اتنی مہلت کے گولیاں تم پر کچھ اثر نہ کرسکیں۔ فقیر کو تو ایک گھڑی کی بھی امید نہیں پھر وہ گولیاں مجھ پر کیا اثر کرتیں۔ اسی واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے بعد فوراً تیمم فرمالیا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی موجود ہے۔ وضو فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا معلوم پانی کے پاس پہنچنے تک زندہ بھی رہتا ہوں یا نہیں۔

صاحبو! موت کو پیش نظر رکھنے کے یہہ آثار ہیں۔ اب بھی جو کوئی یہہ علاج کرے گا۔ اس کو وہی نفع ہوگا۔ غرض ایک وقت مقرر کرکے بلا ناغہ موت کا

خیال کیا جائے۔ شروع شروع میں تکلف سے موت کو یاد کرنے کی عادت ہو گی پھر رفتہ رفتہ تکلف دور ہو کر اکثر وقت میں پھر ہر وقت یہہ حالت پیش نظر رہے گی، اس سے گناہ چھوٹ جائیں گے۔ لیکن سچ فرمائیے کیا ہم کو موت یاد ہے۔ بھلا جن کو موت یاد ہوتی ہے کیا ان کی یہی طرز ہوتی ہے جو ہماری ہے؟ اگر کوئی فرشتہ ہماری یہہ حالت دیکھ کر آسمان پر جائے اور وہاں آسمان کے فرشتے اس سے دریافت کریں کہ کیا دنیا والے کبھی موت کو بھی یاد کرتے ہیں تو وہ ضرور یہی کہے گا کہ ان کے کسی برتاؤ سے اور کسی انداز سے یہہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کو مرنے والا سمجھے ہوئے ہیں۔

دو شخص کے آپ مقروض ہیں۔ ایک کی ادائی کی مدت دور ہے۔ دوسرا "ولایتی" ہے اس کی ادائی کا زمانہ بھی بہت قریب ہے۔ وہ جب آتا ہے بہت بے عزتی کرتا ہے۔ آپ کس کے قرض کی ادائی کی زیادہ کوشش فرمائیں گے۔ یقیناً اسی کی جس کی ادائی کی مدت قریب ہے اور وہ سخت بھی ہے۔ اسی کے لئے کوشش کی جائے گی۔ ایسا ہی ہر چیز کے لئے کیا کیا کوشش نہیں کیجاتی اور کیا کیا اہتمام اور دور اندیشی نہیں کی جاتی۔ ان سے زیادہ موت نزدیک ہے وہ آتی بھی ہے تو مصیبت ڈھاتے ہوئے آتی ہے اس کے لئے کچھ تو اہتمام ہو۔ یہہ جب بھی آتی ہے تو کیا مصیبت بپا کرتے آتی ہے۔ اس موت کا مزہ ان سے پوچھو جو اِس کا مزہ پا چکے ہیں یا ان سے پوچھو جو نور نبوت سے معلوم کئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کہتے تھے میرے حواریو! تم میرے لئے خدا سے دعا کرو کہ وہ سکرات مجھ پر آسان کردے مجھکو موت کا ڈر ایسا ہو رہا ہے کہ موت کے ڈر سے مر رہا ہوں۔ یہہ کون کہہ رہے ہیں۔ ایک جلیل الشان پیغمبر جنھوں نے دنیا میں راہبانہ زندگی گذار دی۔ بتائے اب ہم اور آپ کس گنتی میں ہیں۔

تلخی موت کا مزہ اور جانکنی کے وقت اس کی جو سختی و شدت ہوتی ہے وہ قابل بیان نہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت نزع کٹورہ میں پانی رکھے تھے اور بار بار منہ پہ ملتے تھے اور فرماتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ" اے اللہ موت کی سختیاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر آسان کیجئے

جو لوگ اس مصیبت سے پناہ نہیں مانگتے اور اس کو برا نہیں

جانتے اس کی وجہ یہہ ہے کہ وہ اس تکلیف سے واقف ہی نہیں۔

واقعات وقوع پذیر ہونے کے پہلے نور نبوت و ولایت سے معلوم

ہوا کرتے ہیں اسی وجہ سے انبیاء و اولیاء موت سے بہت خوف رکھتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موت کی سختی دیکھ کر مجھے کسی کی موت کی آسانی پر غبطہ نہیں ہوتا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو پٹھے، ہڈیوں اور انگلیوں میں سے لیتا ہے تو مجھ پر موت کو آسان فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور اس کا گلے رکنا بیان فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی تکلیف تین سو چوٹ کے برابر ہے اور آپ سے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا تو یہہ فرمایا کہ آسان سی آسان موت ایسی ہے جیسے پاؤں میں چبھا ہوا گوکھرو کہ جب نکلتا ہے بدون ایذا کے نہیں نکلتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو اس پر گذرتا ہے مجھے معلوم ہے کوئی رگ اس کی ایسی نہیں جس کو موت کی تکلیف علٰحدہ نہ ہو۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مردے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اٹھنے تک رہا کرتا ہے۔ اور زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کے کچھ درجات باقی رہتے ہیں کہ عمل کے باعث ان پر نہیں پہونچ سکا تو اس پر موت

سخت کردی جاتی ہے تاکہ اس کی جہت سے اپنا درجہ جنت میں حاصل کرلے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جس کا بدلہ نہیں دیا گیا تو اس پر موت میں آسانی کردی جاتی ہے تاکہ اپنی نیکی کا بدلہ پاکر سیدھا دوزخ میں چلا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک بال مردے کے بالوں میں سے آسمان اور زمین کے باشندوں پر رکھدیا جائے تو خدائے تعالیٰ کے حکم سے سب مرجائیں اس لئے کہ ہر بال میں موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے۔ اور روایت ہے کہ ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑوں پر رکھدیا جائے تو گل جاویں اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ جیسے گرم سلائی تر روئی میں کی جاوے اور پھر اس کو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہم نے تیرے اوپر موت میں آسانی کی ہے اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی روح جب اللہ تعالیٰ کے پاس گئی تو خدائے تعالیٰ نے پوچھا کہ تو نے موت کیسا پایا عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو پکتی ہوئی دیگچی میں چھوڑ دیں کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اڑ جاوے۔

صاحبو! موت تو وہ چیز ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے اس کو پیدا کرکے فرمایا کہ تو اپنی اصلی صورت میں فرشتوں پر گذر۔ جب موت اپنی اصلی صورت میں گذری تو فرشتے مارے ہیبت کے ایک زمانہ تک بے ہوش رہے جب ہوش آیا تو عرض کیا "الٰہی یہ موت کس کے لئے بنائی ہے۔ ارشاد ہوا ہر جاندار کے لئے فرشتوں نے عرض کیا" دنیا کیوں بنایا" ارشاد ہوا انسان اسمیں بسنے کے لئے۔ عرض کیا" عورتیں کیوں پیدا کیا" ارشاد ہوا

نسل بڑھانے کے لئے۔" عرض کیا" یہ موت جن پر مسلط کی گئی ہے وہ کہیں عورتوں کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں اور دنیا میں خوشی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا یہ سچ ہے مگر طول امل اور غفلت ایسی ہوگی کہ موت کو بھول جائیں گے۔ عورتوں اور بچوں میں پھنس کر دنیا میں گرفتار رہیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ موت کس قدر تکلیف کی چیز ہے لیکن گناہگاروں پر وہ اور بھی سخت ہوتی ہے۔

حکایت ایک روز حضرت ابراہیمؑ ملک الموت سے فرمائے کہ تم مجھ کو اپنی وہ صورت دکھاؤ کہ جس صورت سے تم گناہ گاروں کی روح نکالتے ہو۔ ملک الموت نے فرمایا کہ آپ اس کی برداشت نہ کر سکو گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کیا اور فرمایا کہ ضرور دکھاؤ جب ملک الموت اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نظر آئے جس صورت میں کہ وہ گنہ گار کی روح نکالتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے، ہوش میں آئے اور فرمایا اگر اور کوئی عذاب نہ ہو صرف تمہاری صورت ہی دکھ جائے تو اور کسی عذاب کی ضرورت نہیں۔

غرض مرنے والے ان پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں جو کچھ کہ ان مقدر میں لکھا ہے۔ کتنی عمر ہوگی زندگی کس طرح گذاریں گے، کتنا رزق ملے گا۔ جب یہ سب کچھ پورا ہو چکتا ہے تو فرشتہ اُن کی جان نکالنے کو آتے ہیں۔ اور ان سے پوچھتے ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر تو کس کس کے پیچھے پڑا تھا۔ آج وہ کہاں ہیں۔ تب کہیں گے کہ آج نہ مال ہے نہ اولاد، اور نہ ہی جائیداد ہے۔ کوئی اس وقت کام آنے والا نہیں۔ اِس وقت آپ جن جن کو اپنا سمجھے ہو۔ اُس وقت اپنے منہ سے اقرار کروگے کہ ہائے اِس وقت کوئی ہمارا نہیں۔ ہائے اس طرح کی موت آتی ہے، اور آنی بھی ہے تو

ایسی کہ شان نہ گمان، یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ صحت ہو جائے گی۔ ویسے میں موت آدبوچتی ہے۔ اس لئے کچھ تیاری نہیں کیا ہے تو پچھتاتا ہے کہ ہائے کچھ نہ کیا۔

حکایت

ایک بادشاہ تھا۔ جلوس کی سواری کا حکم دیا۔ آگے پیچھے بہت سا لشکر تھا، فاخرہ لباس پہنا ہوا، ہزاروں گھوڑوں میں سے چنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر تکبر سے چلا جا رہا تھا کہ ایسے میں ایک فقیر میلے، پھٹے ہوئے کپڑے پہنا ہوا بادشاہ کے گھوڑے کی لگام پکڑا اور سلام کیا۔ بادشاہ نے غرور سے جواب نہیں دیا۔ فقیر نے کہا ٹھہرو، تم سے کچھ کہنا ہے۔" یہہ غرور بھرا ہوا کہنے لگا "یہہ بھی کوئی وقت ہے، پھر کسی وقت آؤ۔ ورنہ گردن پکڑ کر نکال دوں گا۔ فقیر نے کہا" آپ کے کان میں کچھ کہنا ہے" بادشاہ نے کان جھکا دیا فقیر نے کہا "میں ملک الموت ہوں۔ اسی وقت تمہاری جان نکالنے کا حکم ہوا ہے"۔ نام سنتے ہی بادشاہ کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ زبان بند ہو گئی۔ عاجزی سے کہا" اتنی مہلت تو دو کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو رخصت کر آؤں" ملک الموت نے فرمایا حکم نہیں ہے"۔ گھوڑے سے گرا اور حسرت سے جان دے دی۔

افسوس، اے غافل انسان! کبھی سزا کو تو نے سزا نہ سمجھا، زمانہ کے اتفاقات ہی سمجھتا رہا۔ تجھے یہہ خیال نہ آیا کہ ہائے صبح و شام دور دراز کے سفر کی منزلیں ہیں اب تک اس کی کچھ تیاری نہ کیا نہ توشہ ساتھ لیا خونخوار جنگل وگھاٹیاں درپیش ہیں۔ نہیں معلوم کہ جنت میں لے جاتی ہیں یا دوزخ میں اور تجھے جانا بھی ہے تو ایک ایسے حاکم کے پاس جو انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ کبھی یہہ نہ سونچا کہ ایسے حاکم سے بگاڑ کر کے پھر اسی حاکم کے اجلاس پر جانا ہے۔ عمر کے سب دن گذر گئے۔ اس حاکم کو راضی کرنے کا کوئی کام نہ کیا ؎

کارواں رفت و تو درخواب و بیاباں درپیش

"قافلہ چلا گیا اور تو سوتا ہی رہا۔ لق و دق جنگل سامنے ہے۔

کُنی روئی زکہ پری چہ کُنی، چوں باشی

جب جائے گا تو کس سے پوچھے گا، کیا کرے گا، اور کیسا رہے گا۔

لیکن ایک اور بھی قسم کا خوف ہوتا ہے۔

حکایت حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت ڈرتے تھے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے پوچھا "ابراہیمؑ تم اتنا کیوں ڈرتے ہو۔ ابراہیمؑ نے کہا" الٰہی کس طرح نہ ڈروں۔ میرے باپ آدمؑ کو دیکھ لیا ہوں کہ ان کو تو نے مقرب بنایا اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اس میں روح پھونکا، فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ لیکن ایک گناہ کے سبب سے اپنے پاس سے نکال دیا۔ حکم ہوا" یہہ سب سونچا مگر یہہ بھی سونچا کہ سب کے خلاف کرنے اور نافرمانی سے اتنا برا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر دوست کا خلاف و نافرمانی کرے تو یہہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

صاحبو! وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ مسلمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں تمہاری نافرمانی اور خلاف ورزی خدا کو بہت بری معلوم ہوتی ہے کسی پر مقدمہ چلتا ہو تو اس مقدمہ کا ایسا خوف رہتا ہے کہ ہر وقت اسی کا دھیان رہتا ہے۔ بیٹھے لیٹے، کھاتے پیتے۔ سوتے، غرض کسی وقت اس کو نہیں بھولتا۔ تمہارے بھی مقدمہ کی پیشی قریب ہے۔ بذریعہ وارنٹ تجھے بلانے والے ہیں۔ سامنے بلا کر صرف اتنا ہی پوچھ لیں" کیوں نالائق یہہ تونے کیا کیا حرکتیں کیں۔ مخلوق سے تو جیتنا ڈرتا تھا۔ اتنا بھی ہم سے نہ ڈرا" تبلائے کیا جواب دو گے۔

حکایت قوم بنی اسرائیل میں ایک گنہ گار شخص تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر میں خوش خوش بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک ایک اجنبی شخص دروازہ سے گھر میں گھس آیا۔ یہہ شخص غصہ میں بھرا ہوا اس آنے والے شخص پر حملہ کیا اور پوچھا کہ "تو کون ہے۔ کس نے تجھ کو اس گھر میں لے آیا"۔ اس آنے والے نے کہا" اس گھر کا اصلی

مالک مجھے اس گھر میں لے آیا۔ اور میں وہ ہوں کہ مجھ کو کوئی روکنے والا نہیں، کوئی چیز میرے لئے روک نہیں۔ میں بادشاہوں سے بھی اجازت نہیں لیتا۔ میں کسی زبردست سے ڈرتا نہیں۔ کسی کا دبدبہ اور رعب مجھ پر اثر نہیں کرتا۔ میں ایک زبردست کا وارنٹ لئے ہوئے آتا ہوں جہاں لے گرفتار کر لیتا ہوں یہہ سنتے ہی اسکے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑ گیا۔ بہت عاجزی سے کہا "کیا آپ ملک الموت ہیں" انہوں نے جواب دیا "ہاں" کہا "مجھ کو ذرا سی مہلت دیجیے کہ ضروری انتظامات کر لوں" ملک الموت نے فرمایا "افسوس تیری یہہ درخواست منظور نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ تیری مدت ختم ہو چکی تیرے سانس کچھ باقی نہ رہے۔ تیرا وقت آگیا۔ اب تجھے مہلت نہیں دی جا سکتی" اس نے کہا "تم مجھے اب کہاں لے چلو گے۔ انہوں نے کہا" ہم اب تجھ کو ایک دوسرے عالم میں لے جاتے ہیں جہاں تو اپنے کئے ہوئے کو دیکھے گا۔ اس گھر میں لے جاتے ہیں جس کو تو نے تیار کیا ہے۔" اس نے کہا "میں نے تو اچھے کام نہیں کئے ہیں۔ نہ قبر کو اچھا گھر بنایا ہے" تو ملک الموت نے کہا "ایسا ہے تو دہکتی ہوئی آگ میں جھونکنے کیلئے لے جاتے ہیں" یہہ کہہ کر اس کی روح قبض کئے۔ جن لوگوں میں کہ یہہ ابھی ہنستا ہوا بیٹھا تھا۔ ہائے تھوڑی ہی دیر میں ان میں مرا ہوا پڑا ہے۔ ابھی اس گھر سے قہقہہ کی آواز آرہی تھی۔ ابھی رونے چلانے کی آواز بلند ہونے لگی۔ یہی وارنٹ ہے۔ اسی کو موت کہتے ہیں۔

لیکن موت معشوق کا قاصد بھی ہے جو اس کے وصال کے لئے بلانے آتا ہے

حکایت ۔ ایک با خدا بزرگ کے پاس ملک الموت انسانی صورت میں آئے اور فرمایا کہ "میں ملک الموت ہوں" انھوں نے کہا" مرحبا مرحبا۔ بہت دنوں سے ہم آپ کے منتظر تھے۔ آئے جان نکالئے۔ ملک الموت نے کہا" کچھ ضرورت ہو تو پوری کیجئے کہ مہلت دینے کا حکم ہے" انہوں نے جواب دیا"

ہم نے اپنی زندگی کی ساری ضرورتوں کو زندگی میں خدا کے حوالہ کر چکے تھے۔ مرنے کے بعد بھی ضرورتوں کا وہی ضامن ہے۔ ایسا ہی آپ کہتے ہیں تو اتنی مہلت دو کہ طہارت اور وضو کر کے نماز شروع کروں جس وقت میں سجدہ میں رہوں میری جان نکال لو۔ انہوں نے موت کو معشوق کا قاصد سمجھا اور مہلت بھی لئے تو اسی کام کے لئے کہ معشوق کے سامنے جانے کی تیاری کی جائے۔ جیسے کسی عاشق کو جب اس کا معشوق کہلا بھیجتا ہے کہ آؤ ہم ملتے ہیں۔ تو وہ دیر کرے گا۔ صرف اسی لئے کہ اپنے کو سنوارے، آئینہ دیکھے گا کہ کوئی بات مجھ میں میرے معشوق کے خلاف مرضی تو نہیں۔

صاحبو! کوشش ایسی کیجئے کہ موت وارنٹ نہ بنے بلکہ معشوق کا قاصد بنے۔ پھر تو موت میں کچھ ایسا مزہ آتا ہے کہ جس کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہوا ست

جب مجھ کو موت سے عشق و محبت ہے

نَھْیِ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ مرا ست

اسی لئے لا تلقوا بایدیکم (اپنے ہاتھوں سے اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو) کی نہی مجھ کو کی گئی ہے

زانکہ نہی از دانہ شیریں بود | تلخ را خود نہی حاجت کے شود
اس سبب سے میٹھی چیز سے منع کیا جاتا ہے | کڑوی چیز سے منع کرنے کی کیا ضرورت ہے

گفت حمزہؓ چوں کہ بودم من جواں | مرگ می دیدم وداع ایں جہاں
حضرت حمزہؓ نے فرمایا جب کہ میں جوان تھا | تو اس جہاں کو چھوڑنے کا نام موت سمجھتا تھا

سوئے مردن کس برغبت کے رود | پیش اژدرھا برہنہ کے شود
مرنے کی طرف خواہش سے کوئی کیا جائیگا | اژدھے کے سامنے کیسا برہنہ ہو گا

لیک از نور محمد من کنوں | نیستم ایں شہر فانی را زبوں

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے اب موت کو برا نہیں سمجھتا ہوں

اس موت کا مزہ پوچھنا چاہتے ہو تو ذرا بلالؓ سے پوچھو ؎

چوں بلالؓ از ضعف شد چوں ہلال

جب بلال ضعف سے مثل ہلال ہو گئے

رنگ مرگ افتاد بر روے بلالؓ

ان کے چہرہ پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے

جفت او دیدش بہ گفتنا واحرب

ان کی بیوی ان کی یہہ حالت دیکھ کر کہنے لگی ہائے افسوس

پس بلالشؓ گفت نے نے واطرب

یہ سنکر بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں ایسا مت کہو بلکہ یوں کہو کہ کیسقدر خوشی کا دن ہے

تا کنوں اندر حرب بودم ز زلیست

اب تک جو دنیا کی زندگی رہی وہ قابل افسوس تھی

تو چہ دانی مرگ چہ عیش است وچیست

موت کو تم کیا جانو کیسے عیش کی چیز ہے

ایں ہمی گفت و رخش در عین گفت

یہہ کہہ رہے تھے اور کہنے کی حالت میں ان کا چہرہ

نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت

نرگس و گلبرگ اور لالہ کی طرح کھلا ہوا اور تمتما رہا تھا

تاب روے وچشم پر انوار او

ان کے چہرہ کی چمک اور ان کے آنکھوں کے انوار

می گواہی داد بر گفتار او

ان کے کلام کے سچے ہونے پر گواہی دیرہے تھے

گفت جفتش الفراق ای خوشخصال

ان کی بیوی نے کہا یہ جدائی کا وقت ہے

گفت نے نے الوصال است الوصال

یہ سن کر بلالؓ نے کہا نہیں نہیں یہ وصال کا وقت ہے وصال کا

گفت جفت امشب غریبے میروی

ان کی بیوی نے کہا آج آپ وطن سے بے وطن ہو رہے ہو

از تبار و خویش غائب می شوی

اپنے خاندان سے اور قرابتداروں سے دور ہورہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جان من

توحضرت بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ میری جان آج

میرسد خوش از غریبی در وطن

خوش خوش سفر سے وطن میں پہنچ رہی ہے

گفت اے جان و دلم واحسرتا

ان کی بیوی نے کہا میری جان و دل حسرت کر رہے ہیں۔

گفت نے نے جانِ من وا دولتا

تو بلالؓ نے فرمایا نہیں نہیں میری جان دولت

دیدار سے مشرف ہونے والی ہے) موت، اس مزہ کا نام ہے۔ موت سفر سے وطن کو جانے کا نام ہے۔ موت فراق کے صدمہ سہنے کے بعد وصال ہونے کا نام ہے۔

دوستو! خدا کے لئے موت کو وارنٹ مت بناؤ، موت کو محبوب کا

قاصد بناؤ۔

خبردار اے نفس پابند حرص، خبردار اے دل اسیر ہوئی، بس اب خواب غفلت سے ہوشیار ہو، خدا کے لئے کب تلک سوئے گا اپنے اصلی وطن کو بھولا کہ جہاں سے تو کبھی آیا تھا ؎

نہیں یاد آتی وطن کی تجھے | تو پردیس میں اپنا مت دل لگا
یہہ دنیا نہیں آہ تیرا وطن | تیرا وطن ہے آخرت اے فتا
بہت سو چکا خواب غفلت میں تو | وطن کے لئے اٹھ کے دولت کما
نوافل کی دولت سے دامن کو بھر | فرائض کے لے گوہر بے بہا
کمر باندھ چلنے کو تیار ہو | سمجھ کوس رحلت بجا اب بجا

کسی بھی اچھی چیز کو اپنی اولاد کے لئے پسند کیا جاتا ہے ہائے موت میں کیا مزہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دینا چاہتے ہیں۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام ہیں کہ خوشی سے یہہ مزہ چکھنا چاہتے ہیں۔

اب آپ پوچھیں گے کہ تیاری کس طرح کی جائے کہ ہم بھی اس مزہ کا لطف اٹھائیں۔ اس کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھئے خدائے تعالیٰ سے پوچھئے ارشاد ہوتا ہے يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

لوگو! تمہارے پاس میرے پیغمبر آئیں گے میرے احکام بیان کریں گے۔ جو ان کی تعلیم اور ہدایت کے موافق عمل کر کے متقی اور صالح ہو گیا، جیسا انہوں نے بتلایا ہے اس کے موافق عمل کرتا رہا تو فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (نہ ان کو آئندہ کا کچھ خوف اور نہ دنیا چھوٹنے کا کچھ غم) تو ان باخدا بزرگ کی طرح نہ دنیا چھوٹنے کا کچھ غم ہوگا اور نہ موت کا ڈر۔

ڈر کیسا' ملک الموت اس طرح خوبصورت صورت میں آتے ہیں کہ ان کی صورت ہی ہزار جنت کی ایک جنت معلوم ہوتی ہے۔ کراماً کاتبین کہتے ہیں" جزاک اللہ خیراً " (اللہ تجھے جزاء خیر دے) کہ تو ہمارے سامنے نیک کام کرتا رہا۔ ہم کو تجھ سے بہت راحت ملی۔ اس کا جو مقام جنت میں ہے وہ دکھا دیا جاتا ہے اور وہ ان مزوں میں رہتا ہے اس لئے اس کو موت کا کچھ ڈر ہی نہیں معلوم ہوتا۔

اس سے یہہ معلوم ہوا کہ ہدایت پائے ہوئے لوگوں کو موت کا ڈر نہیں ہوتا اور یہی لوگ موت میں مزہ محسوس کرتے ہیں۔

صاحبو! یہہ معلوم کرنے کے بعد کہ ہدایت کی کیا علامت ہے اور گمراہی کی کیا۔ آپ خود اپنا فیصلہ کیجئے کہ آپ ہدایت پر ہیں یا گمراہی پر۔ سنو! ہدایت کی علامت شرح صدر ہے اور گمراہی کی علامت ضیق صدر یعنی جس کو گمراہی نصیب ہوتی ہے اس کو ضیق صدر ہو جاتا ہے۔ اب ان دونوں کو خوب سمجھو۔ جس گھر میں چوطرف اندھیرا ہو کہ جس سے اس گھر کے پاسبان کو کچھ نہ سوجھے، گھر والا پڑا غفلت میں سو رہا ہو' اور چور کے آنے کے راستوں کو بند نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں چور بے دھڑک گھس آتا ہے۔ ایسا ہی دل ایک گھر ہے۔ جب انسان طرح طرح کے افکارات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ جاتا ہے' حرص و طمع میں گھر کرلا بنے' چوڑے آرزوؤں میں پھنس جاتا ہے۔ ایسے ایسے خیالات پکانا شروع کرتا ہے جو اس چھوٹی سی عمر میں ختم نہ ہوں تو خدا سے غافل رہتا ہے دنیا پر مرمٹتا ہے' یہہ سب چیزیں اندھیریاں بنکر دل کو سیاہ کر دیتی ہیں۔ اس تاریکی میں پاسبان یعنی فرشتوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی' ادھر والے غافل اُدھر چور یعنی شیطان

دل میں آنے کے راستوں کو مثلاً غضب، شہوۃ، حسد، حرص، وغیرہ کو دیکھتا ہے کہ بند نہیں ہیں بے دھڑک گھس آتا ہے۔ دل کو لوٹ لیتا ہے جس سے خدا کے طاعت کی رغبت ہی نہیں رہتی۔ اگر کبھی اطاعت کیا بھی تو اس میں مزہ نہیں آتا۔ حق بات سننے کی ایسے دل میں گنجائش نہیں رہتی عالم آخرت کی تیاری اس دل پر ایسا ہی دشوار ہوتی ہے جیسے آسمان کا چڑھنا۔ یہ ہے ضیق صدر کا مختصر بیان۔ اور یہہ ضیق صدر، ضلالت، وگمراہی پر ہونے کی علامت ہے۔ اسی لئے اللہ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ يُرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور گراں بنا دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

بخلاف اس کے اس دل کی مثال کہ جس نے دنیا کی حقیقت جان لی ایسی ہے جیسے:-

حکایت - ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ ہرن کے پیچھے شکاری جا رہا ہے اور شکاری کے پیچھے شیر بھاگا جا رہا ہے۔ شیر نے شکاری کو مار ڈالا ہرن سلامت بچ گیا۔ پھر اس ہرن کے پیچھے دوسرا شکاری دوڑا۔ اس کو بھی شیر نے پھاڑ ڈالا۔ اسی طرح سنو شکاریوں کو شیر نے مار ڈالا۔ ہرن کو کوئی شکار نہ کر سکا۔ ہرن سلامت بچ گیا۔ اس پر یہہ بزرگ تعجب کر رہے تھے۔ کہ کسی نے کہا ہرن دنیا ہے۔ شکاری دنیا دار اور شیر ملک الموت۔ سینکڑوں دنیا دار ملک الموت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ دنیا کسی کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی اور دنیا میں پھنس جاتا ہے تو اس کو اس پر ترس آتا ہے موقع ملے تو منع کرتی ہے۔

حکایت جب سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی۔ تمام جانور

مبارکباد دینے کے لئے آئے مگر چیونٹی نہ آئی چند روز کے بعد تعزیت دینے آئی اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ خدا اپنے دوستوں کو دنیا نہیں دیا کرتا۔ نہ معلوم سلطنت میں پھنس کر سلیمانؑ کا کیا حال ہوا اور کیا انجام ہو۔ اس لئے تعزیت دینا چاہیئے نہ کہ مبارکباد۔

حکایت ایک روز سلیمانؑ کے پاس جنت کی شراب لائی گئی اور کہا گیا کہ یہ آب حیات ہے جو اسکو پیئے گا قیامت تک زندہ رہے گا۔ آپ کو چاہیئے تو پی لیجئے سب نے پینے کا مشورہ دیا۔ لیکن ایک سارس دربار میں حاضر نہ تھا۔ اسکے پاس گھوڑے کو چپراسی بنا کر بھیجے لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔ اس کے بعد کتے کو آپ نے بھیجا وہ حاضر ہو گیا اور مشورہ دیا کہ عزت کی موت دنیا کے قید خانہ میں ہمیشہ زندہ رہنے سے بہت بہتر ہے یہ سنکر حضرت سلیمانؑ وہ پیالہ پھینکدیئے اور سارس سے پوچھا کہ تو گھوڑے کے ذریعہ بلائے جانے پر کیوں نہ آیا اور کتے کے ذریعہ بلائے جانے پر جو ارذل ہے حاضر ہو گیا اسکا کیا سبب ہے۔ اس نے جواب دیا گھوڑا بے وفا ہے اور کتا وفادار۔

غرض ایسوں کے پاس دنیا کی مچھر کے برابر قدر نہیں ہوتی۔ ایسے شخص پر لوگ ہنستے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ صاحبو! تم ہم پر اس واسطے ہنستے ہو کہ تم پر اس کی حقیقت ہی نہ کھلی بچے ریت پیروں پر جمع کر کے گھروندہ بناتے ہیں جب باپ منع کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارا دشمن ہے اور اپنے کھیل پر اصرار کرتے ہیں۔ باپ کہتا ہے میاں ابھی تم کو عالیشان مکانوں کی اور پختہ محلوں کی خبر نہیں۔ جس دن محلوں کو دیکھوگے تو اس روز گھروندہ کی حقیقت کھلے گی ایسا ہی لوگو! تم دنیا پر مرمٹے ہو۔ اسلئے کہ دار آخرت کی تم کو کچھ خبر ہی نہیں اور نہ ہی دنیا کی حقیقت تم پر کھلی ہے ورنہ تم خود یوں کہتے ؎

دلا تا کئے دریں کاخ مجازی ؎ کنی مانند طفلاں خاک بازی

اے دل کب تک اس مجازی محل میں بچوں کی طرح خاک سے کھیلتا رہے گا۔

تو ئی آں دست پرور مرغ گستاخ ؎ کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ

تو وہ ہاتھوں پر پلا ہوا سدھایا ہوا مرغ ہے کہ تیرا گھونسلا اس محل سے باہر تھا

چرازاں آشیاں بیگانہ گشتی ؎ چو دوناں چغد ایں ویرانہ گشتی

کیوں اس گھونسلے سے بیگانہ ہوا ہے تو مانند کمینوں کے اس ویرانہ دنیا کا چغد بنا ہوا ہے۔

بلکہ یہ مطلب ہے کہ جسم کا تعلق تو دنیا سے رہے مگر دل سے بے تعلق ہو جاؤ۔ دل کو دنیا میں نہ پھنساؤ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس دنیا کی کہ جس پر ہم مرتے ہیں کچھ قدر نہیں۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ اگر دنیا کی میرے پاس کچھ قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ اسی واسطے وہ اپنے دوستوں کو دنیا سے بچائے رہتے ہیں جیسے کسی ناسمجھ بچہ کو نجاست سے بچایا جاتا ہے۔

حکایت ایک عابد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ ترقی رزق کی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی، جواب ملا موسیٰؑ تم اس کے لئے تھوڑی روزی مانگتے ہو یا بہت۔ موسیٰؑ عرض کئے "الٰہی بہت" اسی روز عابد کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا "الٰہی یہ کیا بات ہے کہ ترقی رزق کے بجائے وہ خود شیر کا رزق ہو گیا۔" حکم ہوا موسیٰؑ تم اسکے لئے بہت روزی مانگے تھے۔ ساری دنیا میرے پاس بہت تھوڑی ہے، بہت روزی جنت ہے اس لئے جنت میں بلا لیا۔

یہ خدا کی رحمت ہے کہ اپنے دوستوں کو دنیا سے دور رکھتا ہے۔ ورنہ دنیا آنے کے بعد سنبھلنا بہت مشکل ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کا سبب کیا ہے اس کا سبب یہی دنیا میں غرق ہونا ہے اور دین سے بے فکر ہونا ہے۔ روزہ، حج، زکوٰۃ، جو جو عبادتیں بھی چھوٹیں، ان سب کا سبب یہی ہے، اگر کوئی گناہوں میں مبتلا ہے اس کا سبب بھی یہی ہے کہ دین سے بے فکر ہے اور دنیا میں کھپ گیا ہے صاحبو! جڑ ہی کاٹ دو، جھاڑ خود بخود سوکھ جائے گا۔ دنیا جڑ ہے سب خرابی کی۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے جڑ کاٹ دیتا ہے۔ ان کے دل میں ایک نور ڈالا جاتا ہے جس سے جڑ کٹ جاتی ہے اسی کو شرح صدر کہتے ہیں، اسی واسطے حضرت فرماتے ہیں۔ شَرْحُ الصَّدْرِ نُوْرٌ يَقْذِفُهُ اللّٰهُ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ فَيَنْشَرِحُ اَمَارَتُهُ الْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ۔ شرح صدر ایک نور ہے کہ جسکو اللہ تعالیٰ

مسلمان کے سینہ میں ڈالتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے فرحت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ شرح صدر کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف رجوع کرنا، اور دھوکے کے گھر یعنی دنیا سے دور رہنا، اور موت کی تیاری میں لگے رہنا۔

حکایت ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک بڑھیا بہت عبادت کرتی تھی، میں نے اس سے کہا "کچھ تو آرام لو" اس نے کہا "کیا آرام لوں۔ جس قدر نفس کو آرام دیتی ہوں، میاں کے دروازہ سے دُور ہوتی جاتی ہوں۔ جو ان سے دُور ہوتا ہے وہ دنیا میں پھنس کر طرح طرح کی مصیبتوں میں گھر جاتا ہے۔

خلاصہ ساری تقریر کا یہ ہے کہ شرح صدر سے اعمال صالحہ کی رغبت ہوتی ہے۔

صاحبو! آپ نے کبھی غور بھی کیا کہ اعمال صالحہ کے بجالانے سے کونسی چیز وجود میں آتی ہے۔ سنو! اس کے بجالانے سے اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ پھوٹ اور آپس کی نااتفاقی دُور ہوتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ پرانی فیشن اور نئی فیشن سب اس کے دور کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی رائے سے اس کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے "اصلی اسباب" کو نہیں دیکھتے۔ پھر یہ دُور ہو تو کیسے دُور ہو۔ اس سے بچنے کی تدبیر اور اتفاق ہونے کے اسباب دوسروں سے پوچھتے ہو۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ اپنے گھر کی دولت کو چھوڑ کر دوسروں سے پھوٹی کوڑیاں مانگے۔ تمہاری کونسی بات ہے جس کو قرآن اور حدیث نے نہیں بتایا ہے لیکن ہم میں کے پُرانے قرآن و حدیث کو اس طرح سمجھ رہے ہیں جیسے اس فقیر نے سمجھا تھا۔

حکایت ایک شخص کہتے ہیں وہ جارہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی "ابے او مرغے" انھوں نے اس کا خیال ہی نہ کیا۔ مرغا ہوتے تو دیکھتے، پھر ایسا ہی پکارا تو انھوں نے اس طرف دیکھا کہ ایک شخص بھنگ گھوٹتے بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے "ابے آ کہ تجھ کو ہی بلاتے ہیں"۔ یہ وہاں گئے تاکہ دیکھیں کہ وہ بولتا کیا ہے، کہنے لگا "دیکھ اللہ تعالےٰ نے جب روحوں کو پیدا کیا تو سب کو جمع کرکے حکم دیا کہ بھنگ بوزہ مت چھوڑنا۔ ہم تو قریب تھے سُن لئے۔ مولوی لوگ دُور تھے

ان کے سینے میں نہیں آیا بجائے بھنگ بوزہ کے وہ سنے نماز روزہ مت چھوڑنا۔ یہ مرشدوں کا نکتہ ہے جا یا در کھو۔ جب اس طرح اسلام و شریعت کو سمجھنے لگے تو پھر اسلام کا وہ حال ہوگا جیسے ایک جلد ساز نے قرآن کا حال کیا تھا۔

حکایت ایک صاحب قرآن کو جلد بنانے لائے اور کہا کہ اس کی جلد بناؤ لیکن اس میں کچھ نہ بنانا۔ اس نے کہا "ایسا نہیں ہوگا" جب جلد تیار ہوگئی تو اس شخص نے پوچھا "اس میں کچھ بنائے تو نہیں" اس نے جواب دیا "نہیں نہیں، دو تین جگہ صاف غلطی تھی وہ تو بنا دیا ہوں" انھوں نے کہا "وہ کیا" کہا ایک جگہ عَصٰی آدَمُ (نا فرمانی کی آدمؑ) ہے یہ غلطی تھی حالانکہ عصا تو موسیٰؑ کا تھا اس لئے میں نے عصیٰ موسیٰؑ بنا دیا۔ ایک جگہ خَرَّ مُوسٰی (گرے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر) تھا وہاں خر عیسیٰؑ بنا دیا۔ اس لئے کہ خر عیسیٰؑ کے پاس تھا نہ کہ موسیٰؑ کے پاس۔ ایک جگہ نَادٰا نُوحٌ (پکارا ہم نے نوح علیہ السلام کو) تھا نوحؑ تو دانا تھے وہاں دانا نوحؑ بنا دیا۔ اور ایک غلطی جگہ جگہ تھی، قارون، فرعون، ہامان، ابلیس، بھلا قرآن میں ان ناپکاروں کا کیا ذکر۔ اس لئے انکے نام چھیل کر وہاں میرا اور تمہارا نام بنا دیا ہوں۔ اس نے کہا "خدا تیرا ناس کرے تو نے میرا قرآن کھو دیا۔"

ایسوں کے ہاتھ میں قرآن و حدیث آجائے تو کیا ہوگا۔ اور نئی فیشن کے لوگ یورپ کے فریفتہ ہیں اوہ جو بولے اسی کی تصدیق، قرآن اور حدیث سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔ ایک جرمنی ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں نماز بہت اچھی ورزش ہے اسکے بعد پھر کسی ورزش کی ضرورت نہیں۔ نوجوان مسلمان اسی سے خوش ہیں۔ نماز کو اس نے بس اتنا ہی سمجھا۔ اسکے آگے اس کا ذہن گیا ہی نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے پاس پانچسو روپیہ کا دوشالہ ہے وہ اسکا یہ فائدہ بیان کرے کہ اگر سفر میں لکڑی نہ ملے تو اس پر چائے پکا سکتے ہیں۔ گو چائے تو پک سکتی ہے مگر کیا دوشالہ کی یہی قدر تھی۔ ایسا ہی نماز سے، گو ورزش کا بھی فائدہ ہو جائے مگر کیا نماز کی یہی قدر ہونی چاہیئے۔ اگر نماز کا فائدہ پوچھنا ہو تو خدا سے پوچھو۔ سورہ اقراء میں جو کچھ ارشاد باری

ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ نماز بندے کو اللہ کا مقرب بناتی ہے یہ ہے نماز کا اصلی فائدہ کہ اس سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ایسا ہی اتفاق کو یورپ کہتا ہے، لِلدُّنیا (دنیا کے لئے) ہم کہتے ہیں، لِلدِّین (دین کے لئے) کچھ ہو مگر اتفاق کے فوائد پر ہم سب متفق ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ اتفاق کیسے پیدا ہو سب فکر میں ہیں مگر وہ اسباب ایسے ہی ہیں جیسے اس حکیم کے بچہ کے۔

حکایت ایک حکیم صاحب تھے ان کے ایک صاحبزادہ بھی تھے جو طب پڑھ رہے تھے۔ باپ کے ساتھ رہتے تھے ایک دفعہ ایک مریض کی نبض دیکھ کر حکیم صاحب نے کہا کہ تم نے آج نارنگی کھائی ہے اس واسطے تمہاری حالت بگڑ رہی ہے۔ مریض نے اقرار کر لیا۔ صاجزادہ نے تنہائی میں پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ حکیم صاحب نے کہا نبض سے تو اتنا معلوم ہوا کہ کوئی بادی چیز کھایا ہے اور جب اسکے پلنگ کے نیچے دیکھا تو نارنگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے اس لئے کہدیا۔ جب باپ کے بعد صاحبزادہ علاج کرنے لگے۔ ایک مریض کی جو شامت آئی ان کو بلوایا۔ انھوں نے دیکھا کہ اسکے پلنگ کے نیچے نمدہ پڑا ہوا ہے تو مریض سے یہ کہا کہ تمہاری حالت اسلئے بگڑ رہی ہے کہ تم نے نمدہ کھایا ہے۔ سب ہنس دیے۔ بس ایسا ہی اسوقت اتفاق کے اسباب نکالے جا رہے ہیں۔

سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ہی سے پوچھو کہ آپس میں محبت و اتفاق کیسے پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (جو لوگ ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں محبت پیدا کرا دیتے ہیں)۔

ایمان اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے آپس میں محبت پیدا کر دیں گے ایمان اور عمل صالح کی یہ خاصیت ہے کہ اتفاق کا نام بھی نہ لو مگر عمل صالح اختیار کر لو۔ اتفاق خود بخود ہو جائے گا۔ پھر مرنے تک نہ جائیگا۔ اس کا نمونہ یہ ہے کہ پیر و مرشد سے محبت خود ہو جاتی ہے، کی نہیں جاتی۔ اس کو کامل الایمان اور کامل العمل سمجھتے ہیں

ان دونوں (ایمان اور عمل صالح) کے سوا اگر اتفاق پیدا ہو تو سمجھو کہ وہ ڈھانچہ ہے، اندر روح نہیں ہے۔ اسلئے ہم خود دیکھتے ہیں کہ بعض وقت دو بڑی طاقتوں میں بڑا اتفاق رہتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ وقت پر نا اتفاقی ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ اتفاق عمل صالح سے ہوتا ہے اور اسکا نمونہ تعلیم شریعت ہے کہ خوش معاملگی ہو، ذرا خوش معاملگی کر کے دیکھو کہ کتنی محبت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً تعلیم شریعت یہ ہے کہ کسی کے مال میں بلا اجازت تصرف مت کرو، کسی کے گھر میں بلا اجازت مت جاؤ، اجازت کا طریقہ کیا اچھا سکھایا کہ کھڑے ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَدْخُلُ (سلامتی ہو تم پر کیا اندر آؤں) کہو۔ دروازہ مت مارو، شائد اسکو تکلیف ہو، اگر جواب نہ دے، معذور ہو گا سمجھ کر واپس ہو جاؤ۔ دل میں برا مت مانو۔ اگر کہے واپس چلے جاؤ تو واپس لوٹ جاؤ۔ سمجھو کہ کچھ عذر ہو گا۔

حدیث شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے تین دفعہ فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَدْخُلُ (سلامتی ہو تم پر کیا میں اندر آؤں) تین مرتبہ بھی جواب نہ آیا تو حضورؐ واپس ہونے لگے۔ سعدؓ دوڑے اور عرض کئے "کیا آپ تشریف لے جاتے ہیں یا رسول اللہ" مکرر میں نے اس خیال سے کہ یہ دعائیہ کلمات جس قدر آپ کے زبان مبارک سے ادا ہوں میرے لئے نعمت ہیں۔ جواب نہ دیا۔ حضورؐ نے کچھ شکایت نہ فرمائی۔ اب اگر ایسا ہوتا تو یہ کہتے کہ تم بڑے مغرور ہو۔ ہم پکارتے ہی رہے اور تم نے جواب نہ دیا۔ اور تعلیم شریعت یہ بھی ہے کہ لَا یَتَنَاجیٰ اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ۔ تین آدمی ہوں تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں تیسرا سمجھے گا کہ مجھ سے چھپانا منظور ہے۔ اس سے اسکا دل دکھے گا۔ یہ ہیں اتفاق کے اسباب۔ اسلام کی تعلیم بولو، یا عمل صالح کہو، یہی ہے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ یَدِهٖ۔ مسلمان وہ ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ ہو، نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے۔ اگر سب ایسے ہی بنے رہیں تو کیوں آپس

میں نااتفاقی ہوگی۔ اتفاق پیدا ہونے کے لئے ایسی ذرا ذرا سی بات بتلادی گئی ہے کہ کسی مذہب نے ایسا نہیں سکھایا۔ اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ اگر کوئی مسلمان سو رہا ہو اور تم کو اٹھنے اور کہیں جانے کی ضرورت ہو تو آہستہ اٹھو، آہستہ سے جوتا پہنو، آہستہ دروازہ کھولو، اگر بات کرو تو آہستہ کرو۔ حضورؐ نے فرمایا بھی، اور خود کر کے بتلا بھی دیا۔ سب خرابی ہماری ہے۔ بُرا نمونہ بن کر پیش ہو رہے ہیں۔ نماز پڑھ لئے تو سمجھتے ہیں کہ بڑے دیندار ہو گئے غیبت کر رہے ہیں۔ کسی کی باتوں باتوں میں عزت لے رہے ہیں، پھر دیندار کے دیندار رہے

از بروں طعنہ زنی بر بایزید ⁂ در درونت ننگ می دارد یزید

باہر کی حالت سے حضرت بایزید بسطامیؒ پر طعنہ کرتا ہے تو، اندر کی حالت دیکھی جائے تو یزید کو بھی تیری حالت پر ننگ آتا ہے۔

غیر قوم والے یہ سمجھتے ہیں کہ دیندار ایسے ہی ہوتے ہیں اور اسلام کی ایسی ہی تعلیم ہوگی۔ حسین اس کو نہیں کہتے کہ صرف ناک اچھی ہوئی تو بس، آنکھ پھوٹی رہی تو مضائقہ نہیں بلکہ حسین وہی ہے کہ جس میں سب باتیں حسن کی جمع ہوں۔ ایسا ہی مسلمان وہی ہے جس میں سب باتیں اسلام کی جمع ہوں۔ پھر دیکھو کہ اب کیسا اتفاق نہیں ہوتا۔ ہاں امر معروف سے ممکن ہے کہ نااتفاقی ہو۔ اسلئے کہ حق بات کڑوی معلوم ہوتی ہے مگر یہ ہم جیسوں کے لئے ہے ورنہ اسلام کے شرائط کے ساتھ اگر امر معروف ہو تو کبھی نااتفاقی نہ ہو۔

حکایت حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے مجمع کثیر تھا۔ ان میں سے ایک شخص پر آپ کی نظر پڑی کہ جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے اسی وقت اس کو امر معروف نہیں فرمایا بلکہ سب کے جانے کا انتظار فرمایا اور اس شخص کو یہ کہہ کر روک لئے کہ آپ سے کچھ کہنا ہے ذرا توقف فرمائیے۔ جب سب لوگ جا چکے اور تنہائی ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حدیث شریف میں دیکھا ہے کہ اگر پائجامہ یا تہہ بند ٹخنوں کے نیچے

ہو تو اُن ٹخنوں کو دوزخ کی آگ کھائے گی۔ جب سے میں نے یہ حدیث دیکھی ہے ایک شبہ سا ہو گیا ہے، میں کھڑا ہوتا ہوں تم دیکھو کہ کہیں میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا تو نہیں ہے۔ وہ شخص رونے لگا، قدموں پر گرا اور کہا کہ آپ کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے نہیں ہے بلکہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ہے۔ میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ سے کبھی ایسا نہ ہوگا۔ یہ ہے امر معروف کا طریقہ، اس سے نااتفاقی نہیں ہو سکتی، اور سنو اسلامی تعلیم یہ ہے کہ سفارش کرو تو کسی پر زور نہ ڈالو۔ نماز پڑھا کرو کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے تکبر ٹوٹتا ہے۔ روزہ سے اخلاق ذمیمہ کی جڑ کٹتی ہے۔ قوت بہیمیہ کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سے خود بخود اتفاق ہوتا ہے۔ غرض اعمال صالحہ کا خاصہ ہے کہ اتفاق پیدا کرے، سنو! اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہو تو اعمال صالحہ کرو، اور اعمال صالحہ کی کنجی خوف الٰہی ہے۔ غلبہ خوف کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھئے استاد یا مرشد یا باپ کے سامنے انسان کوئی بُری حرکت نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ خوف ہی تو ہے جو اس کو روکتا ہے۔ خوف دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک سزا کا خوف ہوتا ہے، دوسرا ناراضی کا۔ یعنی اگر میں یہ کام کروں گا تو مجھ کو یہ سزا ہوگی۔ یا یہ ڈرتا ہے کہ میرا آقا میرا مولی مجھ سے ناراض ہوگا۔ ہم لوگ گناہوں پر اسی لئے دلیر ہیں کہ نہ سزا کا خوف ہے نہ ناراضی کا خیال۔ پھر کیسے اعمال صالحہ ہوں گے۔

غرض جنھوں نے پیغمبروں کی بات سن کر خدا کی فرمانبرداری کی ہے اور اعمال صالحہ بجا لا کر ہدایت پانے والوں میں خود کو شامل کر لیا ہے تو اللہ تعالےٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے اور اس کے آخر وقت میں فرماتا ہے اے ملک الموت میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اس کی روح میرے پاس لا تاکہ میں اس کو راحت دوں، اس کے عمل سے مجھے یہی بس ہے کہ میں نے اس کا امتحان لیا تو جیسا میں چاہتا تھا ویسا اس کو پایا۔ پس ملک الموت مع پانچسو فرشتوں کے جو گورے رنگ اور نورانی صورت کے ہوتے ہیں آکر دور بیٹھ جاتے ہیں ان فرشتوں کے پاس پھولوں کی چھڑیاں اور زعفران کی شاخیں ہوتی ہیں انکے ساتھ جنت کا کفن

اور جنت کی خوشبو بھی رہتی ہے، پھر ملک الموت سرہانے آکر کہتے ہیں "اے پاک روح خدا کی مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف چل" یہ سنتے ہی روح ایسی آسانی سے نکل پڑتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ۔ ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں ان کے ہاتھ سے نور، وہ فرشتے جو دور بیٹھے ہیں لیکر جنتی کفن پہنا کر جنتی خوشبو میں بسا کر آسمان کی طرف لے چڑھتے ہیں۔ آسمان تک فرشتے دو صفوں میں گلدستے لئے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جس مجمع پر فرشتوں کے گزرتے ہیں وہ مجمع مرحبا (مبارکباد ہو) کہتا ہے۔ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس کی خوشبو جو طرف پھیلتی ہے اور مجمع یہ بھی کہتا ہے کہ ماشاء اللہ کیا پاک روح ہے، اس کا وہ نام لے کر پکارتے ہیں کہ جس سے وہ خوش ہوتا ہے، یہاں تک کہ پہلے آسمان کے دروازہ پر پہنچکر دروازہ کھلواتے ہیں، آسمان کا دروازہ کھول کر وہاں کے فرشتے مشایعت کرتے ہوئے دوسرے آسمان تک پہونچاتے ہیں۔ اسی طرح سے ساتوں آسمان تک ہوتا رہتا ہے۔

شیطان جب اس کو دیکھتا ہے تو سر پیٹتا ہے، روتا ہے اور چلاتا ہے اسکا لشکر جمع ہوکر کہتا ہے "ہمارے سردار کیوں اتنا روتے ہو۔ شیطان کہتا ہے دیکھو اس بندہ کی کس قدر عزت کی جارہی ہے۔ تم کہاں مر گئے تھے، کیوں اس کو گمراہ نہ کیا"۔ وہ کہتے ہیں "ہم نے بہت کوشش کی یہ بچتا ہی رہا۔ ہم کیا کریں"۔

ایماندار کے لئے راحت بجز دیدار الٰہی کے کسی چیز میں نہیں تو موت کا دن اس کے لئے سرور، فرحت، امن، عزت اور شرف کا دن ہوتا ہے اس طرح کی عزت ہوتے ہوئے جب یہ ساتوں آسمانوں سے ہوکر خدا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ میرے بندہ کو اعلیٰ علیین میں رکھو اور اس کا تعلق قبر سے رہتا ہے۔ کیوں کہ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، پھر زمین میں ہی لوٹائے جاؤ گے پھر دوبارہ زمین سے ہی ہم تم کو نکالیں گے۔ پھر روح کا تعلق جسم سے ہوتا ہے اس کے بعد منکر نکیر کا سوال ہوتا ہے جواب پورا ادا کرتا ہے تو آسمان سے آواز آتی ہے "میرا بندہ

سبیح کہتا ہے اسکے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ، جنت کے کپڑے پہناؤ اور ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دو کہ اسکا لطف لیتے رہے۔ قبر اس کے حد نظر تک وسیع کردو۔ ایک خوش رو، خوش لباس، خوش پوش آکر کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری ہو یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوتا تھا۔ مردہ کہتا ہے تو کون ہے کہ تیری صورت ہی سے خیر و برکات ظاہر ہو رہے ہیں" وہ کہتا ہے" میں تیرے اعمال صالحہ ہوں" مردہ خوش ہو کر کہتا ہے" الٰہی جلدی قیامت بھیج تاکہ میں اپنے مقام پر پہنچوں۔

غرض ایسوں کو موت کی طرح منکر نکیر کا بھی کچھ خوف نہیں۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب دفن ہو چکے تو اس زمانہ کے ایک بزرگ کو کشف سے معلوم ہوا کہ منکر نکیر آکر پوچھنے لگے۔ "مَنْ رَبُّكَ" (تمہارا رب کون ہے) تو آپ نے منکر نکیر سے فرمایا فرشتو! تم مجھ سے کیا دریافت کرتے ہو، خود تم اسی سے پوچھو کہ میں اس کا غلام اور بندہ ہوں کہ نہیں اگر وہ کہے کہ "یہ ہمارا بندہ ہے تو میری خوش نصیبی کو کچھ نہ پوچھو" فرشتوں نے کہا "یہ عجیب بات ہے" آپ نے فرمایا "اس سے عجیب بات سناتا ہوں جب خدائے تعالیٰ نے روز میثاق روحوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا" کیوں کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو میں نے سب کے ساتھ جواب دیا" میرے خدا بے شک آپ ہمارے رب ہیں اب میں تم دونوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس وقت موجود تھے" منکر و نکیر نے کہا" اس وقت ہم نہیں تھے" آپ نے فرمایا "بھائی تم کو ہمارے معاملات کی خبر ہی نہیں، پھر ہم سے کیا پوچھنے آئے ہو۔ مجھ کو میرے خدا پر چھوڑ دو" فرشتے آپس میں کہنے لگے" بھائی یہ وہی بایزید ہے جو زندگی میں خدا کی محبت میں مست تھا۔ اسی حال میں مرا۔ اسی حال میں قبر میں رکھا گیا اور اسی حال میں قبر سے اٹھایا جائیگا۔

بخلاف اس کے اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا جو لوگ جھٹلاتے ہیں ہماری آیات کو اور ان آیات سے انکار کرتے ہیں۔ یعنی جو ہمارے احکام نہ مانے اور پیغمبروں کی مخالفت ہی کرتا رہے تو جب اس کے مرنے کا

وقت آتا ہے تو آسمان سے فرشتے آتے ہیں جنکے منھ کالے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے یہ بھی دور بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے آکر کہتے ہیں "اے خبیث روح، خدا کے غضب کی طرف چل" پھر روح اس سختی سے نکالتے ہیں جیسے ترکیا ہوا کپڑا کانٹوں کے درخت پر ڈال کر کھینچا جائے اور تار تار ہو جائے اگر جان نکلنے کا واقعہ آپ کو نظر آجائے تو عجیب معلوم ہوگا کہ فرشتے ان کی جان نکالتے وقت انکے منھ اور پیٹھ پر لوہے کے کوڑے جس سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں، مارتے جاتے ہیں اور وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (جلنے کا عذاب چکھو) کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "ابھی کیا ہے آگے چل کر آگ کی سزا جھیلنا ہے ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ یہ وہ ہے کہ جو تم نے اپنے ہاتھوں سے سمیٹا وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ خدائے تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرماتے۔ غرض اس مصیبت سے روح نکالتے ہی ٹاٹ میں لپیٹ کر آسمان کی طرف لے چڑھتے ہیں۔ اس سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسے مردار سے۔ ملائکہ کے جس مجمع پر گزر ہوتا ہے وہ بہت برے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے۔ ساتھ کے فرشتے نام مع ولدیت بتاتے ہیں آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ان کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا۔ حکم ہوتا ہے کہ اس خبیث روح کا آسمانوں میں کام نہیں۔ سجین، اسفل السافلین میں اس کو رکھو اور اس کا تعلق قبر سے رہے بہت زور سے اس کی روح کو زمین پر پھینکتے ہیں۔

پھر منکر نکیر سوال کرتے ہیں، ایک کا بھی جواب نہیں دے سکتا۔ حکم ہوتا ہے "یہ کم بخت جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ کا بچھونا بچھاؤ، دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو کہ گرمی کا عذاب اس کو پہنچتا رہے۔ پھر قبر اس زور سے دباتی ہے کہ اسکی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ ٹوٹ جاتی ہیں، ایک بدصورت، بدلباس، بدبودار شخص اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ کم بخت تیری برائی ہو کہ یہ وہی دن ہے جسکا تجھ سے وعدہ ہو رہا تھا مردہ کہتا ہے "تو کون ہے تیری صورت سے وحشت برستی ہے وہ کہے گا میں تیرے

بداعمال ہوں" مردہ کہے گا " الٰہی قیامت جلد قائم مت کرتا کہ میں اپنے برے مقام میں نہ جاؤں اگر مردہ گنہگار تھا لیکن مسلمان تھا تو ایک زمانہ کے بعد جل بھنکر خدا کی رحمت اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے چھوٹ جاتا ہے۔

جنازہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے

اگر کسی جنازے کے ساتھ جاتے بھی ہیں تو دنیا بھر کے واقعات ایک دوسرے کے کہتے سنتے ہیں گویا دوستوں کے ملاقات کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ دن اسی کے واسطے ہے ہم پر نہیں آئیگا۔ آنکھوں سے مرتا ہوا دیکھ رہے ہیں مگر دل نرم نہیں ہوتا۔ مرنے والا کس حسرت کے ساتھ مرتے وقت وصیت لکھتا ہے مگر اس کی وصیت کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا جو جی چاہے اس کے مال میں غبن کر جاتے ہیں۔ ایسا برتاؤ کرنے کے بعد کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے کو مرنے والا سمجھے ہوئے ہیں۔ اپنے کو مرنے والا سمجھنے والے کی یہ چالیں نہیں ہوتیں۔ غرض اپنے کو مرنے والا سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر یہ یاد رکھیں کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ اپنے پرایوں کو، عزیز و اقارب کو، گھر دار کو چھوڑ چھاڑ کر اکیلے قبر کے کونے میں پڑے رہیں گے۔ اسوقت خدائے تعالیٰ کو کیا منھ دکھاؤ گے۔ مگر پھر بھی یہ خدائے تعالےٰ کی محبت ہی کا تقاضہ ہے کہ وہ ایک دم ہم کو نہیں بلاتے ہیں۔ پہلے پیغمبروں کو اور ان کے نائبوں کو بھیجکر اطلاع دیتے ہیں کہ مرنے کے پہلے کچھ کر کے چلیں، پاک وصاف ہو کر چلیں ورنہ قبر میں پڑے پچھتاتے رہو گے۔ وہاں پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جب اس سے بھی نہ سنبھلے تو آہستہ آہستہ خدا کے قاصد آ آکر جگاتے ہیں وہ قاصد کون ہیں۔ وہ قاصد بیماریاں ہیں جو کہتی ہیں کہ کمبخت انسان! ارے جاگ جا، خدا کو راضی کر کے چل۔ مگر ہم کچھ ایسے سوئے ہوئے ہیں کہ اگر اس سے بھی نہ جاگے تو پھر اور ایک قاصد آتا ہے یعنی سفید بال، وہ تو آتے ہی کہتے ہیں ؎

تمہیں ہے چلنی عدم کی منزل کہ جسکا کھٹکا قدم قدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

اگر اس پر بھی راستے پر نہ آیا تو پولیس (ملک الموت مع اعوان) کو حکم ہوتا ہے کہ مشکیاں باندھ کر لاؤ۔ اس وقت ترسو گے کہ ذرا سی مہلت دو تا کہ کچھ نیک عمل کر کے آئیں۔ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ اب وقت ہو گیا جو کئے ہو وہ بھگتو۔

اگر کسی کے نام وارنٹ آئے تو کھانا پانی اس پر تلخ ہو جاتا ہے۔ دیکھو وارنٹ تو چھٹ چکا ہے۔ وقت بے وقت آنا ہی رہتا ہے۔ مگر ہائے پھر بھی کس غفلت میں گزر رہی ہے۔ میرے دوستو! جاگو ہوش میں آؤ۔ دیکھو موت ہر دم تمہارے گھات میں لگی ہوئی ہے غفلت میں رات دن کھونے والے صاحبو! میرے معروضہ کو سنو! جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو، اور جس کا بچھونا خاک ہو، کیڑے جس کے انیس ہوں، منکر نکیر جس کے جلیس، قبر جس کا مقام، زمین کا پیٹ جس کی جائے آرام، قیامت جس کے وعدہ کی جگہ، اور بہشت یا دوزخ جس کے اترنے کی جگہ ہو، تو کیا اس کو ایسی غفلت میں پڑا رہنا مناسب ہے۔ اس کو تو موت کے سوا کچھ اور فکر نہ ہونا چاہیئے۔ تیاری ہو تو موت کی ہو، اہتمام ہو تو موت کا ہو، انتظام ہو تو موت کا ہو۔

افسوس لوگوں کو نہ مرنا آتا ہے اور نہ مرنے دینا۔ سکرات کے وقت مرنے والے کے سامنے دنیا کی باتیں نہ کہی جائیں اور نہ کوئی ایسی بات کہیں کہ جس سے توجہ الی الحق میں خلل پڑے ایک طرف کوئی کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ "ہم کو کس پر چھوڑے چلے" کوئی بچوں کو سامنے لاتے ہیں جو وقت وہ کلمہ پڑھنے میں صرف کرتا ہے اس کو یہ ناس کر دیتے ہیں۔ اس کی کوشش کرو کہ خاتمہ بالخیر ہو، کسی بچہ کو سامنے مت لاؤ، اگر کوئی مرنے والا بچہ کو دیکھنا ہی چاہے تو جلد دکھا کر علیحدہ کر دو، خود کلمہ پڑھتے رہو، استغفار اردو میں اس طرح کہو کہ " اے اللہ میرے گناہ معاف کر، تا کہ وہ سن کر کہنے لگے، یٰسین شریف پڑھو، جنت کا ذکر کرو، تا کہ امید بندھے، یہ امید کا وقت ہے، اس وقت خوف سے کیا فائدہ۔ مرنے کے بعد تعریف کرو۔

حدیث شریف ایک جنازہ گزرا، لوگ تعریف کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وجبت" دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے مذمت کی آپ نے فرمایا "وجبت" یعنی نار و جنت واجب ہوئی اسلئے کہ انتم شھداء اللہ

فِی الْاَرْضِ۔ تم اللہ کے گواہ ہیں زمین میں، تمہارے منہ سے جو اللہ کے پاس ہے وہ ظاہر کرایا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے رہو کہ مرنے کے بعد لوگ تمہاری تعریف کریں۔ پھر کسی بزرگ کی قبر کے پاس دفن کرو۔ اگر شرح صدر میں کمی ہو تو اس بزرگ کے فیض و تصرف سے شرح صدر کامل ہو جائے لیکن اسی پر بھروسہ مت کرو، تم بھی شرح صدر کر کے چلو۔

حکایت

ایک بزرگ نے کسی کفن چور سے کہا کہ کیا تم ہمارے مرنے کے بعد ہمارا کفن بھی لوگے۔ کفن چور نے کہا "حضرت آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ میں آپ کا بہت عقیدت مند ہوں، آپ کے ساتھ ایسی گستاخی نہ کروں گا" وہ بزرگ فرمائے "بھائی تمہارا کچھ اعتبار نہیں مجھ کو اطمینان نہیں ہوتا۔ چور نے کہا آخر آپ کو کس طرح اطمینان ہو" وہ بزرگ فرمائے "مجھ سے کفن کی قیمت پانچ روپیہ لے لو" چور نے بزرگ کے اطمینان کے لئے کفن کی قیمت لے لی۔ چند روز کے بعد ان بزرگ کا انتقال ہوگیا اور کفن چور اپنی عادت کے موافق ان بزرگ کی قبر میں کفن لینے کیلئے ہاتھ ڈالا۔ وہ بزرگ کفن میں سے ہاتھ نکال کر چور سے فرمائے "کیوں صاحب، کیا آپ کا ہمارا یہی معاہدہ تھا" ہاتھ پکڑتے ہی کفن چور فوراً مر گیا۔ وہ بزرگ اپنے خلیفہ کو خواب میں نظر آئے۔ سب قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ بدعہد آیا تھا۔ دیکھو ہم سے روپیہ بھی لے چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا۔ ہم نے تو ہنسی سے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ مگر وہ ایسا بزدل تھا کہ مر ہی گیا۔ ہم تو محض اس کو مطلع کرنا چاہتے تھے۔ کفن کا کچھ ایسا خیال نہ تھا۔

ایک اور لگادی دوستوں نے کفن کی شاخ ؎ عریاں ہی دفن کرنا تھا زیر زمیں مجھے

پھر خلیفہ کو حکم دیئے کہ تم اس کی تجہیز و تکفین کر دو، اور میرے پاس دفن کرنا۔ مجھے ہاتھ پکڑنے کی لاج ہے۔ میں اس کے واسطے بخشش کی کوشش کروں گا۔

غرض بزرگوں سے تعلق رکھنے کا یہ نفع ہے اور ان کے پاس دفن ہونے سے بخشش اور شرح صدر کی تکمیل کی امید ہے۔

بُرے خاتمہ اور حُسنِ خاتمہ کے اسباب

اللہ تعالےٰ نے دو عالم پیدا کئے ہیں، ایک عالم اجسام یعنے یہ عالم دنیا، اور دوسرا نور سے عالم ارواح یعنی عالم آخرت۔

جیسے عالم اجسام کا خلاصہ جسم انسان ہے، ایسا ہی عالم ارواح کا خلاصہ روح انسان ہے۔ روح فرشتوں کے قسم کی ایک پاک اور نورانی مخلوق ہے۔ فرشتوں کی طرح عالم بالا کی رہنے والی ہے، کسی چیز سے اس روح کو تعلق نہیں۔ اس عالم میں مسافرانہ حالت میں آئی ہے، اس عالم میں روح کے آنے کی وجہ یہ ہے کہ جیسے دنیا میں ہر اقلیم کی ایک خاصیت علیحدہ ہے، مثلاً حبش میں لوگ کالے ہوتے ہیں، اور کابل کے گورے، غرض ہر جگہ کی تاثیر علیحدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح عالم بالا گو عالم قدس ہے، وہاں کا رہنے والا ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا رہتا ہے۔ کبھی نافرمانی نہیں کرے گا۔ سب کچھ ہے مگر محبتِ الٰہی وہاں پیدا نہیں ہوتی۔ یہ عالم دنیا گو عالم کدورت ہے، یہاں خدائے تعالےٰ کی نافرمانی کثرت سے ہے، سب کچھ برائیاں ہیں، مگر محبتِ الٰہی یہیں پیدا ہوتی ہے۔ محبت الٰہی اس دنیا کے بازار میں ملتی ہے۔ اسی محبت الٰہی حاصل کرنے کے لئے روح دُور دراز مقام سے یہاں آئی ہے۔

اس روح کو جو مثل فرشتوں کے ہمیشہ بھلائی کا ارادہ و خواہش کرتی ہے اس عالم اجسام کا خلاصہ جسم انسانی ملا۔ اس جسم انسانی کا خاصہ یہ ہے کہ جب وہ روح سے ملتا ہے تو اس میں نفس پیدا ہو جاتا ہے، جو ہمیشہ شر اور برائی کا ارادہ اور خواہش کرتا ہے، گو نفس بُرا ہے مگر اسی کی وجہ سے روح میں محبتِ الٰہی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ جیسے سونے کا ڈلہ کہ اس سے جو چیز چاہو بنالو۔ ایسا ہی اِس عالم کے اثر اور نفس کی وجہ سے محبت کا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس چیز سے چاہو محبت کر لو۔ ہائے آئے تو تجھے محبتِ

الٰہی حاصل کرنے وہ تو بھول گئے، دنیا کی ہر چیز سے محبت کرنے لگے۔ اور دنیا کی زندگی پر دھوکہ کھا گئے۔ ایک باپ اپنے نادان بچہ کو ایک روپیہ دیا کہ جس پر سیاہی لگی ہوئی تھی۔ لڑکا اس کو لے کر باہر نکلا۔ کسی ٹھگ کو معلوم ہوگیا۔ ٹھگ کے پاس گِتھل کا روپیہ تھا۔ اس میں ظاہری چمک دمک تو تو بہت تھی، اس بچہ کو دھوکہ دے دیا اور اصلی روپیہ لے کر چل دیا۔ بچہ خوش ہے کہ میرے پاس کیسا چمکتا ہوا روپیہ ہے، باپ غصہ ہو رہا ہے کہ کمبخت تجھ کو ٹھگ نے دھوکا دے دیا۔ لڑکا اس کو غلط سمجھ رہا ہے۔ جب بازار میں میوہ والے کی دوکان پر پہونچا، دوکان دار نے وہ روپیہ اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت خبر ہوئی کہ ہائے سچ ٹھگ نے دھوکا دے دیا، ایسا ہی خدائے تعالےٰ نے تم کو اصلی چاندی کے جیسا دل دیا۔ تم اس کو لے کر جو یہاں آئے، دنیا نے جو مثل ٹھگ کے ہے دل خود لے کر گِتھل کے روپیہ کے جیسا نفس تم کو دیدیا ہے تم خوش ہو کہ بڑا چمک دمک کا نفس ملا۔ مگر خدائے تعالےٰ غصہ میں آرہا ہے اور فرمارہا ہے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ دنیا کی زندگی دھوکا دیدی ہے، پھر جب قبر اور قیامت کے بازار میں پہنچو گے اور نفس کو اٹھا کر پھینک دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ دل لاؤ تو اس وقت خود ہی بولو گے کہ ہائے غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا سچ ہے دنیا نے دھوکہ دیا۔ ایک گڑھے پر اعلیٰ درجہ کے قالین کا فرش بچھا ہوا تھا اور نیچے خونخوار گڑھا۔ ایک شخص نے سمجھا کہ اس قالین پر بیٹھ کر لطف اٹھاؤں گا لیکن قالین پر پاؤں رکھتے ہی ابھی مزہ تو کچھ ملا ہی نہیں اور قالین دب گیا اور گڑھے میں گر گیا کہ جس میں طرح طرح کی اذیتیں ہیں۔ ایسا ہی دوزخ کے گڑھے پر دنیا جو قالین کی جیسی پُر لطف ہے بچھی ہوئی ہے، انسان اس پر قدم رکھتا ہے، کچھ مزہ ملا یا نہ ملا کہ دنیا ہٹ جاتی ہے اور یہ دوزخ میں گر جاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے۔ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔

ہائے تعجب تو یہ ہے کہ لوگوں کو دیکھتا ہے کہ دنیا کا قالین ہٹا ہوا ہے اور لوگ گڑھے میں گرتے جاتے ہیں، لیکن پھر خود بھی قالین پر پاؤں رکھتا جاتا ہے۔

غرض دنیا کی ہر ایک چیز سے محبت کرنے لگے۔ مگر نہیں معلوم کہ دنیا کی ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ دادا تک تو نام سب کو یاد ہے، آگے شائد کسی کو یاد ہو تو ہو، دنیا بس خیالات ہیں حقیقت میں کچھ نہیں۔

حکایت

ایک بزرگ تھے، ان کے بہت مرید تھے، اتفاق سے وہ دوسرے شہر کو جانے لگے، نہ حضرت یہاں رہ سکتے تھے اور نہ مرید ساتھ جا سکتے تھے، سب روتے ہوئے حضرت کو رخصت کئے، اور عرض کئے حضرت آپ کا پتہ بتائیے تاکہ ہم میں سے کوئی خادم آنا چاہے تو آپ کے پاس آسکے، آپ نے فرمایا شہر کا پتہ تو تم کو معلوم ہے، شہر میں جھوٹوں کے محلہ میں ٹھیروں گا وہاں آجانا۔ ایک مرید بہت دن کے بعد حضرت کے شہر میں پہونچا وہاں جا کر کہا "یہاں جھوٹوں کا محلہ کہاں ہے" لوگوں نے کہا "دیوانہ ہوگیا ہے ایسے کہیں سب جھوٹے مل کر ایک جگہ رہا کرتے ہیں" جس سے پوچھا سب ہنسی کرتے بڑا شہر تھا پھرتے پھرتے ایک قبرستان میں پہنچا۔ دیکھا کہ حضرت وہاں تشریف رکھتے ہیں، بہت خوش ہوا۔ قدم بوس ہو کر عرض کیا "حضرت ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا۔ حضرت نے فرمایا "صاف پتہ تھا، دقت کیوں پڑی" اس نے کہا "جھوٹوں کا تو کوئی محلہ نہیں ہے"۔ آپ قبرستان کی طرف اشارہ کر کے فرمائے، یہی تو جھوٹوں کا محلہ ہے، زندگی میں ہر ایک کہتا تھا "میرا گھر، میرا مال، میری جائداد میرے بچے، میرے اعضا، سب جھوٹے تھے، ایک بھی ان کا نہیں تھا۔ اگر سب انہیں کے تھے تو پھر آج ان کے پاس کیوں نہیں۔

غرض دنیا کی ہر چیز سے محبت کرتے ہیں اور ایک محبت نہیں کئے سو اللہ سے اوروں کی محبت طرح طرح کی برائیاں کراتی ہے ان برائیوں کا دھواں چڑھتے چڑھتے

روح کو ایسا بنا دیتا ہے جیسے فولاد پر زنگ چڑھ گیا ہو، روح اپنی نورانیت کھو کر خدا سے دور ہو جاتی ہے اور عذاب کے لائق بن جاتی ہے، وہاں سے آئے تھے کیا کام کرنے اور کیا کام کر کے چلے۔

حدیث شریف اسی واسطے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی کی عمر چالیس برس کی ہو جاتی ہے اور اس کی نیکیاں اسکی برائیوں پر غالب نہیں آتے تو شیطان اس بندہ کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں قربان اس منھ پر سے کہ یہ کبھی نجات نہ پائیگا۔ اگر خدا نے اس بندہ پر احسان کیا اور اس کو گمراہی اور گناہوں سے نکالا تو شیطان سر پیٹتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری عمر گناہوں میں گزری، تیرے گناہوں سے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

غرض جب خدائے تعالیٰ کی عنایت ہوئی اور کوئی نیک صحبت ملی یا کسی کی نصیحت کا اثر ہوا۔ ہدایت کا راستہ کھل گیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے لگتا ہے، اس محبت الٰہی سے طرح طرح کی نیکیاں ہونے لگتی ہیں۔ روح کی نورانیت بڑھ جاتی ہے۔ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جنت اور اس کی نعمتوں کے لائق ہو جاتا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ روح جو جس کام کے لئے آئی تھی وہ کام پورا کر کے دنیا سے جاتی ہے اور بد نصیب ہے وہ روح جو دنیا کے بازار میں لوگوں کو دیکھ رہی ہے کہ محبت الٰہی کا سودا کر رہے ہیں اور خود غافل ہے، لہو لعب میں مشغول ہے اور جب بازار ختم ہو جاتا ہے تو ہاتھ ملتے ہوئے، افسوس کرتے ہوئے دنیا سے جاتی ہے۔ ہائے ہم اس دنیا کے طلسم میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کچھ خبر ہی نہیں کہ کونسی روح لئے ہوئے دنیا سے جاتے ہیں، کس سے محبت کرنا تھا اور کس سے محبت کئے ہیں ؎

باش تا بندروئے بکشایند ؎ باش تا باتو در حدیث آیند

ٹھیرو ذرا منھ سے نقاب اُٹھانے دو۔ ٹھیرو تا کہ تم سے گفتگو کریں۔

تا کیاں را نشاندہ بر در ؎ تا کیاں را گرفتہ در بر

تو اسوقت معلوم ہوگا کہ کس کو تم دروازہ پر بٹھائے ہیں اور کس کو تم بغل میں لئے ہوئے ہو۔

ٹھہرو، ٹھہرو ایک وقت وہ آتا ہے کہ صحیح و تندرست تھے، کوئی کہتے ہوئے آتا ہے کہ فلاں صاحب بیمار ہو گئے، کوئی دوا آپ کو معلوم ہے یا کوئی لائق حکیم کا پتہ معلوم ہے تو بتائیے۔ لائق لائق ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج ہوتا رہا۔ مگر بیماری بڑھتی ہی جاری ہے۔ پھر خبر آئی کہ ان کی حالت نازک ہے، وصیت بھی کر دیجیے، مال سب ایک جگہ کر کے تھیلیں، توڑے بھی ڈال دیئے گئے۔ پھر خبر آتی ہے اب تو زبان بھی بند ہو گئی، پہچانت بھی نہ رہی۔ ایک ایک کو سامنے لے جاتے ہیں، یہ تمہارا بچہ ہے، یہ تمہاری بیوی ہے، کچھ تو بولو، کہاں کی بیوی اور کہاں کا بچہ، سب سے تعلق ٹوٹنے کا وقت آیا ہے۔ پھر خبر آتی ہے کہ فلاں صاحب گئے، وہ تو گئے مگر اپنے ساتھ کیا لے گئے، کچھ نہیں سب یہیں رہ گیا۔ زنگ کھائی ہوئی روح لے گئے، یا نورانی، خدا کی مقرب روح۔ اگر زنگ کھائی ہوئی روح لے گئے ہیں تو اس کے ساتھ خدا سے دوری بھی ہے اور خدا سے وحشت بھی، اور اگر نورانی روح لے گئے ہیں تو ذکر الٰہی کی انسیت بھی ہے اور خدا کی محبت اور نزدیکی بھی ہے اور بار بار محبت اور پیار کا خطاب بھی ہے۔

دوستو! کس طرح کی روح لے چلتے ہو، لے چلو۔ او گنہگارو! ہمیشہ گناہوں میں ڈوبے ہوئے لوگو، خوب روؤ، خوب روؤ، اور او نیکیاں کرنے والو، جن کی رات دن نیکی میں گزرتی ہے، بہت گھبراؤ، بہت گھبراؤ۔ ہمیشہ پریشان رہو، دنیا سے ایمان سلامت لے گئے تک اطمینان نہیں، کیا جانیں خاتمہ کیسا ہوتا ہے، جیتے تک ڈرتے رہو۔

صاحبو! کچھ خبر ہے، تمہاری کیا حالت ہے، غصہ بھرا ہوا شیر تم کو دبو چا ہے اور تم اس کے پنجے میں ہو، یعنی ہلاکت یقینی ہے، بچ گئے تو قسمت، خدا کے جاہ و جلال اور اس کی وہ عظمت و قوت اور وہ لاابالی دربار کہ اگر سارے عالم کو دوزخ میں بھیجدے تو اس سے اس کی سلطنت میں بال برابر کمی نہ ہو، کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں، اسی واسطے خدا کے فرشتے اور اس کے مقبول پیغمبران اور تمام اولیاء اللہ کانپ رہے ہیں لرز رہے ہیں، ایک ہم ہیں کہ غفلت میں ہیں اور غفلت میں گزر رہی ہے

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت جبرئیل ؑ سے پوچھا

Acc: 11575

کہ کیا سبب ہے کہ میں نے کبھی حضرت میکائیلؑ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے انہوں نے ہنسنا چھوڑ دیا ہے

حدیث شریف داؤد علیہ السلام یوں تو ہمیشہ روتے، کبھی مجلس کرتے اور اپنے فرزند حضرت سلیمانؑ کو کہتے بیٹا! ساری مخلوق کو خبر کر دو کہ آج داؤدؑ خدا کے خوف سے روتا ہے، آو، یہ سنتے ہی ہزار ہا مخلوق جمع ہو جاتی تھی، جنت و دوزخ کا ذکر کرتے اور اس درد سے روتے کہ ہزار ہا تڑپ تڑپ کر مر جاتے، لوگ ڈولے لا لا کر مُردوں کو لیجاتے۔ ایک وقت چالیس ہزار مخلوق تھی، تیس ہزار مر گئے تو حضرت سلیمانؑ نے کہا "بابا! بس کرو بہت لوگ مر گئے"۔

حکایت حضرت سفیانؒ موت کے وقت بہت بیقرار تھے اور روتے تھے، لوگوں نے کہا حضرت کیوں روتے ہو جی، خود آپ پاک ہیں، اگر گناہ ہیں بھی تو آپ کے گناہوں سے خدا کی مغفرت بڑھی ہوئی ہے" آپ نے فرمایا "صحیح ہے، گناہ کے پہاڑ بھی رہیں تو پروا نہیں بشرطیکہ ایمان سالم رہے، خدا جانے خاتمہ کیسا ہوتا ہے اسی کا رونا ہے۔

حکایت ایک بزرگ کہ جب ان کے مرنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے لوگوں کو وصیت کی اور کہا کہ اگر یہ علامت پائی گئی تو سمجھو کہ ایمان پر خاتمہ ہو ہے، یہ روپیہ رکھو، اور اس کے بادام مصری منگا کر بچوں میں تقسیم کرو کہ فلاں کے آج خوشی کا دن ہے کہ دنیا سے ایمان سلامت لے گیا۔ اگر وہ علامت نہ پائی جائے تو لوگوں سے کہو کہ میری نماز جنازہ مت پڑھو، میری حالت پر دھوکہ نہ کھاؤ۔ مرنے کے بعد بھی میں ریاکاری نہیں کرنا چاہتا۔

حدیث شریف ایک پیغمبر کئی برسوں تک عرض کرتے رہے کہ "الہٰی بھوکا ہوں، الہٰی ننگا ہوں" حکم آیا "کفر سے تمہارا دل بچا ہوا ہے، کیا اس سے خوش نہیں ہو اور دنیا مانگتے ہو"۔

صاحبو! کیا بات ہے کہ ہمارے گناہ بڑھے ہوئے ہیں، ان کو ایسی بے چینی تھی ہم کو کیوں نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہوشیار تھے ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، وہ خدا کی تابعداری کر کے ڈرتے اور روتے رہتے تھے۔ اور ہم نافرمانی کر کے بیفکر ہیں۔

حکایت ایک شخص کا چھوٹا سا بچہ باپ کے ساتھ سویا کرتا تھا۔ ایک رات بچہ کو نیند نہ آئی۔ باپ نے کہا "بیٹا کیا تو بیمار ہے" جواب دیا "ابا اچھا ہوں، مگر یہ بات ہے کہ کل جمعرات کا دن ہے، آٹھ دن جو کچھ پڑھا اور لکھا ہے وہ سب استاد کو سنانا ہے، ڈر رہا ہوں کہ کہیں بھول گیا تو خوب پٹوں گا" استاد خفا ہوں گے اسواسطے نیند نہیں آرہی ہے" باپ نے ایک چیخ ماری، سر پر مٹی ڈال لی، بہت روئے، یہ بچہ کو جمعرات کا جیسا ڈر تھا، ہائے ہم کو قیامت کا اس سے آدھا بھی ڈر نہیں، نہ پٹنے کا ڈر ہے، نہ خدا کے خفا ہونے کا خوف۔

حکایت حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جنت میں گیا ہوں، وہاں تین سو نبی بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے دریافت کیا کہ تم دنیا میں کس چیز سے زیادہ ڈرتے تھے۔ سب کے سب متفق ہو کر کہے بُرے خاتمہ سے۔

صاحبو! معلوم ہے بُرا خاتمہ کیوں ہوتا ہے، اس کے کیا اسباب ہیں، سنو! اس کے یہ اسباب ہیں:-

پہلا سبب شواغل دنیا اور شہوات بدن کہ یہ دل کو ملکوت کی سیر سے روکتی رہتی ہیں، نیند میں یہ مشغولی کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے خواب میں احوال آئندہ کا کشف ہوتا ہے، ایسا ہی سکرات کے وقت بھی جب مشغولی کم ہوتی ہے، ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے، جو جو بُرے اعتقاد کئے تھے اور اس کو اچھا سمجھ رہے تھے یا بدعت کے کام کر کے اس کو ثواب سمجھ رہے تھے، سکرات کے وقت اصلی صورت میں نظر آتے ہیں، اپنے عمر بھر کے ان اعتقادات اور اعمال پر پچھتاتا ہے، اپنے کل اعتقادات میں ڈانواڈول ہو جاتا ہے، ایسے وقت موت آجاتی ہے تو خاتمہ خراب ہوتا ہے، اسی لئے اپنے اعتقاد خدا اور رسول کے حکم کے موافق رکھو۔ بدعتوں سے بچتے رہو۔

حکایت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مکہ کے ایک بڑے عالم نے ان سے فرمایا تھا کہ مکہ میں ایک مولوی صاحب کا انتقال ہوا ان کو دفن کر دیا گیا، کچھ دنوں کے بعد دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو اس کو مولوی صاحب کی

قبر میں دفن کرنا چاہیے، کیونکہ مکہ میں دستور ہے کہ ایک قبر میں کئی کئی شخصوں کو دفن کرتے ہیں، جب وہ مولوی صاحب کی قبر کھودی گئی تو مولوی صاحب کی لاش ندارد ہے اس جگہ ایک حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے، صورت سے وہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی، سب کو حیرت ہوئی کہ کیا معاملہ ہے، اتفاق سے ایک شخص یورپ سے آئے ہوئے تھے انھوں نے اس لڑکی کی صورت دیکھ کر پہچان لئے کہ یہ لڑکی فرانس کی رہنے والی ہے، ایک عیسائی کی بیٹی ہے، مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور مسلمان ہوگئی تھی، دینیات کے رسالے پڑھتی تھی بیمار ہو کر مرگئی۔ میں ملازمت چھوڑ کر یہاں آگیا۔ اس لڑکی کے منتقل ہونے کی وجہ معلوم ہوئی کہ مسلمان اور نیک تھی، فکر ہوئی کہ مولوی صاحب کی لاش کہاں گئی، شائد اس لڑکی کی قبر میں ان کی لاش گئی ہو، لوگوں نے مجبور کر کے اس شخص کو فرانس بھیجا اور مولوی صاحب کے دیکھے ہوئے شخص کو ساتھ کر دیئے، وہ فرانس پہنچکر لڑکی کے والدین کو راضی کر کے اس کی قبر کھودے تو وہاں لڑکی کی لاش نہ تھی بلکہ مولوی صاحب کی لاش موجود تھی جو کہ مکہ معظمہ میں دفن کئے گئے تھے، اس سیاح نے مکہ معظمہ میں اطلاع دی کہ فرانس میں مولوی صاحب کی لاش موجود ہے، اب مکہ معظمہ والوں کو فکر ہوئی کہ مولوی صاحب مردود کیوں ہوئے۔ انسان کی اصلی حالت گھر والوں کو معلوم ہوتی ہے اس لئے ان کی بیوی سے پوچھے کہ آپ کے شوہر میں خلافِ اسلام کیا بات تھی تو ان کی بیوی نے کہا "وہ بہت نیک تھے"۔ لوگوں نے کہا "سوچ کر کہو، کیا بات تھی" تب بیوی نے کہا "جب وہ جماع سے فارغ ہوتے تو کہتے کہ غسل کرنے کی عجیب مصیبت ہے، اس معاملہ میں نصاریٰ کا مذہب اچھا ہے، ان کے پاس جنابت کا غسل نہیں۔ میں ان کی اس بات پر ہمیشہ کھٹکتی رہتی تھی۔

صاحبو! خدا جانے اور کیا بات تھی کہ مکہ معظمہ سے نکال کر اسی جگہ وہ بھیجدیئے گئے کہ جس قوم کو وہ پسند کرتے تھے۔

دوسرا سبب ایک شخص کو کسی سے محبت ہے، اس دوست نے اس سے ہزار روپیہ قرض لیا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی نیت وہ مال

واپس کرنے کی نہیں ہے، اس شخص سے محبت بھی تھی، مگر مال کی محبت سے کم، اس لئے وہ کم محبت اڑ جاتی ہے، اس لئے مال کے واسطے اس شخص سے بغض رکھتا ہے، دعویٰ کرتا ہے، قید کرا دیتا ہے، ایسا ہی خدا سے بھی محبت ہے اور دنیا سے بھی محبت ہے، مگر دنیا کی محبت بہت ہے اور خدا کی محبت کم، اسی واسطے خدا منع کرتا ہی رہتا ہے لیکن دنیا ملنے کے وقت کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ دنیا کوئی لینا چاہے تو کس قدر غصہ آتا ہے ایسا ہی سکرات کے وقت جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری پیاری دنیا کو چھیننے والا خدا ہے، خدا سے کم محبت تھی وہ اڑ جاتی ہے۔ خدا کی طرف دل میں بغض ہوتا ہے۔ اس حالت سے دنیا سے جاتا ہے۔ یہ برا خاتمہ ہے۔ پھر خدا کے سامنے ایسا جاتا ہے، جیسا بھاگا ہوا غلام میاں کے سامنے زبردستی لایا جاتا ہے، اگر دنیا کی محبت بھی تھی مگر کم اور اللہ کی محبت غالب تو جیسا بیٹا اگر دس پانچ روپئے کھو دے تو بیٹے سے بغض نہیں ہوتا اس لئے کہ بیٹے کی محبت غالب ہے، ایسا ہی سکرات کے وقت جب معلوم ہوگا کہ دنیا چھینی جاری ہے اور چھیننے والا خدا ہے اور خدا کی محبت غالب ہے تو کچھ پروا نہیں ہوگی، خدا کی محبت پر خاتمہ ہوگا۔ یہی حسن خاتمہ ہے، اور خدا کے سامنے ایسا جائے گا جیسے مالک کے حکم کی تعمیل کیا ہوا غلام میاں کے سامنے خوش خوش جاتا ہے

تیسرا سبب قاعدہ ہے کہ انسان ہوشیاری میں جو کام کرتا ہے خواب میں وہی نظر آتا ہے، ایسا ہی جیسا زندگی کرتا ہے، اسی حال میں مرتا ہے، اگر کوئی معاصی کثرت سے کرتا ہے، نفسانی خواہشات میں پڑا ہوا ہے تو مرتے وقت قلب انہیں شہوات و معاصی میں مبتلا رہتا ہے اور مزے لیتا رہتا ہے، اس حالت میں موت آتی ہے تو خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ اس لئے صاحبو! جلد توبہ کرو تاکہ معاصی کی شق نہ رہے اور سکرات کے وقت وہی یاد نہ آئیں۔

چوتھا سبب اہل اللہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

پانچواں سبب ولی ہونے اور بزرگی کا دعویٰ کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے

چھٹا سبب کافروں کے رسوم و وضع کو پسند کرنے سے، اور کافروں کی تائید اور تعریف کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

ساتواں سبب مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

آٹھواں سبب خاتمہ کا خوف نہ ہونے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

نواں سبب ایمان کا شکر ادا نہ کرنے سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

صاحبو! اگر خاتمہ خراب نہ ہونا چاہتے ہو تو ان باتوں سے بچو اور خاتمہ اچھا ہونا کے لیئے یہ کام کرو۔

حُسنِ خاتمہ کے اسباب (۱) تنہائی میں یا راتوں کو نمازیں پڑھو اور روؤ اور دُعا کرو کہ خاتمہ اچھا ہو۔

(۲) نیک لوگوں سے محبت رکھو۔

(۳) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور استغفر اللہ کثرت سے پڑھو۔

(۴) عصر سے پہلے چار رکعت سنت عصر پڑھو۔

(۵) معاصی سے اعضا کو پاک رکھو۔

(۶) گو ہاتھ پیر سے معاصی نہ کریں، مگر دل سے سوچتے رہیں، اس سے بھی بچتے رہو۔

(۷) گنہگاروں کی صحبت میں مت رہو تو خاتمہ اچھا ہوگا۔

(۸) اگر خاتمہ اچھا چاہتے ہو تو آج کل پر ٹالتے مت رہو، موت کی تیاری میں لگے رہو۔

(۹) کثرت سے خدا کو یاد کرو، تاکہ موت کے وقت ذکر ہی یاد آئے۔

(۱۰) دنیا کرو، مگر دنیا میں منہمک مت ہو جاؤ۔

(۱۱) خدا کے دوستوں کے پاس کبھی کبھی یا ہفتہ میں ایک بار ہی سہی ضرور جایا کرو،

حکایت حضرت فخرالدین رازیؒ بہت بڑے عالم تھے، آٹھ جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہیں۔ نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے قلب کے اصلاح کی خواہش ظاہر کیئے تو حضرت نے ان پر توجہ ڈالنا شروع کیا جس سے امام فخرالدین رازیؒ کو ایسا معلوم ہوا کہ ان کے قلب سے حضرت

نجم الدین کبریٰ رحؒ علم کو نکال رہے ہیں تو انھوں نے دریافت کیا کہ "حضرت یہ کیا ہو رہا ہے" تو حضرت نجم الدین کبریٰ رحؒ فرمائے کہ میں تمہارے دل سے علم نکال کر علم لدنی بھرتا ہوں" تو امام فخرالدین رازی رحؒ عرض کئے کہ میں نے بڑی محنت سے علم حاصل کیا ہے، وہ تو یقینی چلا جا رہا ہے کیا معلوم علم لدنی آتا ہے یا نہیں، میرے پاس میرے علم ہی کو رہنے دیجئے" تو حضرت فرمائے "مرضی تمہاری" پھر اس کے بعد امام فخرالدین رازی رحؒ واپس ہو گئے مگر ان کو خیال ہوا کہ آخر وقت شیطان آتا ہے اور توحید میں خلل ڈالتا ہے اس لئے تین سو دلائل توحید پر لکھ کر رکھ لئے اور خیال کئے کہ میں ان دلائل سے شیطان کو عاجز کر دوں گا۔ پھر جب سکرات کا وقت آیا اور شیطان حاضر ہو کر آپ کو توحید سے ہٹانا چاہا تو امام فخرالدین رازی رحؒ توحید کے دلائل بیان کرنا شروع کئے۔ شیطان کہا "آپ اپنے کل دلائل بیان کر دیجئے" حضرت کل دلائل بیان کر دیئے شیطان نے پوچھا "سب دلائل ختم ہو گئے یا ابھی کچھ باقی ہیں" تو حضرت فخرالدین رازی رحؒ فرمائے "سب دلائل ہو چکے" شیطان ایک دلیل ایسی پیش کیا کہ آپ کے تمام دلائل بے کار ہو گئے۔ ایمان ڈانوا ڈول ہونے لگا۔ کشف سے اس کی اطلاع حضرت نجم الدین کبریٰ رحؒ کو ہوئی کہ ایک بہت بڑا عالم دنیا سے بے ایمان جا رہا ہے، اسوقت آپ وضو فرما رہے تھے۔ اپنے ہاتھ میں جو لوٹا تھا اس کو دیوار پر مارے اور فرمائے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (کہہ اللہ بغیر دلیل کے ایک ہے) ادھر فخرالدین رازی رحؒ کے منھ سے بھی نکلا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اور خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔

صاحبو! آپ نے دیکھا کہ بزرگوں کی ایک لحظہ کی صحبت کیسا وقت آخر کام آئی۔ اس لئے بزرگوں کی صحبت کو غنیمت جانو، ان سے تعلق پیدا کرو تاکہ خاتمہ بالخیر ہو۔

(۱۲) طہارت کی حالت میں سویا کرو۔

(۱۳) ہمیشہ ایمان پر شکر ادا کرتے رہو۔

قیامت کبری

مسلمانو! تمہارا کیا خیال ہے، کیا تم کو یوں ہی بیکار پیدا کیا گیا ہے کہ جس کا جی چاہے خوب حرام کھا کھا کر موٹا ہو، اور کوئی حلال روزی کے لئے خون پسینہ ایک کرے حلال ملتا کم ہے اس لئے اس کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔ کوئی کسی کا حق دبا کر رکھا گیا اور اسکی چل گئی، کوئی ظالم کسی پر ظلم کر رہا ہے اور مظلوم کا کوئی پرسان حال نہیں، کوئی ستا رہا ہے، کوئی ستایا جا رہا ہے، کوئی غافل غفلت میں گزار رہا ہے۔ نماز تک اس سے ادا نہیں ہوتی۔ کوئی اللہ والا رات دن اس کو اللہ ہی اللہ ہے۔ بلکہ اس کو دیکھنے سے اوروں کو اللہ یاد آتا ہے۔ کوئی دل جلا خدا کے عشق و محبت میں رات دن بے چین رہا کرتا ہے، اور کوئی خدا سے منھ موڑ کر اس سے علاقہ توڑ کر زمین کا بندہ بن گیا ہے تو کوئی روپیہ کا، کسی کے دل میں خدا ہی بسا ہوا ہے اور وہ یہ سمجھا ہوا ہے کہ نفع دینے والا بھی وہی ہے اور ضرر دینے والا بھی وہی، کوئی برائے نام خدا کو سمجھ رکھا ہے اور جن کو، بھوت کو نفع و ضرر دینے والے سمجھ کر انکے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ غرض کوئی کچھ ہے اور کوئی کچھ، مرنا تو سب کو ہے لیکن یہ سمجھا ہوا ہے کہ مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا جو ہونا تھا یہیں ہو گیا۔ وَاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ پھر نہ خدا کے سامنے جانا ہے اور نہ بھلے برے کا بدلہ دیکھنا ہے۔ اگر تم نے یہ سمجھا ہے تو بہت غلط سمجھا ہے، ٹھیرو، ٹھیرو، ایک عدالت کھلنے والی ہے جس عدالت کے گواہ تمہارے ہی ہاتھ پاؤں ہوں گے اور اس زمین کا ٹکڑا جس پر تم نے جرم کیا ہے گواہ ہو گا۔ دیکھیں تم ان گواہوں پر کیا جرح کرتے ہو۔ اس عدالت کا حاکم وہ زبردست، قدرت والا شہنشاہ ہے جو چاہے وہ کرے کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں۔ دیکھیں اس حاکم کو کیا رشوت دیتے ہو۔ یہاں تو یہ زعم ہے کہ وکیل و بیرسٹر بلائیں گے، اچھا دیکھیں گے کہ اس عدالت میں جہاں بڑے بڑے اولو العزم پیغمبر نفسی نفسی پکاریں گے کونسا وکیل بلاتے ہو۔

دنیا میں انسان بنے ہوئے انسانوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ٹھہرو قیامت آتی ہے جس جانور کی صفت غالب تھی وہی جانور بنے ہوئے نظر آؤ گے۔ کوئی کتا ہے تو کوئی بندر اور کوئی بلی ہے اور کوئی سور۔ ٹھہرو، یہ رسوائی کا دن آتا ہے۔ یوں تو دیکھنے والوں کو اب بھی جانور ہی نظر آتے ہیں۔ مگر قیامت میں علانیہ سب کو جانور بنے ہوئے نظر آئیں گے۔

حکایت حضرت شاہ عبدالعزیزؒ جامع مسجد میں آئے، اِدھر اُدھر نظر نہ فرمائے ایک شخص نے آپ سے اسکا سبب پوچھا تو اس کے جواب میں آپ نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھدیا۔ اس نے دیکھا کہ تمام جامع مسجد میں دو چار آدمیوں کے سواء سب کے سب گدھے، کتے، بندر، اور سور نظر آ رہے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا جب یہ حالت دِکھتی ہے تو طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ اس لئے کسی کو دیکھتا نہیں۔ عمامہ نیچے کر لیتا ہوں۔

حکایت ایک مجذوب عورت تھیں وہ ننگی پھرتی تھیں۔ کسی نے اُن سے کہا آپ پردہ کیوں نہیں کرتیں یہ سنکر آپ نے فرمایا بیلوں، گدھوں سے بھی کہیں پردہ کیا جاتا ہے، پردہ تو انسان سے کیا جاتا ہے۔

ایک وقت کوئی بزرگ آ گئے تو فرمایا "ارے کوئی کپڑا لاؤ کہ کوئی مرد آ رہا ہے"۔ غرض خدا کے فرمانبردار ہی انسان ہیں باقی سب جانور ہیں۔

گنہ گارو! کرو گناہ، ٹھہرو، ایک دن آتا ہے اور گناہ کی حقیقت کھلتی ہے حرام کھانے والے گوہ کھاتے نظر آئیں گے۔ بے نمازی سور کی صورت میں، بیوپار میں جھوٹ بولنے والوں کے منھ سے پیپ وخون بہے گا اور منھ سے آگ جھڑے گی زانی اوندھے پڑے ہونگے اور ان کی شرمگاہوں سے پیپ لہو بہے گا اور ایسی بدبو آئیگی کہ جس سے اہل محشر تنگ ہونگے۔ نشہ باز کے دانت مثل سینگ کے ہوں گے، ہونٹ سینے پر لٹکے ہوئے زبان پیٹ پر اور پیٹ ران پر پڑے ہوئے ہوں گے۔ غیبت کرنے والے مردار گوشت کھاتے ہوئے، غرض ہر گناہ کی

ایک ایک صورت نظر آئے گی۔ کیا پوچھتے ہو اس رسوائی کو جو سارے عالم کے سامنے ہوگی

بعض بزرگوں نے ہمیں گناہ کو اصلی حالت میں سمجھا دیا ہے۔

حکایت حضرت شیخ فرید رحمتہ اللہ کے ایک مرید کو حضرت کی باندی کے ساتھ تعلق ہوگیا تھا۔ حضرت نے مرید کو کچھ نہیں کہا۔ اپنی باندی کو طلب کر کے اسکو جلاب دئیے جس سے اس کو بہت دست آئے۔ سب ایک طشت میں جمع رکھنے کا حکم دئیے۔ دست آنے کی وجہ سے باندی کی صورت ڈراونی اور بدشکل ہوگئی۔ اسی باندی کے ہاتھ سے آپ نے مرید کے پاس کھانا بھیجا اور خود کہیں کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ مرید کو اس باندی سے نفرت ہوگئی ادھر متوجہ ہی نہ ہوا۔ اس لئے کہ اس کا عشق اسی رنگ وروغن کے ساتھ تھا وہ رنگ اور حسن جانے کے ساتھ ہی عشق بھی جاتا رہا ؎

عشق ہائے کز پئے رنگے بود ؛ عشق نبود عاقبت ننگے بود

جو عشق کہ رنگ وروغن کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے بلکہ وہ انجام کار شرم دلانیوالا ہوتا ہے۔

عشق با مردہ نباشد پائدار ؛ عشق را باحی و با قیوم دار

مردہ کے ساتھ عشق پائدار نہیں ہوتا ہے، اللہ جو زندہ اور سارے عالم کا انتظام کرنے والا ہے۔ اس سے عشق جوڑو۔

حضرت نے حکم دیا کہ وہ نجاست لے آؤ، وہ لائی گئی۔ تب حضرت نے فرمایا، باندی تو وہی ہے صرف اس میں سے نجاست کم ہوگئی ہے، اب باندی سے تمہاری محبت نہیں رہی تو معلوم ہوا کہ تمہارا محبوب باندی نہیں تھی یہ نجاست محبوب تھی۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نجاست کے عاشق ہوگئے تھے۔ سمجھدار آدمی تھے فوراً توبہ کرلئے۔

ایسا ہی ہر گناہ کی حقیقت ہے۔ جو ہر شخص پر قیامت میں کھلے گی۔ غافلو! خدا کو بھولے ہوئے لوگو! ٹھیرو! ایک دن آنا ہے کہ خدائے تعالیٰ خود اپنے سامنے بلاکر پوچھے گا "کیوں بندے تجھ پر میرے کیسے کیسے احسانات ہوتے رہے تو نے دنیا میں

اس کا کیا بدلہ کیا۔ بھولے سے بھی کبھی ہم کو یاد نہ کیا۔ کیا تجھے یہ دن یاد نہیں تھا۔ کیا تو یہ نہیں سمجھا تھا کہ ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور میں اسکو کیا منھ دکھاؤنگا"۔ بندہ عرض کریگا "پروردگار! میں تجھ کو بھولا ہوا تھا"۔ حکم ہوگا اِنَّا نَسِیۡنٰکَ کَمَا نَسِیۡتَنِیۡ۔ تو ہم کو وہاں بھولا تھا آج ہم تجھ کو یہاں بھول جاتے ہیں۔

ظالمو! جتنا جی چاہے ظلم کر لو۔ ٹھیرو، ایک دن آتا ہے کہ اسدن خدائے تعالیٰ برآمد ہے، سارا عالم موجود ہے۔ اس وقت سب کے سامنے ظالم کو مظلوم آکر گھیر لینگے کوئی ہاتھ پکڑ رہا ہے تو کوئی گردن۔ ادھر سے ایک شخص کہہ رہا ہے کہ "تو مجھ پر بیجد ظلم کیا تھا" کوئی کہہ رہا ہے "تو مجھ کو گالی دیا تھا" دوسرا کہتا ہے "تو مجھ سے دل لگی کیا تھا، تو میری غیبت کیا تھا، تو میرے پڑوس کا خوب حق ادا کیا تھا، تو مجھ سے معاملہ کرکے دھوکا دیا تھا، تو مجھ سے بیوپار کرکے عیب چھپایا تھا، تو مجھ پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور اگرچہ کہ تجھے ظلم دفع کرنے کی قدرت تھی مگر تو ظالم کی ہی طرفداری کیا اور میری رعایت نہ کیا"۔ غرض چوطرف سے حقدار پکڑے ہوئے ہیں اور یہ مبہوت و دیوانہ بنا ہوا خدائے تعالیٰ کی طرف دیکھے گا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ یارسول اللہ آپ ان لوگوں کو اس دن کے عذاب کے آنے سے ڈرائیے کہ جس دن عذاب ان پر آن پڑے گا تو ظالم کہیں گے، اے ہمارے رب ہم کو ذرا مہلت دیجئے اور دنیا میں پھر بھیج دیجئے۔ اس مدت میں ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کی تابعداری کریں گے۔ بجائے مہلت دینے کے یہ جواب ملے گا کیا ہم تم کو دنیا میں بڑی مہلت نہیں دیے تھے

حق بفرماید چہ آوردی مرا ٭ اندریں مہلت کہ من دادم ترا

اللہ تعالیٰ فرمائیگا تو ہمارے واسطے کیا لایا ہے، اس دنیا کی مہلت میں کہ جو میں تجھ کو دیا تھا۔

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ ٭ قوت و قوت در چہ فانی کردۂ

اپنی عمر کس کام میں تو ختم کیا۔ تو اپنی کمائی اور قوت کس بات میں خرچ کیا۔

چشم و گوش و ہوش گوہر ہائے عرش ٭ خرج کردی چہ خریدی تو ز فرش

آنکھ اور کان اور ہوش جو عرش کے موتی تھے، تو ان کو خرچ کرکے دنیا سے کیا خریدا (حاصل کیا)

اس کے بعد خدائے تعالیٰ فرمائیگا اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ (آج ہر شخص کو جو کیا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) لَاظُلْمَ الْیَوْمَ (آج کسی پر ظلم نہ ہوگا) آج جیسا کئے ہو ویسا بھگتو، تم جیسا ظلم کئے تھے ویسا آج ہم تم پر ظلم نہیں کرتے۔

انسان کا دل طرح طرح کی بیماریوں سے بیمار ہے۔ دوستو! وہ دن کب آئیگا کہ ہمارا دل تندرست ہو جائیگا۔ قرآن شریف ایک ایک بیماری بتلا کر اُن کا علاج سکھلاتا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ بیمار علاج کروانا ہی نہیں چاہتا، پھر صحت ہو تو کیسے ہو، دل کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ظلم کی بیماری ہے۔ یہہ ایسی بُری بیماری ہے کہ اس میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے، امیر، غریب، حاکم، رعایا سب مبتلا ہیں۔

سنو! ظلم تین قسم کا ہے:۔

ایک وہ ظلم ہے کہ جس خدا نے پیدا کیا ہے اسی کا انکار کیا جائے یا اس کے ساتھ اوروں کو شریک کیا جائے یا جن بھوت کو نفع و ضرر دینے والا سمجھ کر ان کے پیچھے پڑیں۔

دوسرا ظلم وہ ہے کہ مسلمان تو ہے مگر خدا کے حقوق تلف کرتا ہے، گناہوں میں مبتلا ہے، خدا سے غافل ہے اور رات دن غفلت میں گذار رہا ہے نماز تک اس سے ادا نہیں ہوتی۔ طرح طرح کے گناہ کر کے خدا کی نافرمانی میں رہتا ہے۔

تیسرا وہ ظالم کہ مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کے حقوق تلف کرتا ہے۔ حقوق العباد اس کے ذمہ ہیں مثلاً کسی کو گالی دیا ہے، کسی سے دل لگی کر کے اس کا دل دکھایا ہے، کسی کے ساتھ معاملہ کر کے دھوکا دیا ہے۔ غرض خدا کا نافرمان اور مخلوق خدا سے خطا کار ہے۔ سزا تو ابھی دیتا مگر اپنی مصلحت سے اس دن تک کی مہلت دے رکھا ہے۔

او ناشکرے انسان! آج تو کس خواب خرگوش میں پڑا ہوا ہے۔ آئندہ آنیوالی زندگی کا تجھے کچھ بھی خیال نہیں۔ شتر بے مہار بنا ہوا ہے، کسی کی تو سنتا ہی نہیں سزا کا اندیشہ تیرے دل میں نہیں، آسمانی عدالت کا تجھے انکار ہے۔

او احسان فراموش انسان! تو انسان نہیں حیوان سے بھی بدتر ہے ایک بکری اپنے چارا دینے والے کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے اور تو عقل والا ہو کر اس اللہ سے کہ جس کے ان گنت احسانات تجھ پر ہیں دور دور ہے۔ ہر بات میں اس کا خلاف کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اللہ ہی کی دی ہوئی نعمتوں پر ایسا مغرور ہے کہ اپنے آقا اور محسن خدا کی طرف ذرا نہیں جھکتا۔

او ناشکرے انسان! یہ تیری کیسی نادانی ہے دیکھ تو دھوکا کھایا ہوا ہے، اور تیرے نفس اور شیطان نے تجھے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

سُن! اللہ تعالیٰ تیری حالت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اے بندہ! تیرے اس اکڑفوں کا سبب ہمارا کرم ہے۔ اگر ہم فوراً سزا دیدیا کرتے، اِدھر قصور ہوا اُدھر فوراً جوتے لگاتے رہتے تو تیرا یہ سارا غرور خاک میں مل جاتا۔ اے مغرور انسان! تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اور تجھے یہ معلوم کروانے کیلئے کہ تو کس سے غرور کر رہا ہے۔ تجھے ہماری تھوڑی سی نعمتیں یاد دلاتے ہیں۔ اچھا بتا عدم سے اس ہستی میں تجھے کون لایا، ہم اپنے کرم سے لائے، نہ تو تو نے سوال کیا تھا اور نہ ہی دعا کی تھی۔ پھر یوں ہی کیڑے مکوڑے کی طرح نہیں ایک شان سے تجھے ہم دنیا میں لائے ہیں۔ تجھے کچھ خبر ہے کہ تیرے پیدا کرتے وقت ہمارے فرشتوں نے کیا کہا تھا۔ انھوں نے کہا "اے ہمارے پروردگار! آپ انسانوں کو پیدا کئے ہیں، وہ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، نکاح کرتے ہیں، سوار ہوتے ہیں، سوتے ہیں، آرام کرتے ہیں ہمارے حصہ میں اس میں سے ایک بھی نہیں۔ اس لئے اُن کو دنیا دیجئے اور ہم کو آخرت۔ میں نے ان کو جواب دیا "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ" (ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے) فرشتو! میں نے تم کو کُنْ (ہو جا) کہہ کر پیدا کیا ہے اور انسانوں کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ اپنے پاس کی روح پھونک کر عزت دی ہے۔ ایسی مخلوق کے تم برابر نہیں ہو سکتے اگر انھوں نے میری اس نعمت کی قدر کی اور میرا ہی ہو رہے تو میں ان کو دنیا بھی

دوں گا اور آخرت بھی۔

پھر میں نے تجھ کو بے ڈول پیدا نہیں کیا۔ دوسرے جانوروں کو بھی دیکھ اور خود کو بھی دیکھ۔ ایک خاص نقشہ پر تجھ کو ڈھالا ہے۔ تیری صورت تمام حیوانات میں بہترین صورت ہے تجھے غور کرنے کی عادت ہی نہیں، ورنہ تو خود کہتا کہ میرے مالک نے سچ کہا ہے۔ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ حسن و صورت دے کر تمام مخلوق پر ہم نے انسانوں کو عزت دی ہے۔ لیکن تو کبھی بھولے سے بھی ہم کو یاد نہیں کرتا۔ اپنے حسن پر اکڑتا رہتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تناسب پہ اعضاء کے اتنا تنحنؔ ؎ بگاڑا تجھے خوبصورت بنا کے

(داغؔ)

اور حیوانات کو بھی دیکھ کہ کیسے اوندھے چلتے پھرتے ہیں منھ سے کھاتے ہیں، پھر تو اپنے کو بھی دیکھ کہ تیرا کیسا خوبصورت سیدھا قد ہے۔ ہاتھ سے لینا اور کس عجب شان سے انگلیوں سے کھاتا ہے۔ کیوں سچ ہے نا "لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ" کیسی کیسی چیزیں دیکر انسانوں کو عزت دی گئی ہے۔ پھر دیکھ کہ حیوانات اپنی اندرونی کیفیتوں اور لذت و تکالیف کسی کو سمجھانے سے عاجز ہیں اور تو اے انسان! اپنی اندرونی کیفیتوں کو زبان سے اور قلم سے کس آسانی کے ساتھ سمجھاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ ہمارا کہنا سچ ہے۔ جانور تیرے مسخر ہیں، بجلی تیری خدمت کر رہی ہے، جنات پر تو حکومت کرتا ہے دریا اور خشکی کے سفر میں تم کو سواری دی گئی ہے، ذرا کھانے کی چیزوں کو دیکھ تجھے لطیف چیز کھلاتے ہیں اور تیری غذا کا بھوسہ اور فضلہ یعنی گھاس اور کڑبی جانوروں کو کھلاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ کہنا درست ہے۔

او ناشکرے انسان! اتنا احسان ہونے پر بھی تو ہم کو چھوڑ کر ہم سے منھ موڑا ہوا دور دور رہتا ہے، جو کچھ عمل کہ تو کرتا ہے۔ اس سے ہم کو غافل مت سمجھ، دیکھ! تیرے اطراف پہرہ چوکی لگی ہوئی ہے جو تیری ذرا ذرا سی بات لکھتے جاتے ہیں اور ہم کو خبر دیتے ہیں۔ تیرے اعمال کے محافظ مقرر کیے گئے ہیں۔ تمہارے

اعمال لکھنا ان کا کام ہے۔ عصر اور صبح کی نماز کو پہرہ بدلتے ہیں۔ دن کا لکھا ہوا رات کو، اور رات کا لکھا ہوا دن کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں، ایک نیکیاں لکھتا ہے، یہ سیدھے ہاتھ کی طرف ہے یہ حاکم ہے بائیں ہاتھ والے پر۔ دوسرا گناہوں کو لکھتا ہے، یہ بائیں ہاتھ کی طرف ہے۔ جب کوئی بندہ نیکی کرتا ہے تو اس نیکی کو دس گنا کر کے لکھ لیتا ہے اور جب بندہ گناہ کرتا ہے تو بائیں ہاتھ والا فرشتہ لکھنا چاہتا ہے لیکن سیدھے ہاتھ والا فرشتہ روکتا ہے۔ چھ سات گھنٹہ تک روکتا ہے۔ اگر بندہ توبہ کر لیا تو نہیں لکھتا اور اگر توبہ نہ کیا تو ایک ہی گناہ لکھتا ہے۔ بڑھا کر نہیں لکھتا۔ ہر روز فرشتے بندہ کے اعمال لے کر چڑھتے ہیں اور لوح محفوظ سے مقابلہ کرتے ہیں، مقابلہ کے وقت کبھی دیکھتے ہیں کہ نامہ اعمال میں گناہ لکھے ہوتے ہیں اور لوح محفوظ میں نیکیاں تو اپنی اس غلطی کو دیکھ کر سجدہ میں گرجاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں "الٰہی! ہم غلطی نہیں کئے، تیرا بندہ جو کیا تھا وہ لکھے ہیں" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے فرشتو! گھبراؤ نہیں۔ تم نے سچ لکھا ہے۔ تم ادھر اعمال لے کر چلے اور ادھر میرا بندہ اپنے کئے پر نادم ہو کر گڑگڑایا، رویا، اسکے آنسو میرے پاس شفاعت کئے، میں نے اسکا گناہ بخش دیا اور اپنے کرم سے بجائے گناہ کے نیکیاں لکھ دیا۔

سن! فرشتوں کا تیرے اعمال کو لکھنا بھی ہمارے احسانوں میں سے ایک احسان ہے، بندوں کو اللہ تعالیٰ سے بیحد تعلق اور خصوصیت ہے کہ اس قدر کسی سے ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ جیسے بچہ تعلق، قرب اور محبت کی وجہ سے ماں پر ناز کرتا ہے۔ ماں سے بچہ کو شرم کم ہو جاتی ہے۔ اسلئے ماں سے شرم نہیں آتی۔ باپ سے آتی ہے کیونکہ ویسا قرب اور محبت باپ سے نہیں ہے۔ پھر باپ سے جس درجہ کا قرب و محبت ہے نوکر سے نہیں۔ اس لئے باپ سے اتنی شرم نہیں ہوتی جتنی کہ نوکر سے ہوتی ہے۔ یعنی جس سے تعلق اور خصوصیت زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے کسی عیب کو اس پر اطلاع ہونے سے آدمی اس قدر نہیں شرماتا جس قدر کہ غیر کے مطلع ہونے پر شرماتا ہے۔ سن وہ طرلانہ یہ ہے کہ تمہارے اعمال کی کتابت فرشتوں کو دیا

اور اسکی خبر انسانوں کو دیدیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے گناہوں کی خبر ملائیکہ کو ہو جاتی ہے اس پر ہم کو نہایت شرم و غیرت آنا چاہیئے اگر اس کا خیال جم جائے تو گناہ چھوٹ جائیں گے۔ یہ تجھے بدنام کرنے کے لئے نہیں بلکہ تجھ کو گناہوں سے روکنے کے لئے مقرر کیا۔

ارے او غافل انسان! کراماً کاتبین کے علاوہ ہر انسان کی حفاظت کے لئے چالیس فرشتے معین ہیں، تمام بلیات سے حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ چلتے وقت آگے پیچھے ایسا گھیرے رہتے ہیں جیسا کسی امیر کو خدمتگار، جب تو سوجاتا ہے تو کچھ فرشتے تیرے سرہانے اور پائینتی بیٹھ کر حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

اللہ رے مرتبہ انسان! جسکی حفاظت اور خدمت گاری فرشتے کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہوا تو کوئی انسان نہ بچے۔ شیطان اچک لیں گے۔

اس قدر احسانات کے باوجود دنیا میں خدا کا خلاف کرنے والو! تم دنیا میں خوب مزے سے اور آرام و چین سے رہے۔ دن عید تھا اور رات برات تھی، خوشی کے دن جلدی کٹتے ہیں۔ اس لئے دنیا کا زمانہ منٹوں میں گزر گیا۔ ٹھیرو پچاس ہزار برس کا دن آتا ہے دیکھیں اس کو کیسے کاٹتے ہو۔

اے خدا کے فرمانبردارو! دنیا میں تم بڑی بڑی مشقتیں اور مصائب اٹھائے ہو مصیبت کے دن جلدی نہیں کٹتے۔ ایک ایک دن تم کو پہاڑ معلوم ہو رہا تھا اور ایک ایک لحظہ برس، ٹھیرو، ٹھیرو، ٹھیرو، پچاس ہزار برس کا دن آتا ہے جو تمہارے لئے چند منٹ کا ہوگا۔

صاحبو! آپ کو تعجب ہو رہا ہوگا کہ ایک دن کسی کو پچاس ہزار برس کا معلوم ہوگا اور کسی کو چند منٹ کا۔ یہ کیا بات ہے۔ یہ اعتراض وہ کرتے ہیں جو خدا کی قدرت کے قائل نہیں ورنہ یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

حکایت بغداد شریف میں ایک بزرگ خطیب تھے ایک دن قرآن میں انھوں نے پڑھا کہ "فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ" (ایسے دن میں کہ جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی)، ایک دن ایسا آئیگا جو پچاس ہزار

برس کا ہوگا۔ انکو بھی شبہ ہوا۔ اس لئے دعا کئے "الٰہی! یہ راز سمجھا کہ قیامت کا دن بعض کے لئے پچاس ہزار برس کا ہوگا اور بعض کے لئے صرف چند منٹ کا۔ یہ کیا بات ہے"۔

جمعہ کا دن تھا گھر میں بیوی کو گوشت دیکر دریائے دجلہ پر نہانے گئے۔ غوطہ لگا کر انھوں نے جو سر باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ نہ وہ کپڑے ہیں نہ ہی وہ جگہ ہے نہ وہ شہر بغداد ہے بلکہ ایک اور ہی بڑا شہر نظر آرہا ہے۔ حیرت سے اُس طرف چلے اور دیکھا کہ لوگ وضو کر رہے ہیں، یہ خطیب بھی جامع مسجد میں آئے۔ لوگوں نے محتاج سمجھ کر کوئی کرتا دیا اور کسی نے عمامہ، غرض نماز جمعہ سے فارغ ہو کر متردد تھے کہ کہاں جاؤں، انھوں نے سمجھا کہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ یہیں رہوں، چند روز میں ان کے علم کا شہرہ ہوا۔ بڑے بڑے عالم شاگرد ہوئے۔ لوگوں نے ان کی شادی ایک عزت دار گھرانے میں کرادی۔ غرض پچاس برس تک وہ وہاں رہے اور اُن کو اولاد بھی ہوئی۔

ایک روز ندی پر نہانے آئے۔ غوطہ لگایا جب سر باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی کپڑے اسی جگہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہن کر بغداد تشریف لائے اور جب اپنے گھر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بیوی گوشت چولہے پر چڑھائی ہے جو ابھی گلا بھی نہیں بیوی نے کہا "کیا آپ اس قدر جلد نہا کر آگئے؟ گوشت تو ابھی تیار ہوا ہی نہیں" جامع مسجد گئے وقت پر پہنچے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا کہ خدا نے مجھے قیامت کے پچاس ہزار برس کے دن کی مصلحت کو اس طرح سمجھا دیا ہے۔

صاحبو! وہ ایسی ہی قدرت والے ہیں۔ اس لئے ایسی کوشش کرو کہ قیامت کا دن گو نافرمانوں کے لئے پچاس ہزار برس کا معلوم ہو تو تم کو منٹوں کا۔ خدا کو چھوڑ کر جن و شیطان کے پیچھے پڑے ہوئے لوگو! وبا آئی تو کھڈ گاڑ دے کر دیا کی دیوی کو راضی کرنے والو! گھر بناتے وقت بکرا کاٹ کر جن بھوت کو خوش کرنے والو! کھیت اور اناج میں برکت ہونے کے لئے "ڈوارا" کر کے کھیت کے جن،

بھوت کو راضی کرنے والو! ٹھیرو، ٹھیرو یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا (ہم سب کو زندہ کریں گے) ایک دن آتا ہے جس میں ہم، تم سب کو یعنی شیطانوں اور انسانوں کو جمع کر کے پوچھتے ہیں۔ یَامَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ، اے جنا تو اور بھوتو! تم نے آدمیوں سے اطاعت اور تعظیم بہت لی وہ تم کو مشکلکشا، حاضر و ناظر، مالک نفع و ضرر دینے والے سمجھے تھے اسلیئے تم سے ڈرتے تھے اور تمہارا حکم مانتے تھے، تم نے انکو اپنا بندہ بنالیا تھا انسان اس خیال سے کہ ہم بچ جائیں شیطانوں پر وبال پڑے کہیں گے بیشک شیطان ہم سے نفع اٹھاتے اور ہم ان سے اور پھر کہیں گے آپ نے ہماری زندگی کی جو مدت مقرر فرمائی تھی اس مدت کو ہم نے پورا کیا یہ سنکر اللہ تعالےٰ فرمائیگا تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے کہ جس میں تم ہمیشہ رہوگے۔

سنو صاحبو! نفع و ضرر کے بارے میں کچھ سنو، دیوانوں کا ذکر نہیں سمجھدار آدمی جو بھی کام کرتا ہے اس میں اسکے دو غرض ہوتے ہیں۔ یا تو وہ نفع حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا ضرر دُور کرنے کے لئے۔ مثلاً کھانا کھاتا ہے لذت اور تغذی کے لئے۔ یہہ منفعت ہے۔ دوا پیتا ہے دفع مرض کے لئے کہ یہ ضرر کا دفع کرنا ہے۔ نوکری کرتا ہے، تجارت کرتا ہے، روپیہ کے نفع کے لئے، رشوت دیتا ہے فائدہ کے لئے۔ مکان بناتا ہے، سردی گرمی سے بچنے کے لئے اور فائدہ کے لئے۔

خلاصہ یہ کہ انسان جو کچھ کرتا ہے نفع حاصل کرنے کے لئے یا دفع ضرر کے لئے۔ یہ ایک ایسی کھلی بات ہے کہ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ہاں نفع اور ضرر کے سمجھنے میں اختلاف ہے۔ ایک چیز کو ایک شخص نفع سمجھتا ہے تو دوسرا اسی کو ضرر خیال کرتا ہے۔ ایک چاہتا ہے کہ کوئی عہدہ ملے کہ اس میں میری عزت ہوگی دوسرا کوشش کرتا ہے کہ مجھ کو نہ ملے کہ غریبوں پر ظلم ہوگا۔ اسی واسطے بعضوں پر زور ڈالا جاتا ہے کہ حکومت قبول کرو وہ نہیں کرتے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے سلطنت کے لئے ہزاروں جانیں ضائع کر دیں۔ ایک وہ تھے کہ بھاگتے تھے۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ کسی نے اس کو نفع سمجھا اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کی اور دوسروں نے اس کو ضرر خیال کیا اس لئے اسکے دفع کرنیکی کوشش کی

عالم میں جو کچھ اختلافات ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ایک شخص اسکو نفع سمجھتا ہے، اختیار کرتا ہے تو دوسرا اس کو ضرر سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے اس سے بچتا ہے، یہ سوچنے کے لئے کہ حقیقت میں کونسی چیز میں نفع ہے اور کونسی چیز میں ضرر خدائے تعالیٰ نے دو چیزیں عطا فرمائیں، ایک تو عقل ہے، عقل کہتی ہے کہ اصل نفع وہ ہے جو زیادہ باقی رہنے والا ہو، خالص ہو، اس میں ضرر نہ ہو، مثلاً ایک نفع چار سال رہنے والا ہو اور دوسرا آٹھ سال، تو عقلمند آٹھ سال کے نفع کو پسند کریگا کیونکہ وہ زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ دو مکان ہیں، ایک بڑا عالیشان اور خوبصورت اور دوسرا چھوٹا بدصورت، یہ دونوں مکان ایک شخص کے سامنے پیش کئے گئے اور یہ کہا گیا کہ بڑا مکان چار، پانچ روز کے بعد خالی کرالیا جائے گا۔ لیکن چھوٹا مکان کبھی خالی کرایا نہ جائے گا۔ نسلاً بعد نسلٍ تم کو دیا جائے گا تو عقلمند چھوٹے ہی مکان کو پسند کرے گا کیونکہ وہ زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے عالیشان مکان باوجود خوبصورت ہونے کے اس میں ضرر ہے، اور چھوٹا مکان بے ضرر، چھوٹے مکان ہی کو پسند کرے گا۔ ایسا ہی اصل ضرر وہ ہے جو زیادہ باقی رہنے والا ہو، اور ضرر ہی ضرر ہو اور کچھ نفع نہ ہو۔ مثلاً اثنائے سفر میں دو رات کے لئے کسی مکان میں قیام رہا۔ وہاں کوئی ناگوار امر ہو تو اس کی فکر نہیں ہوتی۔ ہاں وطن کے مکان میں کوئی ایسی بات ہو تو دور کرنے کی فکر ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ زیادہ باقی رہنے والی ہے۔ مثلاً اگر تم چار دن کے لئے دھوپ میں سفر کرلو تو تم کو عمر بھر راحت ملے یا چار ماہ راحت سے رہو گے تو عمر بھر جیل خانے میں رہو گے تو ہر عاقل زیادہ باقی رہنے والے ضرر کو قبول نہیں کرے گا۔

یہ رات دن ہو رہا ہے۔ اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں تو اب دنیا کے نفع اور آخرت کے نفع کے بارے میں سوچنا چاہیئے کہ دنیا کا ضرر کیسا ہے اور آخرت کا ضرر کیسا۔ دنیا کا نفع کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو، ضرر سے خالی نہیں۔ مثال کے طور پر کھانے ہی کو لیجئے۔ اول تو حاصل کس مشقت سے ہوتا ہے

کہ اس کے لئے پہلے زمین کو درست کیا جاتا ہے اور درستگی زمین کے لئے بیل و آلاتِ زراعت مہیا کرتے ہوتے ہیں، اس کے بعد بیج بوتے ہیں، پانی دیتے ہیں حفاظت کرتے ہیں، تب کہیں فصل کاٹتے ہیں۔ پھر پیستے ہیں اور پکاتے ہیں۔ اس قدر مشقتوں کے بعد جب نفع کا وقت آتا ہے۔ یعنی کھانے کی لذت حاصل کرنے کا وقت آتا ہے تو اکثر اس وقت بھی کوئی نہ کوئی بات حصول لذت کیلئے سدراہ ہوجاتی ہے، روٹی کا ٹکڑا گلے میں اٹک گیا، کھاتے بیٹھے ہیں کہ کسی عزیز کے مرنے کی خبر آئی، یا کوئی فکر میں ڈالنے والی بات سن لئے کہ سب کھانا پکا پکایا بے لطف ہوگیا۔ بعض وقت کھانا ہضم نہیں ہوتا، قبض ہوجاتا ہے یا دست آنے لگتے ہیں، اس سے بھی بے لطفی ہوتی ہے۔ بڑے آدمیوں سے زیادہ کون عیش میں ہیں لیکن سب سے زیادہ انہی کو پریشانی ہوتی ہے، اولاد کو دیکھئے کہ بڑی بڑی تمناؤں کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ طرح طرح کی تکالیف اٹھا کر ان کی پرورش کرتے ہیں اکثر اوقات خلاف مرضی ہوتے ہیں تو وبال جان ہوجاتے ہیں۔ غرض دنیا کے جس نفع کو دیکھو خالص نظر نہیں آئیگا اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی۔ کیا انسان کی جو جو تمنائیں ہیں وہ حاصل ہوجاتی ہیں؟ نہیں، اس کے برخلاف آخرت کا نفع کہ اس میں کچھ کدورت نہیں، کوئی ایذا نہیں، لَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ جو تمہارا دل چاہے وہ جنت میں ملے گا، دل میں خیال آیا فوراً مہیا ہوگئیں، غرض دنیا کا نفع فانی، سیکڑوں ضرر سے ملا ہوا اور آخرت کا نفع ہمیشہ باقی رہنے والا بے ضرر۔

ایسا ہی دنیا کا ضرر کیسا ہی سخت ہو لیکن ختم ہوجاتا ہے، اگر کسی کو کوئی بیماری ہے تو دنیا ہی میں صحت ہوجاتی ہے ورنہ مر کر تو سب مصیبتوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اسی طرح کوئی افلاس میں ہے، یا کوئی اور رنج وغم میں تو وہ سب ایک نہ ایک دن ختم ہوجاتے ہیں۔ بخلاف آخرت کے ضرر کے کہ وہ دائمی ہے دنیا کے ضرر میں سیکڑوں نفع ہیں، ایک شخص بیمار ہے۔ ظاہرا یہ ضرر ہے

یہ تو بیمار رہا۔ دوسرے اس کے ساتھ کے کچھ ایسی حرکات کیئے کہ جیل خانہ گئے اگر یہ تندرست رہتا تو وہ بھی ان کے ساتھ وہی حرکت کرتا۔ جیل خانہ جاتا۔ تو اس کی بیماری گو ضرر ہے مگر اس میں یہ فائدہ بھی ہے۔ بخلاف آخرت کے ضرر کے کہ تمام ضرر ہی ضرر ہے۔ نفع نام کو نہیں۔ اگر ذرا عقل سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفع ہے تو آخرت کا۔ اور ضرر ہے تو آخرت کا۔ اس لیے آخرت کا کا نفع حاصل کرنے کے قابل ہے تو آخرت کے ضرر سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی نہ آخرت کے ضرر سے بچتا ہے نہ آخرت کے نفع کو حاصل کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو آخرت پر ایمان نہیں۔

واقعی نفع اور ضرر کو سوجھنے کے لئے ایک عقل ہے تو دوسرے وہ عقل کامل رکھنے والے مؤیّد مِنَ اللّٰہِ ہیں کہ جنھوں نے آخرت کے نفع و ضرر کو آنکھوں کے سامنے ایسا پیش کیا جیسے کوئی دیکھ رہا ہو، اور پھر معجزات سے ان کی تائید کی گئی، پھر کوئی نہ مانے اور ان کی بات کا خیال نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ ان کو خدا پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہوتا تو جیسا دنیا میں زیادہ نفع اور زیادہ باقی رہنے والی چیز کو لیتے ہیں، بے ضرر چیز کو قبول کرتے ہیں۔ ایسا ہی آخرت کو جو باقی رہنے والی اور بے ضرر ہے قبول کرتے۔ اگر قبول کرتے ہیں تو اس کے حاصل کرنے کا طریقہ جو اعمال صالحہ ہیں کیوں اختیار نہیں کرتے۔ دیکھ لیجئے اعمال صالحہ ہم کو کس قدر بھاری معلوم ہوتے ہیں، نماز، روزہ میں کس قدر سستی کی جاتی ہے بلکہ مصیبت سمجھتے ہیں یہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ خدا کے احکام گراں معلوم ہوں لیکن خود کی ٹھہرائی ہوئی باتیں گراں معلوم نہ ہوں۔

غرض ایک ایسا بھی دن ضرور آنیوالا ہے تو پھر اس کی تیاری کیوں نہیں کی جاتی۔ اور ایسا دن آنے سے کیوں انکار کرتے ہو اور انکو کہ جنھوں نے ایک ایسے دن کے آنے کی خبر دی ہے، مجنون کہتے ہو؟

وہ آقائے نامدار حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنھوں نے لاکھوں

دیوانوں کو ہوشیار بنا دیا۔ ایسی مقدس ہستی کو ظالم دیوانہ کہتے تھے، کیوں؟ اسلئے کہ وہ عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں، مر گئے، گل گئے، سڑ گئے اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے، اتنا ہونے پر پھر قیامت قایم ہوگی، سب زندہ ہونگے اور حساب وکتاب ہوگا۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔

حکم ہوتا ہے ظالمو تم کو تعجب ہی کیوں ہوتا ہے۔ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

ذرا آسمان اور زمین کے انتظام کو دیکھو تب تم خود ایک روز کہہ اٹھو گے کہ بیشک ایک دن قیامت آنے والی ہے۔ اگلے زمانے کے حکماء اور اس وقت کے بڑے بڑے سائنسداں اس بات کے قائل ہیں کہ چراغ جب جلتا ہے تو چراغ کا تیل جو مادۂ روشنی ہے کم ہوتا جاتا ہے، آخر ایک وقت بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک روز آفتاب بھی بجھ جائے گا۔ آفتاب کے فنا ہوتے ہی زمین وتارے بھی جن کا تعلق آفتاب سے ہے فنا ہوجائینگے۔ اس طرح بدانتظامی ہو کر سارا عالم فنا ہوجائے گا۔ اسی کو ہمارے پیارے رسولؐ قیامت کہتے ہیں، پھر اس میں دیوانہ پن کی کیا بات ہے۔

قیامت تین ہیں۔ دو قیامتیں تو واقع ہو رہی ہیں۔ تیسری ہوگی۔ دو کے سب قائل ہیں تو پھر تیسری کے واقع ہونے میں کیوں شک ہے۔

سو برس کے لگ بھگ ایک طبقہ، ایک دور، اور ایک قرن ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی اولاد رہ جاتی ہے۔ بڑی قیامت میں بھی ایسا ہی سب ختم ہو جائیں گے۔ فرق اتنا ہے کہ اب اولاد باقی رہتی ہے، اسوقت اولاد بھی باقی نہیں رہے گی تو پھر بڑی قیامت میں تعجب کیا ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ۔ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کی طرف نظر کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ سب فنا ہو جاتے ہیں۔ ان کی جگہ ان کی اولاد لیتی ہے۔ اس قیامت کے سب قائل ہیں۔

ایسا ہی ایک چھوٹی قیامت یعنی ہر شخص کا مرنا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان خود ایک چھوٹا سا عالم ہے۔ جس میں دل عرش ہے اور دماغ لوح محفوظ۔ غرض تمام عالم کا نمونہ جسم میں موجود ہے۔ انسان جب مرتا ہے تو یہ سب ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی اس عالم کو ایک شخص سمجھو، چھوٹی قیامت سے یہ جسم فنا ہو جاتا ہے تو بڑی قیامت سے تمام عالم۔ موت سے قیامت صغریٰ کا نظارہ ہو جاتا ہے۔ پھر قیامت کبریٰ پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے، دیکھو! کہیں دفعۃً موت نہ آجائے۔ پھر خدا کو منانے کا کونسا زمانہ آئے گا۔ یہ بے فکری کس بھروسہ پر کس امید پر۔

شائد آپ کو حیرت ہو رہی ہو گی کہ کونسا مسلمان ہو گا جس کو قیامت پر ایمان نہیں۔ یہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ ذرا انصاف سے سوچو، جاڑوں کے پہلے غریب کمبل اور مالدار رضائی کی تیاری کر لیتے ہیں۔ مگر اتنی فکر سے بھی آپ نے کچھ تیاری قیامت کی کئے ہیں۔ زہر ملا ہوا کھانا رکھا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ زہر ملا ہوا ہے تو وہ زبان سے تو کہے کہ بہت درست، سچ ہے، لیکن ہاتھ ڈال کر کھانا شروع کر دے تو کیا آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص کے دل میں ذرہ برابر یقین اس غذا میں زہر کے ملے ہوئے ہونے پر ہے، ہرگز نہیں۔ ایسا ہی قیامت کے آنے پر ہر زبان یقین کرتی ہے۔ مگر قیامت کے لئے کچھ تیاری نہیں کرتی تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کو قیامت پر ایمان نہیں۔

حدیث کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ، قیامت کب آتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب آنا ہے آئے گی، پہلے یہ تو بتاؤ کہ قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے۔

اسی لئے حکم ہوتا ہے کہ اگر اللہ پر اور قیامت پر یقین کرتے تو عمل خیر کی رغبت ہوتی۔ عبادت میں فائدہ جسمانی ہو یا نہ ہو، کسی قدر تکلیف ہی ہے کچھ قباحت نہیں۔ کیونکہ دنیا اور انسان کی عمر باد صبا کی طرح آناً فاناً میں گزر جاتی ہے۔ گناہوں میں رہ کر لذت اٹھانے والا ہو، یا خدا کا فرماں بردار،

دونوں کو موت آتی ہے۔ اب آگے مرنے کے بعد اس عالم میں ثواب عذاب کا بازار گرم ہے، قیامت آگئی ہے۔ اس وقت دل سے قیامت پر یقین نہ کرنے والوں کا کیا حال ہوگا خدائے تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ قیامت پر تمہارا زبانی ایمان ہے یا دل سے، اصل یہ ہے کہ تم کو معلوم ہی نہیں کہ قیامت کیا چیز ہے۔ قیامت وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڈھا کر دیا۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو چند بال سفید نکل آئے ہیں، آپ نے فرمایا مجھے وہ سورۃ جس میں ذکر ہے قیامت کا بڈھا کر دیا۔ ایسے پاک و معصوم تو بڈھے ہوگئے۔ ہم جیسے گناہگار اس سورۃ کو یقین کے ساتھ پڑھتے تو سنتے ہی دل شق ہو جاتا لیکن جب خدائے تعالیٰ کسی بندہ کو خراب کرنا چاہتا ہے تو تین چیزوں سے عذاب دیتا ہے:۔

(۱) یَرْزُقُہُ الْعِلْمَ وَیَمْنَعُہُ عَنْ عَمَلِ الْعُلَمَاءِ

جس کسی کو علم دیتا ہے اور علماء کے جیسا عمل کرنے سے روکتا ہے۔

(۲) یَرْزُقُ صُحْبَۃَ الصَّالِحِیْنَ وَیَمْنَعُہُ عَنْ مَعْرِفَۃِ حُقُوْقِھِمْ

صالحوں کی صحبت عطا کرتا اور انکو انکے حقوق کے جاننے سے روکتا ہے۔

(۳) یَفْتَحُ عَلَیْہِ بَابَ الطَّاعَۃِ وَیَمْنَعُہُ الْاِخْلَاصَ

اطاعت کا دروازہ اسپر کھولتا ہے یعنی اطاعت کرواتا ہے، مگر اطاعت میں اخلاص خلوص سے روکتا ہے بخلاف سمجھداروں کے کہ ذراسی بات ان کو ہوشیار کر دیتی ہے۔

حکایت

ایک شخص تھے عنتر نامی، مالدار بہت، اور بڑے سوداگر تھے، ان کی عادت تھی کہ وہ ہر موسم کے نئے پھل، ترکاریاں خرید کر گھر لاتے، بیوی بچوں کو کھلاتے۔ ایک وقت تربوز خرید کر غلام کے ہاتھ سے گھر بھیجدیئے۔ رات کو گھر آکر کہا "تربوز لاؤ کھائیں گے" بیوی بچوں نے کہا "ہم نے کھالیا" عنتر نے کہا کچھ مضائقہ نہیں، ہمارا حصہ لاؤ"۔ بیوی نے کہا "تمہارا حصہ اٹھا رکھنا ہم بھول گئے"۔ بات تو ذراسی تھی مگر دنیا کی بے وفائی ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ دل میں

کہنے لگے "کیا معلوم کہ موت کب آتی ہے۔ ممکن ہے کہ قریب ہی ہو جائے۔" الٰہی! میں بیوی بچوں میں ہوں اور یہ مجھ کو بھول گئے۔ جب میں مر جاؤں گا اس وقت یہ مجھ کو کیا یاد کریں گے"۔ اس سے کچھ ایسی دہشت پیدا ہوئی اور وہی خیال جمنے لگا کہ ہائے میں ہزار جھوٹ فریب سے، حلال، حرام مال لاکر ان کو کھلاتا ہوں۔ پھر یہ مجھ کو بھول جاتے ہیں۔ خیر اب تو موقع ہے کہ میں جو چاہوں خرید کر کھاؤں لیکن مرنے کے بعد کوڑی پر اختیار نہ ہوگا۔ اس وقت میں کیا کروں گا۔ غرض تمام رات بے چینی سے گذری، صبح ہوتے ہی انھوں نے بیوی سے کہا "مجھ کو تم سے بہت محبت ہے، مگر کیا کروں دوکانداری سے فرصت ہی نہیں ملتی جو تمہارے ساتھ مل کر کھانے پینے کا مزہ اٹھاتا، دیکھو چالیس ہزار روپیوں میں ایک باغ بک رہا ہے، بستی کے قریب ہے اس کو خریدتا ہوں کیونکہ اس کی آمدنی اتنی ہے کہ مجھ کو بیوپار کی ضرورت نہ ہوگی، تم ہم مل کر اس میں مزے سے رہیں گے۔ بیوی نے کہا خوشی سے خرید و، وہ بھی میرے اور میرے بچوں ہی کے واسطے ہوگا، تم کیا کرو گے۔ غرض انھوں نے وہ باغ خرید لیا۔ اس کے بعد بازار جاکر یہ منادی کرا دی کہ "جس کسی کو درخت کی ضرورت ہو وہ میرے باغ سے اکھیڑ کر لے۔ لوگ باغ کے تمام جھاڑوں کو اکھیڑ لئے، صاف زمین رہ گئی قاضی صاحب کے پاس جاکر انھوں نے یہ لکھوا دیا کہ اس بستی میں مسلمانوں کا قبرستان اچھا نہیں ہے، اس لئے میں اپنا باغ قبرستان کے لئے وقف کرتا ہوں"۔ آج تک اصفہان میں "مقبرۂ عنتر" مشہور ہے۔ بیوی نے یہ حال سُن کر بہت رویا پیٹا۔ عنتر نے کہا "میں نے ظلم نہیں کیا بلکہ مرنے کے بعد کی تیاری کر لیا ہوں۔ تو نے آج یاد نہیں کیا کل کیا یاد کرے گی"۔ اس میں مسلمانوں کے مردے دفن ہونے لگے۔ ایک سال بھی نہ گزرا کہ عنتر کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے خواب میں عنتر کو دیکھا کہ ایک بہت بڑے باغ میں ہیں۔ دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں، انھوں نے پوچھا "عنتر! تم کو یہ کس عمل سے ملا"۔ عنتر نے جواب دیا "میں نے اپنا باغ مسلمانوں کے قبرستان کے لئے وقف کر دیا تو خدا نے اپنا یہ باغ مجھ کو دیا"۔

جو لوگ ہوشیار ہیں اس طرح نیکی وبھلائی آگے بھیجتے ہیں، یوں ان کو اپنی موت یاد آتی ہے، یوں وہ موت سے قیامت کے آنے کا یقین کرتے ہیں، مگر جاہل وغافل انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ اتنا سمجھانے پر بھی وہ نہ مانیں تو وہ پھر کونسی بات سے مانیں گے۔ دیکھو! ایسی کتاب اور ایسا سمجھانے والا پھر نہیں ملے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ "مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ" جو ازلی گمراہ ہے اس کو کون ہدایت دے، ہادی کو دیوانہ کہیں تو پھر اور کون ہدایت دے گا۔ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ ایسا ہی گمراہی میں بھٹکتے رہیں گے، اب جب یوں زچ ہوئے تو کہنے لگے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔ بتائیے قیامت کب آئے گی، کیا خوب، خود کی باتیں دیوانوں کی جیسی، اگر کسی چیز کے ہونے کا علم نہ ہو تو کیا وہ چیز موجود نہیں ہو سکتی۔ موت کے آنے کا علم ہے لیکن کب آئے گی اس کا علم نہیں، تو کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ موت بھی نہ آئے گی۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ۔ اللہ ہی جانے کہ کب قیامت آئیگی۔ قیامت کا آنا یقینی ہے مگر اس کے آنے کا وقت خدا ہی کو معلوم ہے، لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ۔ قیامت کوئی اور لانے والا ہوتا تو اس کو قیامت کا علم بھی ہوتا۔ قیامت کا لانے والا خدا ہی ہے، اور اسی کو اس کا علم ہے۔ ہاں اس کی کیفیت سن لو، ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ قیامت وہ ہے کہ جو زمین وآسمان پر بھاری، ساری کائنات جس سے خائف ولرزاں۔ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً۔ جب آئے گی تو دفعتاً آئے گی، نوالہ لیا ہے تو منہ میں نہ لے سکے گا۔ کٹورا منھ کے پاس ہے پی نہ سکے گا۔

حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسرافیل علیہ السلام صور ہاتھ میں لئے ہوئے، کان عرش کی طرف لگائے ہوئے منتظر کھڑے ہیں کہ حکم ہوتے ہی پھونک دیں۔ چہرہ ان کا خوفِ خدا سے زرد ہے غرض مخلوق خدا اپنے کاروبار میں ہوگی کہ ایک سیاہ ابر مغرب کی طرف سے

اٹھے گا اور بڑھتے بڑھتے سارے آسمان پر چھا جائے گا۔ اس ابر سے ایک پکارنے والا پکارے گا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ۔ لوگو! اللہ کا حکم آگیا۔ اب جلدی نہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی صور میں اسرافیلؑ کہیں گے یَا اَیَّتُھَا الْاَرْوَاحُ الْعَادِیَۃُ اُخْرُجِیْ بِاَمْرِ اللّٰہِ۔ اے وہ ارواح کہ جو جسم سے علیحدہ ہوگئیں ہیں نکلو خدا کے حکم سے، پھر صور کی آواز بڑھتے بڑھتے ایسی سخت ہو جائے گی کہ پہاڑ چورا چورا ہو جائیں گے، زمین شق ہو جائے گی، روئی کے گالوں کی طرح آسمان کے ٹکڑے اڑنے لگیں گے، تارے، چاند، سورج، بے نور ہو کر گر پڑیں گے۔ دریا ابل کر خشک ہو جائیں گے، آدمی، جن، فرشتہ، سب فنا ہو جائیں گے۔ یہ بھی عجیب حسرت کا وقت ہوگا، دریا چلائیں گے، ہائے ہماری وہ موجیں کہاں ہیں، ہائے ہمارے وہ عجائبات کہاں ہیں، وقت آگیا ہے اب فنا ہوئے جاتے ہیں، اُدھر پہاڑ رو رہے ہونگے کہ ہائے ہماری وہ اونچائی کہاں ہے، ہائے ہماری وہ قوت و مضبوطی کدھر گئی وقت آگیا فنا ہو رہے ہیں، زمین کا الگ ماتم رہے گا۔ ہائے مجھ پر بادشاہت وحکومت کرنے والے کہاں ہیں، میرے جھاڑ میری نہریں کہاں ہیں۔ پھر جبرئیلؑ، میکائیلؑ و اسرافیلؑ کا انتقال ہوگا۔ اس کے بعد پھر عزرائیلؑ کا انتقال ہوگا۔ اس وقت وہ نزع روح سے چلائیں گے کہ "اگر مجھے اس کی خبر ہوتی تو قبض روح کے وقت شفقت کرتا" غرض سوائے خدا کے کوئی نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ۔ آج کس کا ملک ہے، پھر خود ہی فرمائے گا۔ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ ایک زبردست قدرت والے خدا کا ہے

یہ ہے قیامت، پھر ایک زمانہ اسی طرح گزر جائے گا۔ پھر دوسرے صور سے مردے زندہ ہونگے اور حساب وکتاب شروع ہوگا۔

یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّھَا حَفِیٌّ عَنْھَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں کہ آپ اس سے باخبر ہیں، آپ فرمائیے کہ اسکا علم خدا ہی کو ہے لیکن اکثر لوگ کہ اس کا علم خدا کو ہے نہیں جانتے۔

خدا ہی کو اس کی خبر ہے۔ کوئی انکار کرتا ہے تو کوئی اس کا وقت پوچھتا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نہ تو نبی کو سمجھا اور نہ خدا کو۔ نبی کا کیا کام ہے، اور ہم ان سے کیا کام لے رہے ہیں، قیامت کے آنے کا وقت پوچھنا تو اور بات ہے کوئی یہ پوچھتا ہے کہ نرخ کب سستا ہوگا۔ ہم اُس وقت مال خریدلیں گے اور گرانی کے وقت بیچیں گے، جہاں قحط پڑنے والا ہو پہلے سے بتا دیجئے تاکہ ہم وہاں سے چلے جائیں، دنیوی مضرت کو ہم سے دور کر دو، قحط دور کر دو، ہم محتاج ہیں غنی کر دو۔ ہمارے فلاں قرابتدار مرنے کے قریب ہیں تندرست کر دو، فلاں مر گئے ہیں ان کو زندہ کر دو۔ ہم کو غیب کی باتیں بتلاؤ کہ بارش کب ہوگی، فلاں کھو گیا ہے کب آئیگا کوئی پوچھتا ہے کہ ہمارا اونٹ کھو گیا ہے، بتلائیے کہاں ہے، پھر طعن بھی دیتے ہیں کہ اچھے نبی ہیں۔ نبی ہیں تو بتاؤ۔

اچھا اب میدان قیامت اور وہاں کے حساب وکتاب کا حال سننے کے پہلے ذرا ان دلائل کو سنئے کہ جو مر کر پھر زندہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں، اگر خدا کی قدرت میں شک ہے تو سُن وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (اللہ تعالےٰ وہ ہیں جو تم کو رات میں مثل موت کے نیند دیتا ہے اور جانتا ہے ان تمام اعمال کو کہ جنکو تم دن میں کرتے ہو، پھر اٹھاتا ہے تمہیں دن کو، تاکہ تم اپنی مقررہ مدت زندگی کی پوری کرو، پھر اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے، پھر خبر دیگا تم کو اسکی جو تم کرتے تھے)۔ اے انسان! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ہماری قدرت کے کرشمہ کو دیکھا ہی نہیں اگر دیکھا بھی ہے تو عبرت لیا ہی نہیں۔ ورنہ رات دن کے واقعات تجھ کو تیرے مر کر پھر زندہ ہونے کا یقین دلاتے۔

سُن اے انسان! تجھ کو مار کر زندہ کرنے اور تیرے کئے کی سزا و جزا دینے پر ہم پوری طرح قادر ہیں۔ اپنی روزمرہ کی حالت کو دیکھ تو تیری آنکھوں کے

سامنے مرنے اور پھر زندہ ہونے کی تصویر پیش نظر ہو جائے گی، ہر روز رات کو تو مرتا ہے اور صبح کو زندہ ہوتا ہے، یعنی سوتا، جاگتا ہے۔ نیند میں روح اس عالم سے منھ پھیر کر دوسرے عالم میں سیر کرتی ہے اور اکثر نتائج دیکھتی ہے جس کو خواب کہتے ہیں۔ ایسا ہی مرنے کے بعد روح اس عالم سے غافل ہوکر دوسرے عالم میں اپنے کئے ہوئے کو دیکھتی ہے۔ غرض (وہ خدا) جو تمہاری نیند اور بیداری پر قادر ہے، وہی حشر و نشر پر بھی قادر ہے۔

اور سن کہ بارش کے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں۔ وَھُوَالَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ۔ ایسی ہواؤں کو خدا ہی تو بھیجتا ہے۔ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ کہ وہ ہوائیں خدا کی رحمت یعنی بارش کی امید، لاکر خوشخبریاں سنانے آتی ہیں۔ حَتّٰی اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بھاری بھاری بادلوں کو اٹھالیتی ہیں کہ جس میں سے آسمان سے پانی گرتا ہے، اسی آسمانی پانی سے روئیدگی اور برکت ہوتی ہے۔ سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ۔ جو زمینیں کہ خشک ہوکر مرگئیں تھیں، اس ابر کو اس زمین کی طرف بھیجتے ہیں۔ فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ۔ پھر اس ابر سے اس مری ہوئی زمین پر پانی برساتے ہیں۔ ہر قطرہ کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس قطرہ کو کہاں گرائے اور اس سے کیا پیدا ہو۔ پھر فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ۔ ابھی کچھ نہیں تھا، ادھر پانی برسا، ادھر مری ہوئی زمین میں جان آئی، ہر چیز اگنے لگی۔ مرے ہوئے جھاڑ زندہ ہونے لگے ہر قسم کے پھل نکل آئے۔ کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کریں گے۔ جس خدا میں یہ قدرت ہے کہ مری ہوئی زمین کو زندہ کرکے سرسبز کردے، مرے ہوئے (سوکھے) درختوں کو پھلوں سے لاد دے، کیا اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ مرے ہوئے انسان کو پھر زندہ کردے، رات دن تمہاری آنکھوں کے سامنے زمین جس طرح زندہ ہوتی ہے اسی طرح انسان بھی زندہ ہوگا پہلی بار

صور پھونکتے ہی انسان کے منی کے طرح کی بارش چالیس روز تک برستی رہے گی تو جس طرح منی سے دنیا میں عورت کے رحم میں بچہ بنتا ہے ایسا ہی اس بارش سے قبر میں جسم بن جائیں گے۔ پھر ان میں جان بھرے گی، پورے زندہ ہوتے ہی نیند آجائے گی۔ قبروں میں سوتے رہیں گے پھر یکایک دوسری بار صُور پھونکا جائے گا جس طرح زمین سے درخت اور درخت سے پھل نکلتا ہے، ایسا ہی زمین سے ہر شخص زندہ ہو کر نکل آئے گا۔ مردہ کو ایسا معلوم ہوگا کہ میں سو رہا تھا کسی نے جگا دیا۔ اس لئے ہر شخص کہے گا۔ مَنۡ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا۔ ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھایا۔ فرشتے کہیں گے۔ ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَ صَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡنَ۔ یہ وہی تو ہے جسکا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا دنیا میں بارش اور زمین کی اس سے بالیدگی کا نمونہ ہم نے اسی لئے قائم کیا ہے۔ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ۔ تا کہ تم کو نصیحت ہو اور مرنے کے بعد جینے کا یقین آجائے۔

صاحبو! یہ اتنی کھلی بات ہے پھر لوگوں کو کیوں نصیحت نہیں ہوتی، قیامت کا یقین کیوں نہیں آتا۔ کیوں اس کی تیاری کے لئے نیک عمل نہیں کئے جاتے۔ اسی بارش اور زمین سے تم کو اس کا بھی جواب مل سکتا ہے ؏

سخن شناس نۂ دلبرا کلام ایں جا است۔
سخن شناس نہیں ہے تو اے دوست بات یہی ہے۔

عبرت لینے کی عادت ہی نہیں کی ورنہ ہر چیز کا جواب قرآن سے ملتا۔ لوگو! آپ نے کبھی غور بھی کیا کہ خدا کی رحمت یعنی بارش تو ہر جگہ یکساں برستی ہے۔ مگر زمین مختلف ہوتے ہیں۔ وَالۡبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخۡرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذۡنِ رَبِّہٖ۔ جو زمین کہ پہلے ہی سے اچھی ہو، یا اس کو ہریالی وغیرہ سے صاف کر کے اور ہل چلا کر کھاد دے کر اچھی کر دی گئی ہو تو اس زمین سے پیداوار خوب نکلتی ہے اور وَالَّذِیۡ خَبُثَ لَا یَخۡرُجُ اِلَّا نَکِدًا۔ (ترجمہ:۔ اور بنجر زمین سے کچھ نہیں نکلتا)

لیکن جو زمین کہ پہلے ہی سے خراب ہو شورہ کی ہو، یا خراب کر دی گئی ہو، جس میں ہریالی خوب اُگی ہوئی ہو، نہ ہل چلایا گیا ہو، اور نہ ہی کھاد ڈالی گئی ہو، تو اس زمین سے کچھ پیداوار نکلتی ہی نہیں، اگر نکلی بھی تو بہت کم، ایسا ہی ہمارے کلام کے ابر سے نصیحت کی بارش ہر انسان نے دل پر برستی ہے، اس لئے جس کا دل پہلے ہی سے ستھرا ہے یا محنت کر کے اس کو ستھرا کر لیا ہے تو ایسے دل سے طاعت و عبادت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن جو دل کہ پہلے ہی سے خراب ہے، جیسے کافر کا دل یا اس دل کو خراب کر لیا ہے، جیسے مسلمان گنہگار کا دل۔ تو اس سے نافرمانی ظاہر ہوتی ہے، کچھ فرمانبرداری ہوئی بھی تو وہ بھی بیکار۔ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ۔

کیوں کیسی کیسی مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں، مگر ناقدر دانوں کے سامنے کہنے سے کیا فائدہ، قدر دانوں کو ہمارے اس سمجھانے کی قدر ہے وہی سمجھتے ہیں اور بات بات میں عبرت لیتے ہیں۔

یہاں ستھری زمین اور خراب زمین کا ذکر آیا ہے، اس لئے اب میں آپ کو ستھری زمین اور خراب زمین کی مثال بتاتا ہوں۔ سنو! قرآن پاک ایک بارش ہے کہ جو تمام دنیا کے دلوں پر برس رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے، چو طرف آپ کی دھوم مچی ہوئی ہے، ہرقل جو دشمن ہے حضرت عمرؓ کا، ایک پہلوان کو بہت کچھ سرفراز کرنے کا وعدہ کیا۔ اس لئے وہ پہلوان حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کر کے مدینہ منورہ پہنچا۔ مدینہ طیبہ کے باہر حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ بیواؤں اور یتیموں کی زمینوں کی نگرانی فرمانے کے لئے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ پہلوان ایک درخت پر چڑھ گیا۔ آپ زمین کی دیکھ بھال سے فارغ ہو کر اسی درخت کے نیچے آکر بغیر بچھونے کے زمین پر لیٹ گئے۔ ہاتھ کو تکیہ بنائے اور سو گئے۔ وہ پہلوان آپ کو سوتا پاکر تلوار برہنہ کر کے نیچے اُترا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر آپ کے اطراف پھرتے ہوئے پہرہ دے رہا ہے، یہ منظر دیکھ کر وہ ہیبت سے زمین پر گر پڑا۔ اس کے گرنے کی آواز سنکر

حضرت عمرؓ بیدار ہو گئے۔ شیر غائب ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "کون"۔ پہلوان نے جواب دیا "خدا نے آپ کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔ میں بے سمجھ آپ کے قتل کے لئے آیا تھا۔ لیکن جنگل کے شیر آپ کی حفاظت کے لئے آئے تھے اور میں مارے ہیبت کے گر پڑا" حضرت عمرؓ نے چوطرف دیکھ کر فرمایا "شیر کہاں ہے، یہاں تو کہیں نظر نہیں آتا"۔ اسی درخت سے آواز آئی "عمرؓ تم ہمارے دین کی حفاظت کرو، ہم تمہاری جان کی دشمنوں سے حفاظت کرتے ہیں"۔ اس غیبی آواز سے اس پہلوان کو اور بھی حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھوں کو چوم کر عرض کیا "جنگل کے درخت آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے آپ کی تعریف کرتے ہیں"۔ یہ کہا اور مسلمان ہو گیا ؎

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق
درصفائے پاک حق نعم الرفیق

پھر حضرت عمرؓ نے اس سے اسرار الٰہی کی باتیں کیں ؎

دید آں مرشد کہ او ارشاد داشت
تخم زمین اندر زمین پاک داشت

جب حضرت عمرؓ نے پاک ستھری زمین دیکھی تو اسرار الٰہی کے بیج بو دیئے۔

اللہ اللہ موسیٰؑ آگ لینے جائیں پیغمبری لے کر آئیں، روم کا پہلوان حضرت عمرؓ کو قتل کرنے آئے مسلمان ہو کر، ولی بن کر جائے۔ آخر روم میں اور بھی تو پہلوان تھے خراب زمین تھی، کچھ نہ نکلا۔ اس پہلوان کی زمین پاک تھی، کس کثرت سے پیداوار ہوئی کہ مسلمان بھی ہوا، ولی بھی ہوا۔ خود حضرت عمرؓ کو دیکھو کہ ابوجہل سے مل کر مشورہ کر کے ابوجہل سے وعدہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلتے ہیں۔ ابوجہل کی خراب زمین تھی مرے تک کچھ پھل نہ لائی۔ اور حضرت عمرؓ کی پاک زمین تھی، کہاں کا قتل، مسلمان ہوئے، آگے چل کر خلیفۂ رسول اللہ ہوئے، ابوجہل اور عمرؓ دونوں کافر تھے، قرآن کی بارش دونوں پر برسی۔ ابوجہل سے کچھ پھل نہ نکلا۔ عمرؓ کی پاک زمین تھی، خلافت کا پھل لائی۔

صاحبو! آپ کو ایک اور مثال دوں، سنئے حضرت موسیٰؑ کا زمانہ ہے، خدا کے کلام توریت کی بارش ہو رہی ہے، خبیث دلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ فرعون کے بیٹی کی کنگھی چوٹی کرنے والی ایک عورت تھی، بلد طیب (پاک زمین) تھی۔ اسلئے مسلمان ہو گئی۔ ایک دن کنگھی کرتے ہوئے جب اس کے ہاتھ سے کنگھی چھوٹی تو بے ساختہ اس کے منھ سے نکلا "الٰہی تیرے نہ ماننے والے غارت ہوں"۔ فرعون کی بیٹی نے پوچھا "کیا میرے باپ فرعون کے سوا تیرا اور بھی کوئی خدا ہے"۔ اُس نے جواب دیا "میرا وہ خدا ہے جو فرعون کا بھی خدا ہے۔ بیٹی فرعون کیا چیز ہے وہ تو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ وہ اکیلا خدا ہے، کوئی اس کا ساتھی نہیں"۔ وہ لڑکی غصہ بھری ہوئی فرعون کے پاس گئی اور روتی ہوئی سب کہہ سنائی۔ فرعون نے ان کو بلایا تو یہ خوش خوش آئیں، کیوں نہ آتیں آج عشق کا امتحان ہے۔ بلد طیب کا امتحان ہے، اس امتحان کے بعد وصال محبوب کا دن ہے، جان جائے یا ہاسے جائے مگر محبوب ملے۔ فرعون نے کہا "کیوں ری، کیا تو اور کسی خدا کی عبادت کرتی ہے"۔ جواب دیا "ہاں"۔ فرعون نے کہا "اچھا اس کو چھوڑ کر میری خدائی کا اقرار کر"۔ کہنے لگیں "قیامت تک ایسا ہو گا" حکم دیا "چومیخہ کر دو"۔ مجھو سے کٹوایا اور کہا "دیکھ اب بھی اُس خدا کو چھوڑ، ورنہ دو ماہ تک یہی عذاب رہے گا"۔ اللہ اللہ کیا پاک زمین ہو گئی تھی کہ ان بی بی نے کہا "دو ماہ تو کیا ستر مہینے چاہے تو عذاب کرلے۔ لیکن اس کی محبت میرے دل میں اور بڑھتی ہی جائے گی، یک ذرہ کم نہ ہو گی"۔ ان بی بی کی دو لڑکیاں تھیں۔ ایک پانچ سال کی اور دوسری شیر خوار، حکم دیا "بڑی لڑکی کو اس کی چھاتی پر لٹا کر ذبح کر دو"۔ وہ ذبح کر دی گئی۔ اور کہا "اب بھی مان، ورنہ تیری شیر خوار بچی کو بھی اسی طرح ذبح کر دوں گا"۔ مسلمانو! تمہارا بھی کبھی ایسا ہی امتحان ہوا ہے، افسوس بیٹھے بٹھائے ہم اسلام کو ہاتھ سے کھو رہے ہیں۔

اللہ اللہ کیا پاک زمین تھی کہ ان بی بی نے کہا "ایک بیٹی کو تو کیا اگر دسارے جہاں کو لا کر میری چھاتی پر ذبح کر ڈالے گا تب بھی میں اُس محبوب کو نہ چھوڑوں گی

تب فرعون نے اس دودھ پیتی بچی کے ذبح کا حکم دیا جب ننھی سی جان کو لا کر جس چھاتی پر پڑ کر وہ دودھ پیتی تھی، اسی چھاتی ڈال کر اس کو ذبح کرنا چاہے تو ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ تب وہ بے زبان چھوٹی سی بچی نے کہا "امیں اماں روتی کیوں ہو۔ وہ دیکھو جنت تمہارے لئے تیار ہو رہی ہے، پھر جنت میں خدا تم سے ملتا ہے، دیدار دکھاتا ہے، اس میں رونے کی کیا بات ہے۔" پھر تو ان بی بی کی ہمت بندھ گئی۔ اُدھر ظالموں نے اس کو بھی اور ان بی بی کو بھی ذبح کر دیئے، معراج شریف میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں کہ آپ کو ایک جگہ جنت کی بو آئی۔ آپ نے پوچھا "جبرئیلؑ یہ خوشبو کیسی، کیا جنت کی خوشبو ہے؟" جبرئیلؑ نے کہا "یا رسول اللہ یہاں جنت کہاں، فرعون کے بیٹی کی مشاطہ کی قبر ہے، اور یہ اس قبر کی خوشبو ہے۔ بلد الطیب ہو کر جس خاک میں ملجائیں وہ خاک بھی نمونۂ جنت بن جاتی ہے۔

فرعون کی بیوی بی بی آسیہ نے اپنی آنکھوں سے مشاطہ کا شہید ہونا دیکھ رہی ہیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ وہ پا خدا بی بی کے لئے آسمان کے فرشتے آئے ہیں۔ اور جنت کے کفن میں ان کی روح کو لپیٹ کرلے جا رہے ہیں، اب کیا تھا، محبوب کے گھر کے ملازمین نظر آ گئے، حجاب اٹھ گیا، جوش الٰہی پیدا ہوا، دیوانوں کی طرح بھپھر بیٹھیں۔ فرعون کے پاس آ کر کہنے لگیں "ارے او خبیث، تو نے ایک نیک عورت کو قتل کر دیا۔" فرعون نے کہا "کیا تجھ کو بھی ویسا ہی جنون ہو گیا ہے؟" انھوں نے کہا "ارے مجھ کو جنون نہیں ہے بلکہ میں بھی اسی خدا کو ماننے والی ہوں جس خدا کی کہ وہ مشاطہ ماننے والی تھی، وہ کوئی ایسا ویسا خدا ہے بلکہ زمین و آسمان کا اور تیرا بھی اے فرعون وہی خدا ہے۔" حکم دیا "اُس کو برہنہ کر کے خوب مارو۔" ایسا ہی کیا گیا لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ تب حکم دیا، "چومنچہ کرو اور چھاتی پر آگ کا طبق رکھو۔" بی بی آسیہ نے کہا "جتنا چاہے عذاب دو مگر خدا کی محبت میرے دل سے کم نہیں ہو سکتی۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال لیکن ہر ٹکڑے پر اور عشق

بڑھتا ہی جائے گا۔ اتنے میں حضرت موسیٰؑ کو خبر لگی کہ آج آسیہ کے عشق کا امتحان ہے۔ گھبرائے ہوئے آئے، بی بی آسیہ نے پکارا "کیوں موسیٰؑ" کیوں موسیٰؑ، میں نے اللہ کے عشق میں یہ لال خونی جوڑا پہنا ہے، یہ حالت بنائی ہے، لیکن یہ تو بتاؤ موسیٰؑ ھُوَ رَاضٍ عَنِّیْ اَمْ سَاخِطٌ" وہ محبوب اب بھی مجھ سے راضی ہوا یا نہیں، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "آسیہ یہ دیکھو سات آسمان کے فرشتے انتظار میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرما رہا ہے فرشتو! دیکھو ہمارے عاشق بندے ایسے ہوتے ہیں، کیا کیا سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں مگر ہماری محبت اور زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے"۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے کہا "آسیہ جو مانگنا چاہتی ہو مانگو"۔ بی بی آسیہ نے کہا "الٰہی اپنے پاس بلالے اور اپنی رحمت میں رہنے کی جگہ دے، اور اپنے دیدار سے مشرف کر"۔ حکم ہوا "جبرئیلؑ ہماری بندی کو اٹھا لاؤ، ہمارے واسطے اس نے بادشاہ کو چھوڑ دیا تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ دو جہاں کے بادشاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دو کہ جنت میں ان کی بیوی بنیں۔ اللہ رے قسمت، کہاں فرعون اور کہاں سردار انبیاءؑ، لیکن پاک طیب ہونے نے رنگ لایا ؎

زوجۂ فرعون ہو طاہرہ ﴿ اہلیہ لوطؑ نبی ہو کافرہ

نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا کافر ہے، طوفان آئے اور نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے اس طوفان میں ڈوب مرے۔ ایک بڑھی عورت نوح علیہ السلام پر ایمان لائی تھی۔ جب طوفان آیا، حضرت نوحؑ اسکو بھول گئے کشتی میں سوار کرانا یاد نہ رہا، طوفان آیا اور پانی بڑے بڑے پہاڑ پر بھی چالیس گز اونچا ہوا۔ تب آپ کو وہ بڑھیا یاد آئی، بہت افسوس کئے کہ ایک ایمان والی بڑھیا مر گئی۔ طوفان ختم ہونے کے بعد ڈھونڈتے ہوئے اس کے مقام پر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہے۔ تب کہنے لگی "کیوں نوحؑ کیا طوفان کی خبر دینے آئے ہو، بتاؤ وہ کب آئے گا۔ کیونکہ میں تو طوفان کے انتظار میں ہوں"۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا "طوفان آیا بھی اور چھ ماہ رہ کر گیا بھی بڑھی! سب تو نوحؑ کی کشتی میں نجات پائے لیکن تو خدا کی کشتی سے نجات پائی"۔ بڑھیا نے کہا "تب ہی میری جھونپڑی ویسی ہی سوکھی ہے"۔

صاحبو! کچھ آپ نے سونچا کہ یہ ہے کیا معاملہ، روم میں سینکڑوں پہلوان ہیں، ایک ہی پہلوان حضرت عمرؓ کے قتل کی نیت سے آئے اور ولی ہو جائے۔ ابو جہل شقی کا شقی رہ جائے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ کے خلیفہ ہوں، فرعون وہامان مردود ہوں اور مشاطہ اور آسیہ مقبولانِ خدا سے ہوں، زوجۂ فرعون طاہرہ اور زوجہ لوطؑ نبی کافرہ، ابن نوحؑ طوفان میں ڈوبے اور ضعیفہ امتی نوحؑ طوفان سے بچے، یہ ہے کیا معاملہ، کچھ نہیں، پاک زمین اور خراب زمین ہونیکے اثرات ہیں، اسیواسطے جب نوحؑ نے فرمایا اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ۔ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اہل کو بچانیکا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ حکم ہوا اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (نوحؑ تمہارا بیٹا تمہارے اہل سے نہیں ہے اسوجہ سے اسکے اعمال صالحہ نہیں ہیں) یہ یزیدیوں پر بھی تو قرآن کی بارش برس رہی تھی مگر زمین خراب تھی کچھ اثر نہ ہوا۔

آپ نے ان دلائل کو سن لیا کہ جو مرکر پھر زندہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں، اور اس کے ضمن میں بلد الطیب یعنی پاک اور ستھری زمین اور خراب وشورہ کی زمین کی مثالیں تفصیل سے سن لیں آیئے اب میدانِ قیامت اور وہاں کے حساب کتاب کے بارے میں سنئے۔

میدان قیامت

قیامت جس میدان میں قایم ہو گی وہ بالکل ہموار ہو گا۔ نہ گڑھا ہو گا جس میں انسان چھپ سکے نہ ٹیلہ ہو گا کہ جس کی آڑ میں کوئی بچ سکے۔ اس طرح کے میدان میں قیامت جس روز قائم ہو گی اس دن کا نام ذرا خدا اور اس کے رسول سے سنو، جب معلوم ہو گا کہ قیامت کیا چیز ہے۔ صاحبو! جس قیامت کے دن کے بارے میں آپ ہم سنتے بیٹھے ہیں اس کو کہتے ہیں۔ یَوْمُ الْحَسْرَۃِ وَالنَّدَامَۃِ حسرت وندامت کا دن، "یَوْمُ الْمُحَاسَبَۃِ" ذرا ذرا سی بات کے حساب دینے کا دن۔ یَوْمُ الْمَسْئَلَۃِ جو کچھ کئے ہو ان سب کے سوال ہونے کا دن۔ یَوْمُ الْقِصَاصِ یہاں جس پر چاہو ظلم کر لو، آتا ہے ذرا ذرا بدلہ دلانے کا دن۔ یَوْمُ الْعَذَابِ عذاب بھگتنے کا دن۔ یَوْمُ الْقَضَاءِ فیصلہ کا دن۔ یَوْمُ الْبَلَاءِ دنیا بھر کی بلاؤں کا دن

یَوْمُ الْبُکَاءِ رونے بلانے کا دن۔ یَوْمُ الْفَزَعِ گھبراہٹ کا دن۔ یَوْمُ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ وہ ایسا دن ہوگا کہ مارے ہیبت کے دیدے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے۔ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَیْئًا وہ ایسا دن ہوگا جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وہ ایسا دن ہوگا جس میں بھائی بھائی سے بھاگے گا، ماں باپ بچوں سے، اور بچے ماں باپ سے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ وہ ایسا دن ہوگا جس میں نہ مال نفع دیگا، نہ اولاد۔ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ بے انتہا دہشت کی وجہ سے سر آسمان کی طرف ہوں گے۔ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ۔ ایسی ٹکٹکی بندھے گی کہ آنکھ نہ جھپکے گی۔ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ۔ ہول وہیبت ایسی ہوگی کہ اس سے بالکل بدحواس ہوں گے۔ دل قابو میں نہ ہوں گے۔ ایسے بہت سے نام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کیسی مایوسی کی جگہ ہے۔ جب یہ مصیبت کا دن قائم ہوگا اس وقت ابھی لوگ اپنے اپنے قبروں میں ہونگے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جائے گا او جنت کے داروغہ رضوان جنت کو طرح طرح سے آراستہ کرو، حوروں کو کہو طرح طرح کا بناؤ سنگھار کریں، دو جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت آتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ علیہم السلام جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر شریف سے اٹھا لائیں تینوں فرشتے قبر شریف پر آکر اسرافیلؑ سرہانے، میکائیلؑ سینہ شریف کے پاس اور جبرئیلؑ پاؤں کے پاس کھڑے ہوں گے۔ ہر ایک فرشتہ پر ہیبت طاری ہوگی، کوئی حضرتؐ کو اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ آخر سب کہیں گے، جبرئیلؑ تم دنیا میں حضرتؐ کے پاس بہت آتے جاتے تھے تم اٹھاؤ۔ جبرئیلؑ کہیں گے اسرافیلؑ آج قبروں سے اٹھانے کا کام تمہارے ذمہ ہے تم اٹھاؤ۔ اس وقت اسرافیلؑ پکاریں گے او مطمئنہ نفس، او طاہر مطہر روح، او مقدس روح اپنے

پاک جسم کی طرف اٹھو، سرکار، اٹھو، خدا بلاتا ہے۔ حضرت کی قبر شریف شق ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے برآمد ہوکر دیکھیں گے کہ براق کھڑی ہوئی ہے۔ تاج اور لباس شاہی فرشتے پیش کر رہے ہیں، ہر طرف سے فرشتہ سلام کر رہے ہیں، تب آپ فرمائیں گے جبرئیلؑ کچھ خوشخبری سناؤ۔ جبرئیلؑ عرض کریں گے، "حضور جنت آراستہ ہوگئی ہے، حوریں بناؤ سنگھار کر کے منتظر ہیں، اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے چلئے"۔ آپ فرمائیں گے "نہیں بھائی جبرئیل میری ناتوان امت کو کہاں چھوڑ آئے ہو۔ میں ہوتا تو ان کی خبر لیتے رہتا۔ وہ عرض کرینگے حضور خدا کی قسم ابھی آپ کی امت اپنی اپنی قبروں میں ہی ہے۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوں گے، پھر صور پھونکا جائے گا کہ اے پرانی ہڈیو زندہ ہو جاؤ۔ خدائے تعالیٰ کے سامنے چلنا ہے۔ اس آواز کے ساتھ ہی چو طرف سے لوگ قبروں سے نکلیں گے۔ اس حالت میں کہ چہرہ متغیر، سر سے پاؤں تک خاک لگی ہوئی، ہیبت ایسی کہ یہ خبر نہیں کہ یا زوعورت ہے یا مرد، ہر ایک اپنے حال میں پریشان، پریشانی میں بے چین ہوکر کہیں گے یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ ہائے افسوس کس نے ہم کو اپنی خواب گاہوں سے بیدار کیا۔ فرشتہ جواب دیں گے۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یہ وہ دن ہے جس دن کا اللہ تعالےٰ وعدہ فرما رہا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا)۔

حشر میں چند ایسے لوگ ہوں گے جو قبر سے اپنے محبوب کا نام لیتے ہوئے اسکے کوچہ کی طرف چلیں گے، شوق میں بھرے ہوئے اور محبت میں ڈوبے ہوئے ایسے ہوں گے کہ نہ کوئی فرشتہ ان کو روک سکے گا اور نہ کوئی ملک ان کو تھام سکے گا۔ دیوانوں کی طرح بے حواسی میں رَبِّیْ رَبِّیْ پکارتے ہوئے مستی کی حالت میں گرتے پڑتے اینی حبیبی کہتے ہوئے اس کے در کو چلیں گے۔ جنت کو تمنا ہوگی کہ ہم پر یہ نظر ڈالیں، حوریں چاہیں گی کہ ہم کو یہ دیکھیں، وہ آنکھ اٹھا کر بھی کسی

کی جانب نہ دیکھیں گے۔ سب کی ہوس دل میں رہ جائے گی۔ ان کا نغمہ یہی ہوگا کہ آج وعدہ کا دن ہے ان کا ترانہ ہوگا کہ آج وصال ولدار ہے ؎

حبذا یوم سعادت مرحبا یوم الوصال (مبارک ہو آج سعادت کا دن ہے آج وصال کا دن ہے)
باغ من گل میکند امروز بعد از چند سال (بعد کئی سال کے آج میرا باغ پھول دپھل لاتا ہے)۔

اس حالت میں جب وہ دلدادے در دلدار کو پہنچیں گے تب دَبِ اَدَنِی کا غل مچائیں گے، اگر ہزار لن ترانی ان کو سنائیں ایک نہ سنیں گے۔

متقیوں کی ایک اور جماعت ہوگی جن کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیگا، میرے ان متقی بندوں کو دنیا میں سواری کی عادت پڑ گئی تھی، ابھی دنیا میں آئے بھی نہ تھے کہ باپ کے پیٹھ میں سوار تھے، پھر ماں کا پیٹ نو مہینے انکی سواری بنا رہا۔ جب اپنی ماں کے پیٹ سے دنیا میں آئے، ڈھائی سال تک ماں کا گود ان کی سواری رہا۔ پھر باپ کے کندھوں پر سواری کرکے سیر کرتے رہے۔ جب جوان ہوئے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سواری کرتے رہے، دریائی سفر میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار رہے۔ جب دنیا سے کوچ کئے تو ڈولے میں ہو کر بھائیوں اور احباب کے گردنوں پر سوار ہوکر اپنے اصلی مکان یعنی قبر میں پہنچے، اب جو ایک مدت دراز کے بعد اٹھے ہیں، یہ ہمارے لطف و کرم سے بعید ہے کہ ان سواریوں کے عادیوں کو اس دور دراز کے راستہ میں پیدل چلائیں، میرے فرشتو! تم ان کے لئے ان کی بھیجی ہوئی سواریوں کو جنت سے لے جاؤ۔ فرشتہ عرض کریں گے وہ کونسی سواریاں ہیں حکم ہوگا وہ جو قربانیاں کئے ہیں، اس کو ان کے لئے سواریاں بنا دیں وہ لوگ قربانیوں کی سواریوں پر سوار ہوکر اپنے اللہ کی طرف روانہ ہونگے، یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں دوسروں پر ظلم نہ کیا ہوگا۔

پھر صور میں ایک ندا ہوگی، اس کے ساتھ ہی میدان حشر کی طرف چلیں گے گناہوں کا بوجھ لئے ہوئے کوئی پاؤں سے چلے گا۔ ذلت کے واسطے کسی کو منھ کے بل چلائیں گے، کوئی سواریوں پر ہوگا۔ اس پریشانی کے ساتھ جب میدان

قیامت میں پہونچیں گے اور جمع ہو جائیں گے، اس وقت کی ہیبت کو کیا پوچھتے ہو کہ جب ہولناک آواز ہو ہو کر سب تارے ٹوٹ ٹوٹ کر جھڑنے لگیں گے، چاند و آفتاب سیاہ ہو جائیں گے اور چالیس برس تک اس سیاہی میں ٹکراتے رہیں گے اتنے میں آواز ہو ہو کر تمام آسمان پھٹ جائیں گے اور آفتاب روشن ہو کر ستر درجہ اس سے گرمی بڑھ جائے گی، سر کے قریب کھڑا ہو جائے گا پہلے آسمان کے فرشتہ مخلوق کے اطراف حلقہ باندھ لیں گے، پھر دوسرے آسمان کے، پھر تیسرے آسمان، اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے سات حلقے بنائیں گے۔

ارے غافل انسان! ذرا سوچ کہ کس حالت میں تو خدا کے سامنے جائے گا قوی ہیکل فرشتے تجھ کو گھیرے ہوئے ہوں گے، اگر نیک ہوں تو ان کو ایسا گھیریں گے جیسے کسی حاکم کو چپراسی و خدمتگار گھیرے رہتے ہیں، لیکن گنہگاروں کو ایسا گھیریں گے جیسے کسی خونی، یا مجرم کو پولیس گھیری رہتی ہے، اب سونچ لے کہ کس طرح گھرا ہوا جانا چاہتا ہے، غرض کسی طرح بھی تجھ کو خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ ہائے کس پاؤں سے تو کھڑا ہوگا۔ کس زبان سے جواب دیگا کس دل سے تو خدا کے سوال کو سمجھیگا اگر صاحبو! آپ چاہتے ہیں کہ آج ہی معلوم ہو جائے کہ ہم کس طرح خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے تو دیکھو کہ دل کی کیا حالت ہے، اگر یہ دل دنیا سے منھ موڑ کر خدا سے لو لگایا ہے تو وہ خدا کے سامنے ایسا کھڑا ہوگا۔ جیسے کوئی حاکم کا دوست حاکم کے پاس کھڑا رہے، لیکن اگر آج حرص و بخل، طول امل و تکبر، غضب، و شہوۃ، حسد، حقد (کینہ) و عداوت وغیرہ کی بیڑیاں دل کے پاؤں میں پڑی (دامید) ہوئی ہیں تو کل خدا کے سامنے یہی اوصاف بھاری بیڑیاں بن کر پاؤں میں پڑی ہوں گی، اس لئے خدا کے سامنے ایسا کھڑا ہوگا جیسے مجرم حاکم کے سامنے کٹھرے میں کھڑا ہوتا ہے۔

ارے وہ انسان، پشتینی غلام، ارے وہ عاجز بشر، ارے وہ خاک کے پتلے، ارے وہ نجس منی سے پیدا ہونے والے، ایسے زبردست قدرت والے، ایسی عظمت و جبروت والے کا خلاف کر کے پھر اس کے سامنے کیا منھ لے کر جائے گا۔ ارے وہ

ظالم انسان! خدا کو کیا منھ دکھائے گا۔ اسی واسطے بار بار اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

ہم اور آپ کس گنتی میں ہیں، اس دن کو یاد کر کے بڑے بڑے اولیاء اللہ پریشان ہیں۔

حکایت

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک روز قبرستان میں گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک مردہ کو خاک میں ڈال رہے ہیں، آپ قبر پر کھڑے ہو کر بہت روئے اور اپنے دل میں آپ نے کہا "مالک! ایک دن وہ آتا ہے کہ تجھ کو بھی لوگ ایسا ہی لا کر خاک میں ڈال دیں گے ؎

نفرج کناں در ہوا و ہوس　　　　گذشتیم بر خاکِ بسیار کس

سیر کرتے ہوئے خواہشات نفسانی کی اور حرص میں پڑے ہوئے، بہت سے لوگوں کی قبروں پر گذر رہے ہیں ہم

کسانیکہ از ما بغیب اندر اند　　　　بیایند بر خاکِ ما بگذرند

جو لوگ ہم سے غائب ہیں، ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں، آئیں گے ہماری طرح ہمارے قبروں پر گذریں گے،

حضرت مالک بن دینارؒ وہاں سے گھر تشریف لائے اسی فکر میں بیمار ہوئے، بہت سے مرید عیادت کے لئے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا دوستو! ہم تم کو ایک وصیت کرتے ہیں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو ڈولے میں مت رکھو بلکہ میرے پاؤں میں ایک رسی باندھو، مجھ کو میرے دوست کی گلی میں ایسے لیجاؤ جیسے کتے کو کھینچتے لے جاتے ہیں، جب قبر میں رکھنا تو کہنا "الٰہی! یہ دیکھ مالک بن دینار ہے، تیرا بھاگا ہوا غلام ہے، ہم اس کو پکڑ کر لائے ہیں"۔ کل جب قبر سے نکلوں گا تو دیکھنا سیاہ رو ہوں یا سفید رو، جب نامۂ اعمال دیں گے دیکھنا سیدھے ہاتھ میں دیتے ہیں یا بائیں ہاتھ میں۔ جب ترازو میں اعمال تلیں گے، منتظر رہنا کہ طاعت کا پلڑا جھکتا ہے یا معصیت کا۔ جب یہ حکم ہوگا۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ آج اے گنہگارو! نیکوں سے علیحدہ ہو جاؤ (دنیا نہیں ہے کہ نیک بد ملے جلے رہتے تھے) تم مجھکو جنتیوں میں ڈھونڈھو یا دوزخیوں میں" آپ نے یہ وصیت فرمائی ایک ٹھنڈی سانس لی

اور انتقال فرمائے، غیب سے آواز آئی "مالکؒ کو خدا کی رحمت گھیر لی" وہ دوزخ سے خلاصی پایا اور نجات ہوئی۔

ہائے یہ لوگ گنہگار زیادہ تھے یا ہم، ان کو خدا کے سامنے جانے کا خوف زیادہ کیوں تھا، ہم کو کیوں نہیں، اصل بات یہ ہے کہ ان کو خدا کے سامنے جانے کا یقین تھا اور ہم کو نہیں، اس لئے فرماتا ہے۔ وَعْدَ اللهِ حَقًّا (خدا تم سے سچا وعدہ کرتا ہے کہ تم کو خدا کے سامنے جانا ہے)۔

لوگو! دنیا کھیت ہے یہاں نیک، و بد بو رہے ہو، ایک دن اس کی فصل کاٹو گے، اس لئے کہ یوں بھی تو عقل میں آنے کی بات ہے کہ کھیت ہو، اور فصل بھی بوئی جائے تو یقین ہے کہ ضرور ایک دن فصل کاٹی بھی جائے گی۔

ایسا ہی تم کو خدا کے سامنے جانا ہے، اگر نیکی کئے ہو تو چلو خدا کے سامنے اور ثواب لو اور اگر بدی کئے ہو تو چلو اور عذاب بھگتو ؎

جملہ دانند ایں اگر تو نگروی ✿ ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب جانتے ہیں یہ بات، اگر تو غور سے دیکھے گا، جو کچھ تو بوئے گا، ایک روز وہی کاٹے گا۔

غرض ایک دن سب کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا، تو وہاں ایک تو آفتاب کی گرمی، دوسرے کل مخلوق، فرشتے، جن وانس، چرند و پرند کی وجہ سے ایک ایسا اژدہام ہوگا کہ جس سے الگ گرمی ہوگی، اس لئے بے حد پسینہ بہے گا اور اس خیال سے کہ اب خدا کو کیا منھ دکھاؤں، جو شرمندگی و خجالت ہوگی اس سے الگ پسینہ چھوٹے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارا جائے گا کہ اگر دنیا میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، اور نیک کام کرنے سے کچھ پسینہ نکلتا تو آج شرم و حیا سے اس قدر پسینہ کیوں نکلتا۔

میدان حشر ہے، آفتاب سر پہ آیا ہوا ہے، مارے دھوپ کے پسینہ بہہ رہا ہے، دنیا میں جو کچھ کیا ہے ذرا ذرا سی بات بھلی ہو یا بری سب علانیہ سامنے دکھ رہی ہے، بہت چاہتا ہے کہ چھپا دے مگر چھپ نہیں سکتی، اندر کے بھید سب کھل گئے ہیں، اب عذر قبول ہونے کی امید نہیں، تمام اعمال مثلاً چور نقب لگا رہا ہے، زانی زنا کر رہا ہے

ایسا علانیہ (یعنی فعل کرتے ہوئے) نظر آئیں گے، جیسے بائسکوپ (سینما) میں اچھی خاصی صورتیں دکھلائی دیتی ہیں، مثلاً وہ تلوار لگی، وہ سر کٹ گیا، وہ گولا پھٹا، وہ توپ چلی۔ مخلوق یہ کر سکتی ہے، کیا خالق نہیں کر سکتا۔

غرض قیامت کے دن گنہگار گناہ کرتے نظر آئیں گے۔

اگر پولیس گھر کا محاصرہ کر لی ہو تو اس وقت کس قدر خوف ہوتا ہے، ادنیٰ حاکم سے تو اس قدر خوف ہے لیکن اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن، وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْئٍ مُّحِيْط (اللہ تعالیٰ جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے وہ تجھ کو گھیرے ہوئے ہے) کا کچھ خوف نہیں، کیا تو یہ سمجھا ہوا ہے کہ تو جو کچھ گناہ کرتا ہے اس کی خبر اللہ کو نہیں ہوتی، اگر تیرا ایسا خیال ہے تو غلط ہے، اس لئے کہ عِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ مَا لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، کوئی نہیں جانتا مگر وہی اللہ) وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وہ جانتا ہے جو خشکی اور تری میں ہے) وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ (اور کوئی پتہ درخت سے نہیں گرتا مگر اللہ اسے جان لیتا ہے) وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ، (کوئی دانہ زمین کی تاریکی میں نہیں، اور کوئی تر اور خشک (چیز) نہیں مگر یہ کہ وہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے)

غرض اتنا بڑا مجمع مگر ایک سناٹا ہے، مارے ہیبت کے کسی کے منھ سے بات تک نہیں نکلتی۔ سب چپ ہیں، اپنی اپنی دھن میں ہیں، قوی ہیکل فرشتے مجرموں کو پکڑنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ ترازو سامنے ہے۔ ہر وقت اس پر نظر ہے دل میں دل نہیں، معلوم نہیں نیکیوں کی طرف جھکتی ہے یا گناہوں کی طرف، ایک فرشتہ ترازو کے پاس کھڑا ہوا پکار رہا ہے "جس کا نیکیوں کا پلڑا جھکے گا وہ سعید ہے، جس کے گناہوں کا پلڑا جھکے گا وہ شقی ہے، فوراً اس پر دوزخ کے فرشتے مسلط ہو جاتے ہیں۔ نامۂ اعمال پر نظر ہے دیکھیں سیدھے ہاتھ میں دیتے ہیں، یا بائیں ہاتھ میں، سیدھے ہاتھ میں دینا علامت نجات کی ہے، بائیں ہاتھ میں دینا

علامت دوزخی ہونے کی ہے"۔ ایک طرف جنت طرح طرح سے آراستہ کی ہوئی موجود ہے، اس میں جو جی چاہے موجود ہے، وہ وہ چیزیں ہیں جن کو نہ آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا۔ اس میں ایک ادنیٰ بات یہ ہے کہ موتی کے ڈیرے، جس میں یاقوت کی کرسیاں رکھی ہوئیں، ریشمی فرش بچھا ہوا، چار نہریں پانی، شہد، دودھ اور شراب کی بہہ رہی ہیں، جن کے کنارے زمرد کے تخت بچھے ہوئے، زمین مشک کی، کنکریاں مرجان کی، گھاس کی جگہ زعفران اگا ہوا، خوبصورت عورتیں جن کے رنگین لباس پر نگاہ نہیں ٹھہر سکتی، ان کے دامن کو تھامنے کے لئے خادم، ناز و کرشمہ میں شہرۂ آفاق، نگاہیں ان کی شرمیلی، سونے چاندی کے پیالوں میں دور شراب چل رہا ہے، غرض یہ لطف جس کے لئے تڑپتے ہیں مگر ابھی جا نہیں سکتے،

دوسری طرف دوزخ گرجتی ہوئی کھڑی ہے کیا پوچھتے ہو کہ وہ کیا ہے تنگ جگہ ہے، سیاہ ہولناک مقام، جس میں آگ دہکتی ہوئی ہے، چھت آگ ہی آگ ہے اور گندھک میں ڈوبے ہوئے ہیں تاکہ آگ اور بھڑکے، بھاری بھاری بیڑیاں، ہتکڑیاں پڑے ہوئے، گناہوں کی سیاہی سے چہرے کالے، مشکیاں اس زور سے کسی ہوئیں کہ سر سے پاؤں ملا ہوا، پیاس سے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے، روتے روتے رخساروں کا گوشت جھڑ گیا ہے، گوکھرو کے کانٹے بچھے ہوئے اس پر منہ کے بل چلنا پڑتا ہے، اس لئے آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں، پھر فوراً اچھی ہو جاتی ہیں، چمڑے جب جل جاتے ہیں تو پھر فوراً اچھے ہو جاتے ہیں، تاکہ تکلیف برابر رہے، یہ آگ باہر جلاتی ہے، وہ اندر دل تک جلا رہی ہے پھر بچھو، سانپ کا کاٹنا الگ ہے، چو طرف سے شور ہو رہا ہے "مَالِكُ قَدْ حَقَّ عَلَيْنَا الْوَعِيدُ" پیغمبروں سے جو وعید پہونچی تھی وہ پوری ہوئی "قَدْ اَثْقَلَنَا الْحَدِيدُ" بیڑیوں کا بوجھ جان لے رہا ہے مالک (داروغہ دوزخ) چمڑے جل گئے، مالک یہاں سے نکال، دنیا میں بھیج، پھر ہم ایسا کام نہیں کریں گے، مالک سن سنکر دھتکار دیتا ہے، یہ چپ ہو جاتے ہیں۔

اس طرح کی دوزخ کھڑی ہے، اس پر پل صراط ہے، جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہے، اس پر سے ہو کر جنت میں جانا پڑتا ہے، دل دھڑک رہا ہے، پل صراط پر سے چل رہے ہیں، نیچے دیکھتے ہیں تو دوزخ کا گڑھا، اور اس کا عذاب نظر آرہا ہے پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں، پیٹھ پر گناہوں کا بوجھ لدا ہوا ہے، سنبھل سنبھل کر قدم رکھ رہا ہے، لوگوں کو دیکھ رہا ہے کہ کٹ کٹ کر دھڑا دھڑ دوزخ میں گر رہے ہیں۔ لوگ چلا رہے ہیں "فَیَا لَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ" (کاش کہ میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ پہلے بھیجتا) یَا لَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (کاش کہ میں رسول کی اطاعت کرتا) یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا (کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا، کہ اس کی دوستی میں میں تباہ ہو گیا) یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا" (کاش کہ میں مٹی ہو جاتا تو اچھا تھا) یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا (کاش کہ میں بھولا بسرا ہو جاتا تھا) یَا لَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ (کاش کہ میری ماں مجھ کو نہ جنتی تو اچھا تھا)۔

اب سوچو اس وقت کیا پریشانی ہوگی، ایسے پل صراط پر سات جگہ چھڑتی ہوگی، پہلا مقام خلوص سے خدائے تعالیٰ کا قائل تھا یا نہیں، اگر ہے تو آگے بڑھیگا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ دوسرے مقام پر نماز کا سوال ہوگا اگر ادا کیا تو آگے بڑھے گا، ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ تیسرے مقام پر زکوٰۃ کا سوال ہوگا اگر صاحب نصاب تھا اور ادا کیا ہو تو آگے بڑھے گا، ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائیگا۔ چوتھے مقام پر رمضان کا سوال ہوگا۔ اگر رمضان کے روزے رکھا تو آگے بڑھے گا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ پانچویں مقام پر حج کا سوال ہوگا۔ اگر اس پر حج فرض تھا اور اس کو بجالایا تو آگے بڑھے گا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ چھٹے مقام پر غسل وضو کا سوال ہوگا۔ اگر وضو میں اعضاء کو اچھی طرح دھویا ہوگا تو آگے بڑھیگا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ ساتویں مقام پر حقوق العباد کا سوال ہوگا۔ جن جن کے حقوق اس کے ذمہ تھے اگر ان کو ادا کیا تو آگے بڑھیگا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائیگا

دیکھ رہا ہے کہ موت کو لا کر ذبح کر دیئے، ہائے اس وقت کو جنتیوں کو خوشی ہو گی، مگر جو دوزخی ہیں ان کو بہت حسرت ہو گی کہ اگر موت ہوتی تو مر کر تو بھی عذاب سے چھوٹتے، اب تو وہ بھی نہیں۔

وہ مصیبت کا دن بھی کچھ اتنا اتنا ہے پچاس ہزار برس کا دن، پھر نہ کھانے کو ایک لقمہ، نہ پینے کو ایک گھونٹ، اس پر طرہ انتظار کی سخت تکلیف۔ آخر یہ کہیں گے جو ہونا ہے وہ ہو جائے، چاہے دوزخ میں ہی بھیجدے، مگر اس انتظار کے عذاب سے چھڑا دے، اس ہیبت کے دن کسی سفارش کرنے والے کی مجال نہیں جو دباؤ یا دھمکی سے سفارش کر سکے، کل مخلوق آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی تنگ آ کر شفاعت کے لئے انبیاء کی تلاش کریں گے، سب سے اول حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور رو رو کر عرض کریں گے آدمؑ! آپ اللہ کے خلیفہ ہیں، اللہ نے آپکو اپنے دست قدرت سے بنایا، ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا، جنت آپ کے رہنے کیلئے عطا ہوئی، کیا آج کی وہ مصیبت جو ہم پر پڑی ہے آپ نہیں دیکھتے، آدمؑ چلئے، خدا کے سامنے شفاعت کیجئے۔ شائد آپ کی شفاعت سے اللہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے، یہ سن کر حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ تم کو خبر نہیں آج اللہ کو وہ غصہ آیا ہے جو کبھی آیا تھا نہ کبھی آئے گا۔ میری مجال نہیں کہ آج میں اللہ کے حضور میں جاؤں، اور تمہارے لئے شفاعت کروں، میں خود ڈرتا ہوں کہ آج کہیں مجھ سے حساب نہ ہو، میں اللہ کی مرضی کے خلاف گیہوں کھا لیا۔

دوستو! سونچنے کی بات ہے، آدم علیہ السلام ایک دانہ گیہوں بلا مرضی کھائے۔ اس کے بدلے دو سو برس تک روتے رہے، حضرت آدمؑ کے رونے کی یہ حالت تھی کہ برسوں تک دو نالیاں آنسو کے جاری رہے کہ جس سے پرند، جانور، چوپائے وغیرہ پانی پیتے رہے، توبہ قبول ہونے کے بعد کعبہ شریف کے تیس حج پیدل کئے، اپنا قصور معاف کروائے، اس کے باوجود قیامت کے دن خدا کے سامنے جانے سے ڈرتے ہیں۔

انسان! اے آدم کی اولاد، عمر بھر تیرا کھانا مال حرام یا مشتبہ، پانی ناجائز،

لباس حرام اور ناپاک رہا۔ ہمیشہ کفر کے کلمہ، واہی تباہی اور خرافات منھ سے نکلتے رہے، جھوٹ تم بولتے رہے، نگاہ سے نامحرموں کو دیکھتے رہے، دل و دماغ میں ناجائز خیالات جماتے رہے، کانوں سے حرام آوازوں مثلاً باجہ وغیرہ اور غیبت، جھوٹ سنتے رہے، اب تم ہی انصاف سے بتاؤ کس منھ سے خدا کے سامنے جاؤ گے، الغرض حضرت آدم علیہ السلام شفاعت سے انکار فرمائیں گے، اور لوگوں کو نوح علیہ السلام کا پتہ و نام بتائیں گے اور فرمائیں گے کہ تم حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے، وہ خدا کے بڑے مقرب رسول ہیں، سینکڑوں برس راہ خدا میں پتھر کھائے ہیں، اور اپنے خون میں نہائے ہیں، لوگ مایوس ہو کر ایک ہزار برس حضرت نوحؑ کی تلاش میں رہیں گے، ہزار سال کے بعد حضرت نوحؑ سے ملاقات ہوگی، عرض کریں گے۔ آپ دنیا میں پہلے رسول ہیں، خدا نے آپ کو بڑا رتبہ دیا ہے، آج آپ ہماری حالت پر رحم کریں، اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں۔ حضرت نوحؑ فرمائیں گے "آج اللہ تعالےٰ اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ کبھی ایسا غصہ میں تھا اور نہ کبھی آئندہ آئے گا۔ مجھ کو میری پڑی ہے، دنیا میں میں نے بغیر اجازت اپنے کافر بیٹے کی شفاعت کی تھی۔ خدا ناراض ہو کر فرمایا تھا اگر پھر ایسا کئے تو نوحؑ تمہارا نام نبیوں کے دفتر سے کاٹ کر ظالموں میں لکھ دوں گا۔ بھلا ایک بیٹے کی سفارش سے مجھے یہ حکم ہوا اب میں کس طرح تمہاری شفاعت کر سکتا ہوں۔ تم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ نفسی نفسی، آج مجھے اپنی جان بچانے کی پڑی ہے۔

اللہ! تیرے غصہ سے پناہ، ساڑھے نو سو برس نبوت کرنے والے، سینکڑوں سال خدا کے راستے میں پتھر کھانے والے، ہر روز خدا کے لئے خون میں نہانے والے سالہا سال خوفِ الٰہی سے رونے والے، روتے روتے نوحؑ یعنے بہت رونے والے کا لقب پانے والے، تیرے غصہ سے ڈرتے ہیں، بھلا ہم جیسے گنہگار، بدکردار، ناپاک لوگوں کا اس دن کیا حال ہوگا۔ مَا مِنْ شَفِیْعٍ (نہیں ہے کوئی سفارش کرنیوالا) ہزار برس کے بعد یہاں سے چل کر حضرت ابراہیمؑ کے پاس جائیں گے اور عرض کرینگے

"حضرت آپ کو خدا نے اپنا خلیل بنایا ہے، نارِ نمرود کو آپ پر گلزار کیا ہے، آج ہم پر سخت مصیبت ہے، آپ ہماری شفاعت کیجئے، ہمیں اس مصیبت سے نجات دلوائیے، حضرت ابراہیمؑ فرمائیں گے "آج غضب الٰہی کی کوئی حد نہیں، میں نے اپنی عمر میں تین باتیں خلاف منھ سے نکالی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ آج ان باتوں کا سوال ہوگا۔

باوجودیکہ آپ حق پر تھے، خدا ہی کے لئے خلاف باتیں منھ سے نکالے تھے، مگر پھر بھی قیامت کے دن خوفِ الٰہی سے لرزتے، کانپتے "نفسی نفسی" پکارتے ہیں، خدا کا پیارا خلیل ایک معمولی بات کا اتنا خوف کرتا ہے اور خدا کے سامنے جانے سے ڈرتا ہے، پھر کس خیال میں ہیں، وہ لوگ جو رات دن جھوٹی گواہی دیتے، بات، بات میں جھوٹی قسمیں کھاتے، گالیاں بکتے، ہر وقت دنیا کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ کیا منھ لے کر خدا کے سامنے جائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ شفاعت سے انکار کریں گے۔ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ مَامِنْ شَفِیْعٍ۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس سب کے سب پہنچ کر عرض کریں گے، یا حضرت آج آپ ہماری تکلیف کا اندازہ فرمائیں، ہمارے حال پر رحم کریں، اللہ کے واسطے ہمارے ساتھ چلیں، ہماری شفاعت کریں، ہمیں اس مصیبت سے چھڑائیں، حضرت موسیٰؑ فرمائینگے کہ آج غضب الٰہی نہایت تیز ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کو ایسا غصہ آیا ہے جو کبھی پہلے نہ آیا تھا، موسیٰؑ کی کیا مجال جو آج حضوری میں جائے مجھ سے ایک گناہ ہوا ہے میں شفاعت کے قابل نہیں ہوں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ خدا کے حکم سے بے باپ کے پیدا ہوئے ہیں، روح الامین ان کی تائید میں رہا کرتے تھے، بڑے بڑے معجزہ ان کو عطا ہوئے تھے۔

دوستو! حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بغیر ارادہ کے ایک گناہ ہوا ہے، حضرت موسیٰؑ نے اس سے معافی بھی لے لی ہے، پھر بھی اتنا خوف ہے کہ سامنے جانے سے لرزتے ہیں، کانپتے ہیں، شفاعت کرنے سے انکار کرتے ہیں، نفسی نفسی پکارتے ہیں۔

اب غور کریں وہ مسلمان جو رات دن کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں اور کسی طرح توبہ نہیں کرتے اور بغیر توبہ کئے مر جاتے ہیں، یہ کس طرح اللہ کے حضور میں حاضر ہوں گے صاحبو! توبہ کرنے میں دیر نہ کرو، جلد توبہ کر لو، پھر اس توبہ پر قائم رہو۔

حضرت عیسیٰؑ کا پتہ معلوم ہونے سے انکو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ہزار برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملیں گے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے، اے حضرت اللہ تعالےٰ نے آپ کو رتبہ دیا ہے، کیا آپ آج ہماری اس مصیبت میں کام نہ آئیں گے، برائے خدا چلئے، ہماری شفاعت کیجئے۔ حضرت عیسیٰؑ شفاعت کرنے سے انکار فرمائیں گے آج خدا کے قہر و غضب کی حد نہیں ہے، میں کیا کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکتا ہ

یہ بھٹکنا ہر طرف کا چھوڑ دو ❊ مصطفےٰ سے عرض تم جا کر کرو

وہ اگر چاہیں یہ اُن کا کام ہے ❊ شافع محشر انہیں کا نام ہے

لوگ خاتم النبیین کا سنکر بیچین ہو کر پورے ہزار سال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہونگے اور عرض کریں گے حضور! ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں ؎

ز مہجوری بر آمد جان عالم ❊ ترحم یا نبی اللہ ترحم

آپکی جدائی سے سارے عالم کی جان نکل رہی ہے، اے اللہ کے نبی ہم پر رحم کیجئے۔

نہ آخر رحمۃ للعالمینی ❊ ز محروماں چرا غافل نشینی

آپ رحمت عالم ہیں، ہم محروموں سے کیوں آپ بے پرواہ ہیں ؎

یا محمد مصطفےٰ! فریاد ہے ❊ شافع روز جزا فریاد ہے

انبیاء کے رہنما فریاد ہے ❊ اولیاء کے بادشاہ فریاد ہے

ہوگئی کشتی غریبوں کی تباہ ❊ عاصیوں کے ناخدا فریاد ہے

یارسول اللہ لو جلدی خبر ❊ ہم پہ کیا کیا ہو گیا فریاد ہے

یا محمد سر پہ آیا آفتاب ❊ آسرا دیجئے ذرا فریاد ہے

اُف رے گرمی آفتاب حشر کی ❊ دل ہر ایک کا جل گیا فریاد ہے

ہے اِدھر میزان و پل کا دغدغہ ❊ یکطرف دوزخ جدا فریاد ہے

آپ فرمائیں گے "کہو امت" تم لوگ اتنے عرصہ سے کہاں تھے، میں سالہا سال

سے تمہارے ہی انتظار میں ہوں۔

حدیث شریف قیامت کے دن تمام پیغمبروں کے لئے منبر ہوں گے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر سب سے اونچا ہوگا۔ مگر حضرت اپنے منبر پر اس خیال سے نہ بیٹھیں گے کہ شاید میرا منبر آڑ اکر مجھ کو جنت لے جائے، میں تو جنت میں پہونچ جاؤں اور میری امت حشر میں تڑپتی پھڑکتی رہ جائے۔ سب کو معہ انبیاء لئے ہوئے خدا کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

میدانِ قیامت میں پڑھیں گے نہ الوالعزم ؎ جب تک نہ رہیں سامنے سالارِ مدینہ

جب آپ عرش کے پاس پہونچیں گے تو آپ کو مقام محمود میں بلالیا جائے گا۔ مقام محمود عرش پر ایک مقام ہے جہاں آج تک کوئی ولی، نبی، پیر، پیغمبر، فرشتہ نہ گیا۔ اور نہ سوائے آپ کے کوئی جائے گا۔ یہ مقام خاص حضرت ہی کے لئے بنایا گیا ہے، عرش بنانے سے یہی غرض تھی کہ حضرت کو عرش پر اس مقام پر بلاکر سارے عالم کو حضرت کی شان بتلائی جائے گی، سارا عالم حضرت کی تعریف کرے گا، اسلئے اس مقام کو مقام محمود کہتے ہیں، غرض آپ جب مقام محمود پر پہونچیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سامنے تجلی فرمائے گا۔ حضرت سجدہ کریں گے، آپ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اس قدر تعریف کروں گا جو کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں مجھ کو وہ الفاظ اب یاد نہیں، جب تک خدا کو منظور ہے اسی حالت میں رہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یَا مُحَمَّدُ لَیْسَ ھٰذَا مَوْضِعَ السُّجُوْدِ، اے محمد یہ سجدہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ فَارْفَعْ رَأْسَکَ۔ محمد سر اٹھاؤ (کیا کہتے ہیں کہو، سنتے ہیں) سَلْ تُعْطَ۔ کیا مانگتے ہو مانگو پاؤ گے، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ بخشدیں گے جن کو تم بخشواؤ گے، سفارش سنتے ہیں جسکی تم سفارش کرو۔

؎ کسی اور مرسل کو ہرگز نہ آیا شفیع قیامت جو ڈھب آپ کا ہے

حضرت روتے ہوئے اٹھ کر عرض کریں گے "الٰہی تیری مخلوق حشر کی گرمی سے سخت لاچار ہے، ان سے حساب لے کر انھیں نجات دے" اللہ تعالیٰ حضرت کی

درخواست منظور فرماکر حکم دے گا" انتظامات ہوکر حساب وکتاب شروع ہوجائے، اس لئے اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ (مگر اللہ کی اجازت کے بعد شفاعت کرینگے) اس استثناء سے مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کوئی اس وقت دم نہ مار سکے گا، مگر حضرت ہی اس پریشانی سے سارے عالم کو نجات دلائیں گے۔ اسی کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔

صاحبو! اتنے انبیاء ہوئے مگر شفاعت کا رتبہ صرف ہمارے حضرت کو ملنے کی وجہ کیا ہے اس کو سنو۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا رتبہ ملنے کی وجہ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر آپ نے غور نہیں فرمایا۔ ایک وقت کا واقعہ عرض کرتا ہوں ہمارے حضرت کو ابھی یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کی امت بھی دوزخ میں جائے گی، ایک روز جبرئیل علیہ السلام سے حضرت نے سنا تو آپ کو بے حد رنج ہوا، پوچھا جبرئیلؑ کیا میری امت بھی دوزخ میں جائے گی" جبرئیلؑ نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ آپ کی امت کے فاسق و فاجر گنہگار جو بغیر توبہ کے مر گئے ہیں وہ عذاب دیئے جائیں گے" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے۔ حضرت جبرئیلؑ بھی آپ کے ساتھ روتے رہے۔ جبرئیل علیہ السلام جب رخصت ہوئے، حضرت حجرہ کا دروازہ بند کر لئے۔ سوائے نماز کے کبھی باہر نہ آتے تھے۔ جب نماز کے لئے آتے تو آنکھوں سے برابر آنسو جاری رہتے، چہرہ کا رنگ زرد ہوگیا تھا اور چہرۂ مبارک فق ہوگیا تھا۔ تین۳ دن اسی طرح گزر گئے، صحابہ میں بے چینی پھیلی، حضرت ابوبکر صدیقؓ درِ دولت پر حاضر ہوئے، سلام عرض کر کے اجازت چاہے مگر حجرہ شریف سے سوائے رونے کی آواز کے کچھ نہ آیا، مایوس ہوگئے۔ حضرت عمرؓ آئے وہ بھی واپس ہوئے، حضرت سلمان فارسیؓ عاشقِ رسول آئے، روتے ہوئے درِ دولت پر کھڑے رہے، جب ان کو بھی کچھ جواب نہ ملا تو حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر حاضر ہوئے، عرض کئے "صاحبزادی، آج تین دن سے رسول اللہ ہم کو چھوڑ دیئے ہیں، حضرت کو رونے کے سوا کچھ کام نہیں ہے۔ آپ جائیں اور معلوم کریں کہ

حضرت کو کیا غم ہے، اتنا کیوں غم ہے" یہ سن کر حضرت فاطمہؓ در دولت پر حاضر ہوئیں عرض کیا "باوا فاطمہؓ حاضر ہے" حضرت سر سجدہ سے اٹھائے، فاطمہؓ کے لئے دروازہ کھولے "چہرہ مبارک زرد تھا، رخساروں پر روتے روتے زخم پڑ گئے تھے، عرض کئے "باوا کیوں آپ اتنا رو رہے ہیں" حضرت فرمائے "بیٹا! میری امت کے غم نے مجھے بے چین کیا، میری امت کا غم میرے دل سے کسی طرح کم نہیں ہوتا" ایسے میں جبرئیلؑ آئے اور خدا کا پیام پہونچائے، بہت کچھ آپ کو تسلی دی گئی۔

میرے دوستو! یہ واقعہ تو آپ سن چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک لاکھوں پیغمبر آئے، لیکن امت کے لئے رونا، یہ غم کرنا، یہ صدمہ اٹھانا کسی میں دیکھا نہ سنا، امت کے لئے رونا، یہ غم کھانا ہمارے حضرت کا ہی حصہ ہے، امت میں سے بروں کے لئے کوئی نبی نہیں رویا، بروں کے لئے یہ رونا، یہ آنسو بہانا ہمارے حضرت ہی کا خاصہ ہے۔ خدائے تعالےٰ کے دربار میں رونے کا بدلا خوشی ہے، آنسو بہانے کا ثمرہ خوشی ہے۔

ناگرید طفل کئی جوشد لبن ؎ ناگرید ابر کئی خندد چمن

بچہ کے رونے سے ماں کے سینہ دودھ ابلتا ہے، ابر کے رونے سے چمن میں رونق آتی ہے خشک بادل چمن کو ہرا بھرا نہیں کر سکتے، بے دودھ کی چھاتی والی ماں بچہ کو پال نہیں سکتی، حضرت کے آنسو گنہگاروں کے لئے جنت کا چمن آباد کرائیں گے گنہگاروں کو دوبارہ زندگی دلائیں گے، خلاصہ یہ ہے کہ اور نبی نہ امت کیلئے روئے، نہ شفاعت کا حق ان کو ملا، حضرت گنہگاروں کے لئے روتے رہے، اس لئے حضرت کو شفاعت کا حق ملا۔

حضرت ہی کو شفاعت کا حق ملنے کی ایک اور وجہ ہے وہ یہ کہ مرنے والے کو وہ شخص کلمہ کی تلقین کرے، جو مرنے والے کا خیر خواہ ہو، اس کے مرنے سے خوش ہونے والا نہ ہو، اسی سے حضرت کو شفاعت ملنے کا راز سمجھ میں آسکتا ہے۔

حدیث شریف	ہر ایک نبی کو خدائے تعالیٰ ایک مقبول دعا عطا فرمایا

تمام نبیوں نے وہ دُعا امت پر عذاب مانگ کر ختم کر دی، مگر حضرت اس دُعا کو محفوظ رکھے، قیامت میں اس دُعا سے امت کی مغفرت کا انتظام فرمائیں گے، بد دُعا کرنیوالے اپنی دُعاؤں سے امت کی ہلاکت چاہنے والے، کیسے شفاعت کے مستحق ہو سکتے ہیں اور وہ نبی کہ جس نے اپنی ساری عمر خیر خواہی میں گزاری، وہی شفاعت کر سکتا ہے ہائے خیر خواہی بھی کیسی، بد دُعا کیا کرتے، پہلے ہی خدائے تعالےٰ سے عرض کئے ہیں کہ اگر میں کسی شخص کو بد دعا کروں یا بُرا کہوں تو الٰہی میری اس بد دعا کو اسکے لئے رحمت بنائیے، میری بد دُعا کی وجہ سے اس بندہ کو اور زیادہ مقرب بنائیے۔

مسلمانو! سوچو، رحمت کا کیا ٹھکانا ہے کہ جس نے اپنی بد دعا کو بھی سبب رحمت الٰہی و قرب الٰہی بنایا ہو تو اس سے زیادہ اور کون خیر خواہ ہوگا۔ اسلئے شفاعت کا حق اسی نبی کو دیا گیا۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی شان تو پیغمبروں نے دیکھ لی، معلوم ہوگیا کہ انسانی علم کے سامنے فرشتوں کی کچھ حقیقت نہیں، مگر قرب الٰہی میں فرشتوں کو ناز تھا۔ ایسے موقع پر کہ سارا عالم مصیبت زدہ ہے، کسی کی زبان اُٹھ نہیں سکتی، کیا پیغمبر اور کیا فرشتہ، مارے ہیبت کے سب خاموش ہیں، حضور بڑھکر شفاعت کریں، اس سے سب کو قائل ہونا پڑتا ہے کہ قرب الٰہی اس کو کہتے ہیں، نبوت کی طرح قرب الٰہی بھی اس نبی پر ختم ہوگیا۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک معجزہ دیا گیا تھا کہ لاٹھی اژدھا ہوجاتی تھی، جب فرعون کے ہزارہا ساحروں نے سحر سے ہزاروں لکڑیوں اور رسیوں کو سانپ بنا کر چھوڑا تو حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی پلک جھپکنے تک سب سحر کو نابود کر دی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاٹھی کا معجزہ نہیں دیا گیا تھا۔ لاٹھی کے بدلہ میں شفاعت دی گئی۔ لاٹھی ہزارہا سحر کو ایک آن میں نابود کر دی، آپ کی شفاعت بھی گنہگاروں کے گناہوں کو کہ یہ بھی شیطان کے سحر ہیں، ایک آن میں نابود کر دیں گے، اسی واسطے حضرت کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا (آپ روشن آفتاب ہیں) فرمایا، سراج سے مراد آفتاب ہے، جیسے آفتاب تمام دنیا پر بد دیکھ رہا جیل

وزمین پر، غرض ہر چیز پر چمکتا ہے، ایسا ہی آپ کی شفاعت کا نور ہر ایک انسان پر چمکے گا اس لئے آپ کو سِرَاجًا مُنِیْرًا کہا گیا۔ شفاعت کبریٰ عطا ہوئی جو کافروں کو تک عطا ہوگی، یہاں شفاعت سے مراد مغفرت نہیں بلکہ حساب وکتاب کا شروع کروانا مراد ہے، یہ کسی پیغمبر سے نہ ہوسکے گا۔ ہمارے حضرت حساب وکتاب شروع کروا کر انتظار کی تکلیف سے مومن ہو یا غیر مومن سب کو نجات دلائیں گے، یہی شفاعت کبریٰ ہے۔

شفاعت کے اعتبار سے حضرت کو آفتاب کہنا نہایت پھبتی ہوئی مثال ہے شفاعت صغریٰ خاص آپ کی امت کے لئے ہی ہوگی، اس لئے کہ آفتاب اسی چیز کو روشن کرتا ہے جو اس کے مقابل ہو اور جو چیز اس کے مقابل نہ ہو اس کو روشن نہیں کرسکتا جیسے چھت کو، لیکن اگر ایک طشت کو پانی سے بھر دیں تو اس وقت آفتاب کی روشنی پانی میں سے ہو کر چھت کو منور کریگی، ایسا ہی رحمت الٰہی کا آفتاب ارواح انبیاء کو منور کرتا ہے اور انبیاء کا عکس تابعین انبیاء پر ان کے ماننے والوں پر ہوگا لیکن جو طشت کے مقابل نہ ہو، وہ منور نہ ہوگا۔ ایسا ہی جو نبی کا تابع نہ ہو جتنے کافر تو ان کو شفاعت صغریٰ نہ ہوگی، اسی لئے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّامِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ (شفاعت کرنے والا نہ ہوگا مگر اللہ کی اجازت سے) کہ کفار کے لئے اذن نہ ہوگا۔

شفاعت کا فلسفہ یہ ہے کہ کامل اپنے کمال کے ظاہر کرنیکی کوشش کرتا ہے، مگر وہ کمال ایسا احاطہ کرے کہ اپنے تابعین کے نقصانوں (گناہوں) کو ڈھانپ کر کامل (دفع گناہ) کرکے دکھائے، یہ صرف منجانب اللہ ہے اسی لئے فرماتا ہے اِلَّامِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ، اسلئے کہ جن کی نسبت خدا کو منظور نہ ہوگا وہ ایک زمانہ دراز تک شفاعت سے محروم رہیں گے خدا ہم کو ان میں نہ کرے۔

صاحبو! یہ نبی جو قیامت میں اس طرح کام آئیں گے تو دنیا میں آپ ان کے کیا حق ادا کر رہے ہو، خدا کی رحمت ڈھونڈھنے والو! اگر خدا کی رحمت چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ قیامت کے میدان میں خدا کی رحمت میں پناہ لو تو آؤ رحمۃ للعالمین کے در پر آؤ، اسی در پر خدا کی رحمت بٹتی ہے، کون رحمۃ للعالمین ؟ وہی جنکا نام مبارک

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آسمانی کتابوں میں جن کی مدح و ثنا ہے، جن کو خدا نے توفیق دی انھوں نے اپنی اپنی کتابوں سے حضرت کو ملا کر دیکھ لئے، قربان ہو گئے، مسلمان ہو گئے، حضرت کا وصف پہلی کتابوں میں ہونا تعجب نہیں، آقا کے ساتھ ہم غلاموں کا بھی وصف پچھلی کتابوں میں اللہ تعالٰی نے لکھا ہے، اللہ اللہ کیسے خوش تقدیر ہو ہم تمہاری تعریف پچھلی آسمانی کتابوں میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالٰی سے عرض کیا "الٰہی میں نے توریت میں دیکھا کہ اس میں آپ لکھے ہیں کہ آخر زمانے میں ایک امت پیدا ہوگی پیدا ہوگی سب کے آخر میں اور جنت میں جائے گی سب سے پہلے، نیک بات بتانا اور برائی سے روکنا انکا طریقہ ہوگا۔ ان کی کتاب الٰہی ان کے سینوں میں رہے گی (حفظ کریں گے) نیکی کا ارادہ کریں گے تو ایک ایک نیکی کا۔ لیکن اس ایک نیکی کے عمل پر دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک کا ثواب ملے گا۔ برائی کے ارادہ سے برائی نہیں لکھی جائیگی اور وہ غُرٌّ مُّحَجَّلُ، چکیلیاں لئے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور چہرہ وضو کے اثر سے منور رہیگا پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائیں گے، پانچ وقت کی نماز پڑھیں گے، ٹخنوں کے اوپر پائجامہ یا تہ بند ہوگا، آفتاب کے وقتوں کا لحاظ رکھیں گے، ان کا منادی ندا کرے گا۔ ان کی نیکیوں کی شفاعت سے بدوں کو بخشوں گا۔ بہت صبر کرنے والے ہوں گے، ان کے گناہ ان کے وضو سے دھل جائیں گے۔ نماز کا ثواب زاید رہا۔ تیرے ذکر کی طرف ایسے رجوع ہوں گے جیسے چڑیا اپنے گھونسلے کی طرف، غصہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھیں گے اور جھگڑے کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہ کہیں گے، ان کے اعمال اور ارواح کے لئے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے، ملائیکہ انھیں بشارت دیں گے۔ ان پر تو صلوٰۃ بھیجے گا۔ ان کی نیکیاں بے حساب ہوں گی، متوسط، آسان سوال کے بعد جنت میں جائیں گے، گنہگاروں کی مغفرت ہوگی، ان پر قیامت میں آسانی ہوگی، انکی فضیلت کو کوئی امت نہیں پائے گی، اپنے گھروں میں مریں گے اور شہید ہوں گے، دین کی باتوں میں کسی ملامت کرنے والے کے ملامت کی پروا نہیں کریں گے، مومنوں کے

سامنے عاجز، لیکن کافروں پر سخت ہوں گے، ان کے مولوی، عالم، نبیوں کے درجے کے ہوں گے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی یہ کون لوگ ہیں" ارشاد ہوا "موسیٰؑ، یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں"۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "آہا کیا خوش تقدیر امت ہے، پروردگار مجھ کو اس امت میں بنا"۔ حکم ہوا "نہیں موسیٰؑ ابھی ان کو آنے میں بہت دن ہیں، تم کو میں نے رسول بنایا، اپنی باتیں سناتا ہوں، کیا یہی بس نہیں"۔

غرض اگر خدا کی طرف کا سیدھا راستہ چاہتے ہو کہ جس راستہ سے خدا کی رحمت تم پر آئے تو اس نبی کی اتباع کرو، ان کی اتباع سے سنگ دل، نرم دل ہو جاتا ہے، فاسق و فاجر پرہیزگار کہلاتا ہے۔ ان کی پیروی سے پرلے درجہ کا خدا کا دشمن، خدا کا پیارا دوست بن جاتا ہے، جس کی گردن میں لعنت کا طوق ہو وہ اس نبی کی فرمانبرداری سے مولیٰ کی خلعت سے سرفراز ہوتا ہے، اسی واسطے حضرت فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جو میرے طریقہ کو تھام لے گا۔ اس کو سنو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ حضرت حاتم زاہدیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بلا پرہیزگاری کے محبت الٰہی کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، اور جو بلا اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت کی محبت کا دم بھرے وہ بھی جھوٹا ہے۔

حکایت

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر میں نے عمل کیا، افسوس کہ ایک رہ گئی کہ اسکے ادا کرنے کی بڑی آرزو تھی، وہ یہ کہ حضرت کو ایک لڑکی تھی، حضرت علیؓ سے نکاح کر دیئے، اور پھر بیٹی کے گھر میں بے تکلف آتے رہتے تھے، میں بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں، مگر کیا کروں مجھ کو بیٹی نہیں ہے، یہ ہیں پیروی کرنے والے۔

حدیث شریف

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، دن بدن دبلے ہو رہے تھے، چہرہ سے رنج و غم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے "کیوں ثوبانؓ کیا حالت ہے"۔ عرض کیے "کچھ نہیں حضور جب سے

ایک خیال دل میں آرہا ہے طبیعت بیٹھی جارہی ہے" فرمائے" کہو تو ہاں کیا خیال ہے"
عرض کئے" یارسول اللہ جب آپ کو نہیں دیکھتا ہوں تو طبیعت دیوانی ہوجاتی
ہے، جنت میں گیا بھی تو آپ کہاں اور میں کہاں یارسول اللہ" بے آپ کے دیکھے
کیسے تسکین ہو یارسول اللہ، آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کی کیا تدبیر کروں،
اس وقت میرا کیا حال ہوگا۔ جنت دوزخ دکھائی دے گی یارسول اللہ۔ اس عاشق
کی خاطر یہ آیت اتری۔ مَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور اسکے
رسول کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں گے، جنکو اللہ نے نعمت دی ہے یعنی نبیوں کے، صدیقوں کے،
شہیدوں کے اور صالحین کے (ساتھ رہیں گے) ان کی رفاقت بہترین رفاقت ہوگی۔

حدیث شریف میری سنت کو دوست رکھنے والا میرا دوست، میرا دوست میرے ساتھ جنت میں جائے گا۔

مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی آرزو ہے تو چار دن
تکلیف اٹھالو، پھر ہمیشہ رسول اللہ کے ساتھ رہو، حضرت کی تابعداری کرو، حضرت
کی سنتوں پر عمل کرو، درود شریف کثرت سے پڑھو پھر ہمیشہ حضور کے ساتھ رہو،
مسلمانو! انصاف کرو، کیا ہم رسول اللہ کی تابعداری کر رہے ہیں، یا ہم اپنے
نفس کی تابعداری کر رہے ہیں، دنیا کو ترجیح دے رہے ہیں، آزما لیجئے۔ دنیا و آخرت
کا کام ہمارے سامنے ایسا آجائے کہ ایک کے کرنے سے دوسرا بگڑ جائے تو دنیا کو
لیں گے، آخرت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اپنی رائے میں سڑے ہوئے ہیں، کسی کی
کوئی سنتا ہی نہیں، کسی کو نماز کا یا جماعت کا اہتمام نہیں، کسی کو رشوت و ظلم
کرنے سے ڈر نہیں، کوئی نشہ باز ہے، نشہ کی چیز بیچ کر نفع اٹھا رہا ہے، کوئی شرک
و بدعت کو دین سمجھ کر کر رہا ہے، سود کے معاملات ہو رہے ہیں، جھوٹی گواہیاں
دی جارہی ہیں، جھوٹے تمسکات لکھے جارہے ہیں، خدا کے لئے بیچ فرمائیے کیا یہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے یا نفس کی، اپنی حالت کو سنبھالو، جلد خبر لو، ہم میں تین قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) ایک وہ ہیں کہ جن کو صرف حضرت کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے، نہ آپ کی تابعداری ہے نہ آپ کی دل میں تعظیم، سارے احکام میں حضرت کے خلاف، اور پھر عاشق رسول۔ اچھے عاشق رسول ہیں، ہائے بیوی بچوں کی محبت سب کو ہوتی ہے، ان کے خلاف کرنے، ان کو ناراض کرنے دل نہیں چاہتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنے اور ان کو ناراض کرنے کیسے دل چاہ رہا ہے، سر سے پیر تک خلاف رسول ڈوبے ہوئے ہیں بھلا یہ بھی کہیں عاشقوں کا طریقہ ہوتا ہے، عجب محبت ہے کہ عاشق کو معشوق کے ناراض ہو جانے کی کچھ پرواہ نہیں، میں بہ قسم کہتا ہوں کہ جو برتاؤ محبت رسول کا دعویٰ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ساتھ کر رہے ہو، اگر کوئی ہمارے ساتھ بھی زبان سے محبت کا دعویٰ کرکے وہی برتاؤ کرے، کوئی حکم بجا نہ لاوے تو وہ محبت کو منھ پر الٹے مار دیں گے، افسوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی برتاؤ کرکے پھر خوش ہیں، ذرا نہیں ڈرتے، یہ محبت بھی اسی قابل ہے کہ الٹی منھ پر ماری جائے، کیا حضرت عبداللہ بن مبارک کے اشعار بھول گئے ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ

نافرمانی کرتا ہے اللہ کے رسول کی، اور پھر ان کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔

هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ

یہ میرے جان کی قسم عجب نادر چیز ہے۔

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اطاعت کرتا رسول کی۔

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

بیشک محبت کرنے والا کہ جس سے محبت کرتا ہو تو اس کی ضرور اطاعت کرتا رہتا ہے۔

عاشق کی طرف سے محبوب کو تکلیف پہونچے اور پھر وہ چین سے رہے یہی محبت ہے

عاشق تو چاہتا ہے کہ اپنے معشوق کا ہمیشہ دل ٹھنڈا رہے یا معشوق کو ایذا پہنچتی رہے سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت سے کتنی محبت تھی، یہ حالت تھی کہ رات رات بھر کھڑے کھڑے قدم مبارک ورم کر جاتے صرف آپ امت کے لئے دعا کرتے رہتے تھے، ایک بار ساری رات اسی آیت کو پڑھتے ہوئے گزر گئی، ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم

اگر آپ ان کو عذاب دینا چاہیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، آپ کو ہر طرح اختیار ہے آپ زبردست قادر بھی ہیں، اگر آپ ان کو بخشدیں تو کیا مشکل ہے، ساری رات اسی میں گزر گئی، ہم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہائے ہمارے لئے آپکی یہ حالت تھی، نہ ہم تھے نہ ہماری طرف سے مغفرت کی خواہش تھی، ہمارے بے کہے حضرت نے ہماری درخواست پیش کر دی، غرض حضرت کو ہم سے اس قدر محبت ہے۔ اب ہم حضرت کو اس محبت کا کیا بدلہ دیرہے ہیں، ہر پیر و جمعرات کو ہمارے اعمال پیش ہوا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کیا اور فلاں نے یہ، کوئی شراب سینہ ھی پی رہا ہو، کوئی رشوت لیتا ہو، کوئی سود لے رہا ہے، کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہے، کوئی بے نمازی ہے، کوئی نمازیوں پر اُلٹے ہنستا ہے ان سب باتوں کی حضور کو اطلاع ہو رہی ہے، کس قدر آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی،

صاحبو! اس ضمن میں ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں سنو، صحابہ کو سب نفس کے تقاضے تھے مگر کس طرح وہ نفس کو دباتے تھے، جب کہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر سکتے تھے۔

حدیث شریف ایک بار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کچھ تکرار ہو گئی، حضرت عمرؓ کی باتوں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو غصہ آ گیا، عمرؓ بھی خفا ہو کر چلے گئے، یہاں تک تو نفس کا لگاؤ تھا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری غلبہ کرتی، ارشاد ہے کہ دو بھائی مسلمان لڑتے ہوں تو جو سبقت کرکے بات کرے گا اس کا یہ مرتبہ ہے، فوراً اسی وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے جاتے ہیں، "عمرؓ جانے دو، درگزر کرو"، حضرت عمرؓ اپنے غصہ میں کب سنتے تھے، اپنے گھر جا کر دروازہ

بند کرلئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے اپنے یارِ جاں نثار ابوبکرؓ کے چہرے سے پہچان لیا، فرمائے:۔ صَاحِبُکُمْ غَامِرٌ. تمہارے ساتھی ابوبکرؓ کسی سے لڑے ہوئے آرہے ہیں، ادھر حضرت عمرؓ بھی اپنے نفس پر غالب آئے، نادم ہوکر دربار حضور میں آئے، جاتے کہاں سب کا مرجع ایک ہی ہے، حضرت سے تمام قصہ عرض کئے۔ سنا ہی تھا مزاج مبارک برہم ہوا غصہ میں بھرے ہوئے فرمانے لگے لوگو! ھَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ، کیا تم میری خاطر سے میرے دوست ابوبکرؓ کو ستانا نہ چھوڑو گے، جب میں نے کہا:۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوکر تمہارے پاس آیا ہوں) تو سب نے کہا کذاب جھوٹا ہے اور ابوبکرؓ نے کہا صَدَقْتَ آپ سچ فرماتے ہیں ابوبکرؓ بار بار کہتے تھے یا رسول اللہ میری خطا ہے، میں نے زیادتی کی ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ نفس کے تابعدار نہیں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار تھے

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات اور عنایات امت کے حال پر ہیں اس کے لحاظ سے حضرت کے اس قدر حقوق امت کی گردن پر ہیں کہ قیامت تک امت حضرت کے حقوق کو ادا کر کے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر ہزارہا حق ہیں۔ ان میں تین بڑے حق ہیں اور حق کو تو امت کیا ادا کرتی، اگر ان تین حق کو بھی ادا کرے تو غنیمت ہے۔ صاحبو! آپ سوچو کہ آپ ان تینوں میں سے کونسے حق کو ادا کر رہے ہیں:۔

(۱) پہلا حق تابعداری کرنا ہے۔

(۲) دوسرا حق آپ کی تعظیم کرنا اور عظمت کرنا ہے

(۳) تیسرا حق آپ کی محبت رکھنا ہے۔

افسوس ہم میں کئی قسم کے لوگ ہیں کہ کسی نے ایک حق کو لے لیا اور دوسرے حق کو چھوڑ رہے ہیں، اکثر وہ ہیں کہ ان کو حضرت کی محبت کا دعویٰ ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم حضرت کی حق محبت کو ادا کر رہے ہیں، اگر وہ ذرا اپنے دل میں سوچیں کہ وہ دوسرے

دو حق جو محبت کے لئے ضروری ہیں، وہ کس طرح ادا کر رہے ہیں، کیا حضرت کی تابعداری ادا کر رہے ہیں، اسی کو تفصیل سے عرض کر چکا ہوں۔

محبت کی بڑی علامت یہ ہے کہ عاشق کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہوتا جو معشوق کا ارادہ ہو وہی اس کا ارادہ ہوتا ہے، اگر کسی عورت سے کسی کی محبت ہو جائے اور وہ کہے کہ تمہاری تمام جائداد بیچ کر استنار دیدیا لادو، جب دیکھتا ہے کہ محبوبہ کا یہ ارادہ ہے تو اب اس کا کچھ ارادہ نہیں، اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ میری محبوبہ نے اپنے راضی ہونے کی ایک صورت تو نکالی، ایک مردار عورت کی محبت میں تو یہ تابعداری، اور حضرت کی محبت صرف زبانی، تابعداری ضروری نہیں، سوچئے کیا غضب کر رہے ہو۔ صاحبو! میں یہ نہیں کہتا کہ گناہ ہونا محبت کے خلاف ہے، تابعداری کے خلاف ہے، صحابہ سے بھی تو گناہ ہوئے ہیں، مگر ان کو محبت بھی تھی اور تابعداری بھی تھی، پھر بات کیا ہے، سنئے ایک تو وہ شخص ہے جس کو ہر وقت اللہ اور رسول کی ہی دھن ہے، خدا اور رسول کی محبت میں جان و مال و آبرو قربان کرنے میں ذرا بھی آگے نہیں کرتا۔ پھر کسی وقت شیطان نے دھوکہ دیدیا یا نفس کی شرارت غالب آگئی اور گناہ ہو گیا، پھر گناہ کر کے چین سے نہیں بیٹھتا۔ جب گناہ سے فارغ ہوا اور آنکھیں کھلیں، تڑپ گیا اور بیقرار ہو گیا کہ ہائے کیا کروں، میرا خدا اور رسول مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں گے، اب خدا اور رسول کو کس طرح راضی کروں، کیا اس شخص کی حالت ہی سے آپ کو پتہ نہیں لگتا کہ خدا اور رسول کی اس کو کتنی محبت ہے، تابعداری کے لئے کس قدر تڑپ رہا ہے، ایک بات میں تابعداری نہیں ہوئی، کس قدر بے چین ہے۔

حدیث شریف حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے زنا کی حرکت ہو گئی۔ فوراً بیقرار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں عرض کئے "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ طَہِّرْنِیْ فَقَدْ ھَلَکْتُ۔ یارسول اللہ میں تباہ ہو گیا، مجھ کو پاک کیجئے۔ تنہائی میں بھی نہیں کہا، ایسے خدا کے خوف سے بے چین ہوئے کہ مجمع میں آکر زنا کا اقرار کئے، نہ آبرو کا خیال نہ بدنامی کا غم۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا

تین بار حضرت ٹالتے رہے، اس خیال سے کہ مخفی توبہ کرے، مگر خدا اور رسول کی محبت رکھنے والا تابعدار کہیں ٹلتا ہے، ان کو تو خدا پر جان قربان کرنے کی دھن لگی ہوئی تھی صاف صاف بیان کر دیا۔ آپ نے رجم کا حکم دیدیا۔ ایک صحابی پر ماعزؓ کے خون کے قطرے گرے، انھوں نے کوئی برا لفظ کہا، حضرت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ماعزؓ ایسی توبہ کئے ہیں کہ اگر تمام مدینہ والوں کو بانٹ دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے، جس مغفرت کے ہزار ہا حصہ کرنے کے بعد بھی مغفرت ہو جاتی ہو تو خود انکے لئے کسقدر مغفرت ہوئی ہوگی۔

ایں خطا از صد ثواب اولیٰ تر است

یہ خطا ہزاروں ثواب سے بہتر ہے۔

ایک ایسی محبت کرنے والا ہے کہ ذرا تابعداری میں خلاف ہوگیا تو یوں تڑپ جاتا ہے، اور ایک وہ شخص ہے کہ جس کو کبھی خدا اور رسول کا اٹھتے بیٹھتے بھی خیال نہیں آتا۔ شریعت کو دو پیسے میں بیچ ڈالنا اس کو گوارا ہے، جس وقت جو جی میں آئے کر گزرتا ہے، ہر کام میں بے ڈر ہے، حلال و حرام کی تمیز نہیں، گناہ کرنے کے بعد بھی کچھ پریشان و پشیمان نہیں ہوتا۔ کیا ایسوں کو بھی یہہ کہنے کا حق ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے محب ہیں۔ اچھی محبت ہے جن کی محبت کا دعویٰ ہے، انکی نافرمانی کرکے ان کو ایذا پہونچائی جائے۔

حکایت ایک شاعر تھے، ان کے اشعار میں درد بہت تھا، وہ فارسی اشعار لکھتے تھے، ایران میں کوئی ان کے اشعار دیکھ کر بزرگ سمجھ کر ان کے ملنے کے لئے ایران سے ہندوستان آیا۔ آکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک حجام انکے سامنے ہے اور ان کی ڈاڑھی کتر کے خشخشی کر رہا ہے، ایرانی غصہ ہوکر کہا "آغا ریش می تراشی (آغا ڈاڑھی کترواتے ہو) شاعر نے کہا "بلے ریش می تراشم مگر دل کسی نمی خراشم (داڑھی تو ترشواتا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں) بڑا گناہ دل دکھانا ہے، اس نے بے ساختہ جواب دیا "آرے آرے دل

دلِ رسول اللہ می خراشی، ہاں اور تو اور یہ تو داڑھی ترشوا کر رسول اللہ کا دل دکھا رہا ہے، جب حضرت کو یہ اطلاع دی گئی ہوگی کہ فلاں شخص سنت کے خلاف کر رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی ایذا ہوئی ہوگی، شاعر صاحب کی آنکھیں کھل گئیں، یہ شعر پڑھ رہے ہوں گے ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ⁂ مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

جزاک اللہ کہ میری آنکھ آپ نے کھول دی، جانِ جاں کے ساتھ مجھ کو ہمراز کردیے۔

تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، میں تو اندھا تھا آج معلوم ہوا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ایذا پہنچ رہی ہے، ایک شخص طبیب کی بہت تعریف کیا کرتا ہے مگر جب وہ نسخہ لکھ کر دے تو استعمال نہیں کرتا۔ کیا آپ ایسے شخص کو اچھا سمجھیں گے؟ ایسا ہی ایک شخص خود کو عاشق رسول کہے اور آپ کی بہت تعریف کرے مگر آپ کے کہنے پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کی محبت کا اعتبار کریں گے، محبت کا تو دعویٰ لیکن تابعداری کا یہ حال، عظمت کا دل میں نشان نہیں، حالانکہ محبوب کی عظمت لوازم محبت سے ہے، بادشاہ کی عظمت بادشاہ کے قانون کا خلاف نہیں کرنے دیتی، اگر رسول اللہ کی عظمت ہوتی تو سینکڑوں احکام کیوں برباد ہوتے، خوب سوچیے۔ اشعار سے پتہ لگتا ہے کہ کیسے کیسے الفاظ آپ کی شان میں کہے گئے ہیں، کیا عظمت والا ایسا ہی کرتا ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاتَّبِعُوْهُ (اتباع کرو آپ کی) رسول اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والو، تمہاری محبت کی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو، ایک اور مقام پر فرمایا وَعَزَّرُوْهُ (اور عظمت کرو آپ کی) فلاح اسی کو ملیگی جو آپ کی تعظیم کرے، بعض تو وہ ہیں کہ جو تابعداری تو کر رہے ہیں، تابعداری کا اہتمام بھی ہے مگر ان میں محبت نہیں، جس کے سبب تواضع و نرمی نہیں، تابعداری تو کرتے ہیں مگر تابعداری کا مزہ نہ ملا، کیونکہ وہ تو محبت سے ملتا ہے، ان کے دل میں حضرت کی تعظیم کا نام نہیں، جنکی تابعداری کا دعویٰ ہے، نہ ان کا نام مبارک ادب سے لیتے ہیں، نہ کبھی آپ کا ذکر مبارک شوق سے کرتے ہیں، نہ کبھی ذکر مبارک سن کر دل پر کچھ اثر ہوتا ہے، نہ درود شریف کا کوئی معمول ٹھہرائے ہیں، نہ آپ کے محبوبوں سے یعنی علماء، اولیاء اللہ، صحابہ و اہل بیت و ائمہ سے

ان کو کوئی تعلق ہے، نہ محبت ہے نہ عزت و احترام، ایسوں کے لئے فرماتا ہے:۔
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر) اوتابعداری کرنے والو فقط تابعداری
کچھ کام نہ آئے گی، آپ کی محبت بھی رکھو اس لئے کہ ایمان کہتے ہیں گرویدن کو یعنے فریفتہ ہونے
کو۔ دوسری آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں وہ سب سے
زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں) محبت خدا اور رسول لازم و ملزوم ہے۔

حدیث شریف لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ وَمِنْ
وَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (تم سے کوئی
مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے پاس اس کے ذات سے اس کے اولاد سے اس کے والد سے،
اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہوں، مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میری محبت سب سے
زیادہ نہ ہو۔

حدیث شریف لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا۔ (ہرگز مومن نہ ہوگا تم سے کوئی
جب تک کہ اللہ اور اسکا رسول ان دونوں کے سوا
سے محبوب زیادہ نہو)

ایسا ہی تعظیم بھی ہونی چاہیئے، اس لئے فرمایا وَعَزِّرُوْہُ (آپ کی عظمت کرو)
تیسری جماعت وہ زمانہ کے نئے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، آپ کی اور آپ کے
قانون کی عظمت بہت کچھ ان کے دل میں ہے، دوسرے اقوام سے مقابلہ ہوجائے تو آپ
کے اقوال و افعال کی حکمتیں بیان کرکے آپ کی عظمت دکھاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ
نکل سکتا ہے کہ دوسری قوموں پر فائق ہوکر شوکت سے زندگی بسر کرسکیں، باقی نہ ان
کو تابعداری کا خیال ہے نہ ہی محبت کا کوئی اثر پایا جاتا ہے، چونکہ دنیا انکے پیش نظر
ہے۔ بس دنیا ہی کے متعلق آپ کی سلطنت رانی وغیرہ کے احوال تلاش کرکے آپ کی
عظمت کرتے ہیں، اس لئے فرماتا ہے فَاٰمِنُوْا وَاتَّبِعُوْہُ (ایمان لاؤ اور آپ کی اتباع کرو)
حضرت کی عظمت کرنیوالو، صرف عظمت سے کام نہیں چلے گا، عظمت کے ساتھ تابعداری اور
محبت بھی کرو، غرض پورے پورے حقوق حضور کے ادا کرو، ہم مدعیانِ محبت یا مدعیانِ

عظمت یا مدعیانِ اطاعت کہیں کہ ہم سے اصلی محبت واطاعت وعظمت کیا ہوتی ہم تو نقل محبت وعظمت وتابعداری رکھتے ہیں، ہم میں اصل کہاں تو صاحبو نقل ہی سہی مگر نقل میں کم ازکم وہی صورت اور ویسی ہی ہئیت بنالینی چاہئے۔

حکایت عالمگیرؒ کی تخت نشینی کا جلسہ ہوا، تمام کام کے لوگوں کو عطایا دئیے گئے، ایک بہروپیہ بھی مانگنے آیا۔ مگر عالمگیرؒ بادشاہ عالم تھے، کس مد سے دیتے، انکار کرنا بھی آداب شاہی کے خلاف تھا۔ حیلے سے ٹالنا چاہا، اس لئے فرمایا۔ انعام تو کسی کمال پر ہونا چاہیئے، تمہارا کمال یہ ہے کہ ایسی صورت بنا کر آؤ کہ میں تم کو نہ پہچان سکوں، جب بھی وہ بھیس بدل کر آتا عالمگیرؒ پہچان لیتے، کبھی دھوکا نہ کھاتے، دھوکا دے تو انعام ملنا ٹھیرا تھا۔ اتفاق سے عالمگیرؒ کو سفر دکن درپیش ہوا، بہروپیہ داڑھی بڑھا کر مقدس لوگوں کی صورت بنا راستہ میں کسی گاؤں میں جا بیٹھا، کچھ روز کے بعد شہرت ہو گئی۔ عالمگیرؒ کی عادت تھی، جہاں جاتے وہاں کے علماء اور فقراء سے ملتے، جب وہاں پہونچے تو شہرت سن کر اوّل وزیر کو بھیجے، وزیر نے کچھ مسائل تصوف پوچھا۔ سب کا جواب معقول دیا۔ بات یہ تھی کہ اس وقت کے بہروپئے ہر فن کو حاصل کرتے تھے، وزیر نے عالمگیرؒ سے آکر بہت تعریف کی، عالمگیرؒ خود ملنے گئے، بہت دیر تک گفتگو رہی، عالمگیرؒ سمجھ گئے کہ شاہ صاحب کامل شخص ہیں، چلتے وقت ہزار اشرفیاں نذر پیش کئے۔ اس نے لات مار دی اور کہا تو اپنی طرح ہم کو بھی دنیا کا کتا خیال کرتا ہے، اس سے اور بھی بادشاہ کا اعتقاد بڑھا، واقعی استغنا عجیب چیز ہے، عالمگیرؒ لشکر میں واپس چلے آئے، پیچھے پیچھے وہ بہروپیہ بھی پہونچا۔ عرض کیا "خدا حضور کو سلامت رکھے، لائیے انعام" عالمگیرؒ نے کہا "ارے تو تھا۔" انعام دئیے اور کہا "وہ اشرفیاں کیوں نہ لیا، اس سے بڑھکر تمہیں، کیا میں تیرے سے واپس لے لیتا تھا۔" اس نے کہا "حضور اگر میں لیتا تو نقل صحیح نہیں ہوتی، کیونکہ فقیری کا روپیہ لینا فقیری کی شان کے خلاف ہے" نقل اس کو کہتے ہیں، اگر نقل کر رہے ہو تو پوری شکل بناؤ کہ تابعداری بھی ہو، عظمت بھی ہو اور محبت بھی ہو۔

حکایت حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ کو امام جلال الدین سیوطی

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں حدیث کی طرح سلسلہ وار سند سے لکھا ہے کہ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضہ مبارک پر عرض کئے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا جَدِّیْ (سلام عرض کرتا ہوں میں اے میرے جد) جواب عطا ہوا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَلَدِیْ (وعلیکم السلام اے میرے بچے حضور سے جواب ملا) جس کو تمام اہل مسجد نے سنا۔ سید احمد رفاعیؒ پر وجد کا شدید غلبہ ہوا، بڑی دیر تک روتے رہے، شدتِ شوق میں عرض کئے "نانا جان دور تھا تو اپنی روح کو حضور میں بھیج دیا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر زمین بوسی کرتی تھی، اب جسم کو بھی لایا ہوں ذرا سید ھا ہاتھ بڑھائیے کہ اس کے بوسہ سے مشرف ہوں" فوراً سیدھا دست مبارک چمک و دمک سے قبر شریف سے نکلا، ہزاروں آدمیوں نے زیارت کی اور حضرت سید احمد رفاعیؒ نے بوسہ لیا، پھر دوسرے سال حاضر ہوئے تو عرض کئے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ "تم زیارت کرکے آئے تو کیا لے کر آئے، تو میں جواب میں کیا کہوں، قبر شریف سے آواز آئی، جس کو تمام حاضرین نے سنا "تم یوں کہنا کہ ہم ہر طرح کی خیر و برکت لے کر آئے، فروع (سید احمد رفاعیؒ یعنی ولد) اصول (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جد) کے ساتھ جمع ہوئے، اور بھی تو سادات ہیں ان کو یہ بات کیوں حاصل نہ ہوئی، کمالِ اتباع، کمالِ محبت، کمالِ عظمت اس دولت کا سبب تھی، وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اس میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے والے ایک دوسرے پر سبقت کریں)۔

صاحبو! آپ سے میدان قیامت کا ذکر کیا جا رہا تھا کہ جب سب امت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگی تو آپ ان سب کو لے کر خدائے تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر فرمائیں گے "الٰہی سخت انتظار ہے حساب شروع ہو جائے"۔

دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی انتظار کرتے تھے کہ بندہ آج رجوع کر کے توبہ کریگا، کل توبہ کریگا اس انتظار کا بدلہ ہے یہ انتظار۔ یکایک خدائے تعالیٰ برآمد ہوگا سب ایسا دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند علانیہ دیکھتے ہیں، پنجوقتہ نماز پڑھنے والے سجدہ میں گر پڑیں گے اور (لوگ) گرنا چاہیں گے مگر نہیں گر سکیں گے، برآمد ہوتے ہی پہلا حکم یہ دینگے

"جبرئیل دوزخ لاؤ" دوزخ لائی جائے گی' اس وقت گنہگار تو کیا نبی' ولی بھی مارے ہیبت کے زمین پر گر جائیں گے پھر یہ فرمائے گا اَلَمْ اُنْعِمْ عَلَیْکَ بِالشَّبَابِ (کیا میں تجھ کو جوانی کی نعمت نہیں دیا تھا)، فَفِیْمَا ذَا اَبْلَیْتَہٗ (کس میں تو اس جوانی کو ختم کیا)۔

اَلَمْ اُمْھِلْ لَکَ فِی الْعُمُرِ (کیا میں تجھ کو عمر دے کر مہلت نہیں دیا تھا)۔

فَفِیْمَا ذَا اَفْنَیْتَہٗ (کس چیز میں تو اپنی عمر پوری کیا)۔

اَلَمْ اَرْزُقْكَ الْمَالَ (کیا میں تجھ کو مال نہیں دیا تھا)۔

فَمِنْ اَیْنَ اکْتَسَبْتَہٗ وَ فِیْمَا ذَا اَنْفَقْتَہٗ (کہاں سے اسکو کمایا اور کس میں اسکو خرچ کیا)۔

اَلَمْ اُکْرِمْتُكَ بِالْعِلْمِ (کیا میں تجھ کو علم کی عزت نہیں دیا تھا)۔

فَمَا ذَا عَمِلْتَ (کس طرح علم پر تو عمل کیا)۔

ایک ایک کا سوال شروع ہو جائے گا۔ سب امتوں سے پہلے اس امت کا حساب ہوگا۔ تاکہ جلد فیصلہ ہو جائے' حکم ہوگا یا محمدؐ اپنی امت کا حساب شروع کر دائیے' آپ ابوبکر صدیقؓ سے فرمائیں گے "صدیقؓ حساب دو" وہ عرض کریں گے "حضور پہلے اس بڈھے کو بڑھاتے ہو" حضرت فرمائیں گے "صدیقؓ تمہارے اعمال پر مجھے ناز ہے تم پیچھے ہٹو گے تو پھر کس کو بڑھاؤں۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ' پھر حضرت عثمانؓ کی باری آئے گی' حکم ہوگا "یا محمدؐ' عثمانؓ بڑی حیا والے ہیں' میرے سامنے نہیں ٹھیر سکتے' ہم نے ان کا حساب معاف کیا" اس کے بعد حضرت علیؓ کا جو زاہدوں کے سردار تھے حساب ہوگا' یہاں تھا ہی کیا دو باتوں میں حساب ہو کر الگ ہو جائیں گے' پھر ایک ایک کا حساب شروع ہو جائیگا اللہ تعالےٰ فرمائے گا یَا ابْنَ آدَمَ مَا عَمِلْتَ (اے ابن آدمؑ کیا عمل کیا تو)۔

یَا ابْنَ آدَمَ مَا غَرَّكَ بِیْ (اے ابن آدمؑ میرے متعلق کس چیز نے تجھکو دھوکہ دیا)

یَا ابْنَ آدَمَ اَلَمْ اَکُنْ رَقِیْبًا عَلٰی ذَنْبِكَ (اے ابن آدمؑ کیا میں تیرے گناہ کو نہیں دیکھ رہا تھا)

یَا ابْنَ آدَمَ مَا ذَا اَجَبْتَ الْمُرْسَلِیْنَ (اے ابن آدمؑ تو پیغمبروں کو کیا جواب دیا)۔

ہاتھ پاؤں خود گواہی دیں گے وہ جھلائیگا کہ تم ہی میرے دشمن بن گئے ہو' وہ کہینگے تیری سنیں یا اس کی جس نے ہم کو پیدا کیا ہے۔

کسی کا بچہ فوجداری میں گرفتار ہو تو اس وقت اس کے باپ کی پریشانی کو سوچو، کبھی پولیس میں دوڑتا ہے تو کبھی کچہری میں، کبھی وکیلوں کے پاس اور کبھی کہیں سفارش کروائے، اس سے ہزار حصے بڑھکر پریشانی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک امتی کے لئے ہوگی، کبھی حضور میزان پر ہیں تو کبھی حوض کوثر پر اور کبھی پل صراط پر، یَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے میرے پروردگار انکو سلامتی سے پہنچانا) فرماتے ہیں، حساب شروع کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا فرمائے گا یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ جس دن جمع کریگا اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو تو فرمائیگا معلوم ہے تمہاری امت نے تم کو کیا جواب دیا تھا، اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت سوال کی ایسی دہشت ہوگی کہ دل ٹھکانے نہیں رہیگا، اور لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (پروردگار ہم کو نہیں معلوم) کہیں گے، پھر ذرا سنبھل کر جواب دیں گے "الٰہی ہم نے تیرے احکام پہونچا دیئے، وہ انکار ہی کرتے رہے، امت کہے گی "ہم کو نہیں پہونچائے" تو یہ امت گواہی دیگی، وہ امت کے لوگ کہیں گے امت محمدی کی گواہی کیسے قبول کی جاتی ہے، حالانکہ وہ ہمارے زمانے میں نہیں تھے، امت محمدی کہے گی کہ ہم پر قرآن اترا تھا، اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک پیغمبر نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی امت کو آپ کا پیغام پہنچا دیا۔ گواہوں پر تزکیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائینگے

میدانِ قیامت اور رمضان

مسلمانو! ایسا دن پیش آنے والا ہے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہو، دیکھو نیک اعمال اس کی تیاری ہیں، ذرا یہ حدیث سوچو، لوگ قبروں سے اٹھ کر بھوکے پیاسے میدانِ قیامت میں کھڑے ہیں، ادھر خدائے تعالےٰ رضوان کو حکم دیں گے "رضوان! روزہ دار بھی قبروں سے اٹھے ہیں، دنیا میں بے روزہ دار کھاتے پیتے تھے اور یہ روزہ دار میرے واسطے بھوکے پیاسے تھے، آج اس کا بدلہ ہو، لوگ میدانِ حشر میں بھوکے پیاسے رہیں اور یہ کھاتے پیتے، ان کو جنت کا انتظار مت کرواؤ، اور میدانِ قیامت میں ہی ان کی ضیافت کرو" یہ سنتے ہی رضوان آواز دے گا، غلمان طرح طرح کے

میوے، کھانے اور شراب لے کر دوڑیں گے، رضوان ان کو "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (آج کھاؤ اور پیو تم کو خوشگوار ہو یہ بدلہ ہے ان دنوں کا، جو رمضان میں کھانے پینے کو چھوڑے ہوئے تھے) کہکر کھلائیں گے ادھر حساب کتاب ہوتا رہے گا۔ ادھر روزہ دار مزے میں رہیں گے اور عین حساب کے وقت پہونچیں گے اگر اس وقت ان کو پیاس لگے گی تو یہ حوض کوثر کارخ کریں گے، فوراً رمضان سامنے آکر بھیڑ ہٹا کر حوض کوثر پر لیجا کر پانی پلائیں گے۔

حدیث اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا "میں امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور دوں گا تاکہ انکو دو اندھیریاں نہ ستائیں" حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا "الٰہی وہ دو نور کیا ہیں" فرمایا "ایک نور قرآن اور دوسرا نور رمضان" پھر عرض کیا "دو اندھیریاں کیا ہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ایک اندھیری قبر کی، اور دوسری اندھیری قیامت کی۔

قیامت کے دن چالیس برس کی اندھیری ہوگی، جس میں سب ٹکراتے رہیں گے لیکن رمضان کے روزہ دار نور میں رہیں گے، روزہ دار میزان کے پاس ہیں فکر میں ہیں کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے، حکم ہوگا "نیکیوں کے پلڑے میں وہ جو سحری کو کھانا کھائے تھے، وہ بھی لاکر ڈالو" اس لئے کہ سحری کھانا بھی انکی نیکی ہے "میزان پر رمضان یوں کام دینگے۔

حقوق العباد کا معاملہ پیش ہوگا۔ روزہ دار کے تمام نیکیوں کو جن جن کا حق ہے سب دلایا جائے گا۔ لیکن جب روزہ کی باری آئے گی حکم ہوگا "روزہ تم کو نہیں مل سکتا وہ میرے لئے ہے، البتہ اس کے بدلے میں تمہارے گناہ مٹا دئیے جاتے ہیں" مدعی کہیں گے "ہمارے گناہ روزہ داروں پر ڈالدیئے جائیں" حکم ہوگا "ہاں ڈال دیئے جائیں"

حقوق کے بدلے میں لے روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو وہ گناہ ان پر منتقل ہونگے۔ اور دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ لیکن روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو مدعیوں سے تو وہ گناہ نکل جائیں گے مگر روزہ داروں پر بھی نہیں گریں گے، کیونکہ حدیث شریف میں اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وارد ہے یعنے روزہ ڈھال ہے جو اوروں کے گناہ آنے سے روکے گا۔

روزہ دارو! روزہ کے طفیل میں روزہ بھی بچے گا، اوروں کے گناہ بھی تم پر نہیں پڑینگے مگر تمہارے اور نیکیاں تو چلی جائیں گی، اسلئے حقوق العباد سے بچتے رہو۔

غرض حقوق العباد کے معاملے میں رمضان یوں کام آئیں گے۔

حدیث روزہ دار حساب دے رہے ہوں گے کہ ایسے میں رمضان نہایت خوبصورت ہو کر اللہ تعالےٰ کے سامنے آکر سجدہ میں گر جائے گا۔

حکم ہوگا کیا مانگتا ہے مانگ" رمضان عرض کریں گے" روزہ داروں کی شفاعت" حکم ہوگا" لیجا روزہ داروں کو" رمضان رک کر کھڑا ہوگا۔ حکم ہوگا" اب کیا بولتا ہے" رمضان عرض کریں گے" سب کے سامنے تاج عزت کا پہنایا جائے گا" حکم ہوگا، فوراً" تاج پہنایا جائے" پھر رک کر کھڑا ہوگا۔ حکم ہوگا" کیوں اب کیا بولتے ہو" رمضان عرض کریں گے، الٰہی! ان کو ان کے پیغمبروں کے ہمسایہ میں جگہ دیجئے" حکم ہوگا ان کو حضرت کے ہمسایہ میں جگہ دو" پھر رک کر کھڑا ہوگا۔ حکم ہوگا" اب کیا بولتے ہو" عرض کریں گے" یہ تو میری وجہ سے ان کو ملا، ان کے ذاتی اعمال کا بدلہ، اس کا ثواب الگ دیا جائے"۔

پھر قرآن شریف کھڑے ہو کر کہیں گے" الٰہی! میں اس کی نیند کھو یا تھا، تراویح میں مجھ کو پڑھتا تھا۔ اس کا بدلہ" حکم ہوگا" اس کا ثواب دیا جائے"۔

حکایت ایک پارسی نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ رمضان کے مہینے میں بازار سے کھاتا ہوا جا رہا ہے جیسے پان وغیرہ، تو اپنے بیٹے کو مارا اور کہا او نالائق! تو مسلمانوں کے رمضان کی عزت نہیں کرتا۔ چند دنوں کے بعد وہ پارسی مر گیا، کسی نے خواب میں پارسی کو دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہوا ہے اس سے پوچھا کہ" تم! جنت میں کیسے" پارسی نے کہا" جب میرا وقت قریب آیا تو اللہ تعالےٰ نے کہا فرشتو! اس کو کفر پرست رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہو جا" میں مسلمان ہو گیا اس کے بعد سکرات شروع ہو گئی۔

اب ذرا دوسرے پہلو پر نظر کرو، ایک شخص کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہوئے قیامت کے میدان میں لے آئیں گے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے گا اور دوڑ کر چمٹ جائیگا آپ پوچھیں گے "اس کا کیا قصور ہے؟" عرض کیا جائے گا "اس نے رمضان کا مہینہ پایا مگر اس کی عزت نہیں کیا، گناہوں میں ہی رہا"۔ حضرت اس کی شفاعت کرنا چاہیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ آپ کس کی شفاعت کر رہے ہیں، رمضان اس کا دشمن ہے"۔ آپ فرمائیں گے۔ "رمضان جس کا دشمن ہے میں بھی اس کا دشمن ہوں" اور اسکو اپنے پاس سے ہٹا دیں گے۔

لیکن عذاب قبر کی حد تک مغفرت ممکن ہے

حکایت ایک روز حضرت علیؓ قبرستان پر سے گزرے، دیکھا کہ اس میں ایک قبر کا مردہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر چلانے لگا "حضرت میں جل گیا، آگ میں ڈوب گیا، بچائیے"۔ حضرت علیؓ رونے لگے اور عرض کئے "اِغْفِرْ یَا غَفَّارُ" (مغفرت فرما اے مغفرت فرمانیوالے اللہ) اللہ تعالیٰ نے کہا "آپ اس کی شفاعت مت کرو، کیونکہ یہ رمضان کی عزت نہیں کرتا تھا"۔ حضرت علیؓ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کئے "الٰہی! اس مردہ کے سامنے مجھے شرمندہ مت کر"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آپ کی آزردگی کا خیال ہے، جائیے ہم نے اس کو بخش دیا"۔

سب سے زیادہ خوش خبری یہ ہے، ایک شخص غصہ میں ہو، ایسے وقت کوئی ایسا شخص آجائے جس سے محبت ہے تو اس کو دیکھ کر مسکرا دے گا۔ اگرچہ لوگوں پر غصہ میں رہے گا۔ مگر اپنے دوست سے ہنستے ہوئے بات کرے گا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ اوروں پر غصہ بھرا ہوا غضبناک ہو کر دیکھے گا۔ مگر روزہ دار کو ہنستے ہوئے اس سے روزہ دار کو جو فرحت ہوگی وہ اسی کا دل جانے، اسی کو حضرت حدیث میں فَرْحَۃٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّہٖ (اپنے رب کے ملاقات کے وقت روزہ دار کو بڑی فرحت ہوگی) فرمائے ہیں۔

جو فرحت و خوشی قیامت کے دن ہوگی، اس کا نمونہ دنیا میں اس طرح قایم کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد عید کی خوشی مناؤ، تاکہ یہ عید کی خوشی دیکھ کر وہ خوشی یاد

آجائے جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر ہو گی۔

عید کے دن خوشی منانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے "جب مزدور اپنا پورا کام کر دے تو اس کا کیا بدلہ ہے" فرشتے عرض کرتے ہیں "اس کی اُجرت پوری دیدی جائے" ارشاد ہوتا ہے "تم گواہ رہو، میں نے ان کے روزے قبول کیا اور ان کی مغفرت کر دی" اس لئے عید کا دن خوشی کا دن ہے کہ مغفرت ہو جاتی ہے اور یہی مغفرت کل خدائے تعالیٰ کے خوش ہونے کا سبب بنتی ہے

عید کے دن خوش ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جب جنتی جنت میں جائیں گے تو جس طرح دنیا میں عید کے دو دن تھے اسی حساب سے جنت میں بھی دو دن مقرر ہوں گے، جیسے دنیا میں عید کے دن جنگل میں عیدگاہ جاتے تھے، حکم ہوگا اسی طرح جنت میں بھی محلوں سے باہر نکلو، دنیا میں میں عید کے روز تجلی اعظم کرتا تھا۔ مگر کوئی دنیا میں مجھ کو دیکھ نہ سکتا تھا تم بھی نہیں دیکھ سکے، آج جنت میں تجلی اعظم کرتا ہوں، خوب جی بھر کر مجھے دیکھو" چونکہ عید کے دن تجلی اعظم ہوتی ہے، اسلئے یہ خوشی کا دن ہے

جنت اور دوزخ

انسان کو دنیا سے لے کر قیامت تک کے تمام مراحل طے کرتے ہوئے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے آخرکار دوزخ میں جانا ہے یا جنت میں۔ ہائے یہ کٹھن منزل کیسے طے ہوگی، کیا پتہ لگے کہ آخر ہمارا ٹھکانا دوزخ ہے یا جنت، صاحبو! جب یہ معلوم نہیں تو پھر آپ اور ہم کس بھروسہ پر بے فکر ہیں، مسلمانو! ذیل کا مضمون آپ کو جنتی یا دوزخی کے متعلق بتائے گا۔ اس کے بعد آپ اپنا فیصلہ کر لو۔

جب جنتی موت، قبر، اور قیامت کی سب مصیبتیں جھیلتے ہوئے پل صراط سے پار اتر جائیں گے تو ان کا اشتیاق حد سے بڑھ جائے گا اور وہ کہیں گے کہ وہ جنت کہ جس کیلئے ہم نے یہ مصیبتیں جھیلیں کہاں ہے، فرشتے ان کے استقبال کے لئے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ (سلام ہو تم پر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خوشگوار زندگی گزارے تم، اب اسکے بدلہ میں جنت کی ہمیشہ زندگی کا لطف اٹھاؤ)

کہینگے اور وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ۔ اور اس روز منادی کرادیجائیگی کہ جس جنت کے تم مشتاق ہو یہ کیا وہ یہی تو ہے، اُوْرِثْتُمُوْہَا۔ وہ تم کو ہمیشہ کے لئے دیدی گئی ہے، فرشتے کہینگے مگر واہ تمہاری ہمت پر ہزار آفرین ہے، بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہ جنت تمہارے اعمال کا بدلا ہے، قَالُوْا تب جنتی کہیں گے بیشک جنت اعمال کا بدلہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اعمال کی ہدایت ہم کو خدا نے دی، نیک اعمال جنت کی سیدھی سڑک ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس سڑک پر چلا کر جنت میں ہم کو پہونچایا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ۔

اگر خدا نیک عمل نہ کراتا تو ہم نہیں کر سکتے تھے، نفس الگ روکتا تھا اور شیاطین الگ بہکا رہے تھے،

افسوس انسانوں میں کے شیطان خود نہیں کرتے سو کرتے، کوئی کیا تو اُسکا مذاق اڑاتے ہیں، یہ بیچارہ کرتا بھی ہے تو چھوڑ دے، آہا! اب تو آپ متقی ہو گئے، تسبیح ہاتھ میں آگئی، اب تو مسجد چھوٹتی ہی نہیں، یہ انسانوں میں کے شیطان ہیں، اور ذرا آگے بڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایسی باتیں کر کے یہ مولوی ہم سے دنیا چھڑا کر بھیک مانگنے لگادیں گے یہ غلط ہے، مولوی دنیا نہیں چھڑاتے گناہ چھڑاتے ہیں، مگر یہ سچ ہے، لیکن آپ ایسی باتیں کر کے مسلمانوں سے جنت چھڑاتے ہو، اس لئے کہ جنت کی نہ خود ان کے دل میں وقعت ہے، نہ اوروں کے دل میں وقعت پیدا ہونے دیتے ہیں، جب جنت کی ہی وقعت نہیں ہے تو نیک اعمال بھی کہ جس سے جنت ملتی ہے بیکار معلوم ہوتے ہیں ذرا ٹھہرو، جب تم دنیا سے چل کر آخرت میں پہونچوگے اس وقت معلوم ہوگا کہ نیک اعمال کیسا کارآمد سکہ ہے، اگر کوئی شخص مکہ معظمہ جارہا ہو اور اس کو ایک ایسا سکہ دیا جائے جو خاص مکہ معظمہ میں ہی چلتا ہو، بمبئی اور عدن میں نہیں چلتا۔ اس کو معلوم ہے کہ چار دن کے بعد مکہ معظمہ پہونچ جاؤں گا۔ گو یہ سکہ راستے میں بے کار ہے مگر وہ شخص اس کو بیکار نہیں کہتا۔ اگر کوئی کہے بھی تو جواب دیتا ہے کہ آٹھ دن کے بعد دیکھنا یہ سکہ کیسے کام آتا ہے، ایسا ہی نیک اعمال اِس وقت بے کار معلوم ہوتے ہیں، مگر

جب قیامت کے میدان میں کھڑے رہو گے، لوگوں کے نامۂ اعمال تل رہے ہونگے اعمال پر جزا مل رہی ہو گی اور تم خالی ہاتھ ہوں گے تو اس وقت معلوم ہو گا کہ نیک اعمال کیا چیز ہیں۔ اس کو یوں سمجھو کہ اگر کسی عمدہ بازار میں کسی مفلس کو بھیجدیا جائے تو اسکو بے انتہا پریشانی ہو گی، جدھر اس کی نظر پڑے گی اچھی اچھی قیمتی چیزیں نظر آئیں گی، لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ جب اسکو اپنے خالی ہاتھ ہونے کا خیال آئیگا تو اسکو کس قدر حسرت ہو گی خاصکر بازار جاتے وقت اس سے یہ کہا بھی گیا ہو کہ کچھ نقد لیتے جاؤ، وہ نہ سن کر نقد چھوڑ کر خالی ہاتھ چلا گیا تو اس وقت نقد ساتھ لیجا ؤ کہنے والوں کو یاد کریگا، حسرت پر حسرت اٹھاویگا، ایسا ہی قیامت کے دن جنت اور اس کی نعمتیں نیک اعمال کے بدلے مل رہی ہوں گی، اور اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو سونچو اس کو کس قدر حسرت ہو گی اس وقت مولویوں کو یاد کریں گے کہ انھوں نے جاتے وقت نیک اعمال کا نقد لے جاؤ کہا تھا، افسوس وہ نقد ہم چھوڑ کر چلے آئے، پھر نیک اعمال بھی اسقدر گراں ہونگے کہ:۔

حدیث ایک شخص کے اعمال قیامت کے دن جب تولے جائیں گے تو اس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہو جائیں گے، حکم ہو گا کہ ایک نیکی تم کہیں سے لاؤ تمہاری مغفرت ہو جاتی ہے، یہ سن کر وہ بہت خوش ہو گا کہ بھائی، بیٹا، ماں، باپ دوست احباب، بہت لوگ ہیں، کہیں نہ کہیں سے مل ہی جائے گی، یہ سونچکر وہ بھائی کے پاس آئیگا۔ وہ کہے گا بھائی میں خود پریشان ہوں، تم کو نیکی دے کر میں کیا کروں۔ دوست احباب بھی یہی کہیں گے، تب وہ کہے گا ماں باپ سے بڑھ کر کسی کی محبت نہیں چلو ان ہی سے لے لوں، جب وہ ماں باپ کے پاس آئیگا تو وہ کہیں گے بیٹا تم ہم کو دینا یا ہم سے اور لیتے ہو، وہ محبت دنیا کی دنیا ہی میں گئی، یہاں معاف رکھو، گھبرایا ہوا، پریشان وہ بیوی کے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں نے تمہارے لئے دنیا میں نہ کرنے کے کام کیا، تم کو آرام سے رکھا، ایک نیکی دو، احسان ہو گا، وہ کہے گی دنیا میں تم میری سب باتیں سن کر ایک بات نہیں سنتے تھے تو میں بگڑ جاتی تھی، دنیا ہی میں میری محبت کا اعتبار نہیں تھا۔ اب ایسے موقع میں میری محبت پر اعتبار کرنا فضول ہے۔

میرے پاس سے تم کو کچھ نہیں مل سکتا۔

دیکھیے صاحبو! نیکی یہ چیز ہے، اسوقت نیکی کی قدر ہوگی، اسی واسطے ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ ہم نے تم کو ایک کتاب دی ہے اس میں تفصیل سے ہر چیز بیان کی گئی ہے۔ علم کی باتیں، ہدایت اور رحمت، ایمان لانے والے لوگوں کیلئے۔ اب کس بات کا انتظار ہے، هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ۔ نہیں انتظار کر رہے ہیں مگر عذاب کو آنکھ سے دیکھنے کا۔ کیا وہ نیک اعمال کے محتاجی کے دن کا انتظار ہے، مگر یہ بھی یاد رکھو۔ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ، جب وہ دن آئیگا تو اس دن کو بھولے ہوئے لوگ کہیں گے کہ پیغمبروں نے سچ کہا تھا نیکی بڑی قدر کی چیز ہونے والی ہے، فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا۔ کیا اس وقت کوئی ہماری سفارش کرکے ہم کو نیکی دلادے گا۔ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ۔

اگر وہ نیکی یہاں سفارش سے نہیں ملتی ہے تو یہ تو بھی ہو کہ ہم کو دنیا میں پھر بھیج دیا جائے تاکہ نیک عمل کرکے لائیں، ارشاد ہوتا ہے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ۔ اب دونوں بھی نہیں خسارہ میں پڑے رہو، وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ بڑی بڑی باتیں بناتے تھے سب آج ختم ہوگئے۔

اس واسطے جنتی کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے کہ ان سب کے دام سے چھڑا کر نیک کام کرایا پھر جنتی کہیں گے، لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ پیغمبروں نے سچ کہا تھا کہ نیکی بڑی قدر کی چیز ہونے والی ہے، خدا کا شکر ہے کہ ہم نے ان کی بات سن کر نیک اعمال کئے ورنہ ہم کو بھی دوسروں کی طرح پچھتانا پڑتا۔

اب رہی یہ بات، کہ نیک اعمال سے جنت کیوں ملتی ہے اور برے اعمال سے دوزخ کیوں، تو سنو! اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں نیک ہی نیک رہیں گے، اگر یہاں برائی کرتے گزری ہے تو برائی کی عادت پڑجائے گی اس لئے جنت میں بھی برائی کرنے لگیں گے لیکن

جنت تو برائی کی جگہ نہیں ہے اس لئے گناہ کرنے والوں کو جنت میں نہیں بھیجا جائے گا۔ جب تک کہ دوزخ کی آگ سے، یا شفاعت سے برائی کی عادت نہ نکل جائے یعنے شفیع اپنے قلبی اثر سے گناہوں کی عادت چھڑا دے، اس لئے صاحبو! اس کی کوشش کرو کہ اندر دل سے تقاضہ نیکیوں کا اور گناہوں سے بچنے کا پیدا ہو، یہی علامت ہے جنتیوں کی، خدا کو راضی کرنے کے خیال سے نیکیاں کرتے کرتے ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے، دیکھو جن کو نماز کی عادت ہو گئی ہے وہ بغیر اٹھائے کے خود اندھیرے میں مسجد کی طرف دوڑتے آتے ہیں، ان کو اس طرح کون لا رہا ہے، وہی اندر کے دل کا تقاضہ اور عادت اسی حالت پر جئیں گے اسی حالت پر مریں گے اور اسی حالت پر اٹھیں گے تمام نیکیوں کے لئے ایسا ہی عادت اور تقاضہ پیدا ہو گا۔ جنت کے مستحق بنیں گے، جب تک ایسی نیکیوں کی عادت نہ پڑے، اندر سے تقاضہ نہ پیدا ہو تو دنیا ہی میں وہ نیک کام ٹکنا مشکل ہے تو مرنے کے بعد کیا نیکی کی عادت باقی رہے گی؟ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بچہ حرف (ج) کو ایک دفعہ اچھا لکھا، اگر اس کو کہا جائے کہ اور لکھو تو نہیں لکھ سکتا ایسا ہی مارے باندھے کی نماز دنیا ہی میں نہیں ٹکتی تو آخرت میں کیا کام آئے گی۔

حکایت ایک مولوی صاحب زبردستی ایک صاحب کو نماز پڑھائے تو انھوں نے نماز کے لئے کھڑے ہو کر اس طرح نیت کی، چار رکعت نماز ظہر کی پڑھتا ہوں، منھ طرف قبلہ کے ظلم سے اس مولوی صاحب کے۔ دو چار وقت کی نماز ایسی ہوتی ہے، ہمیشہ کی نماز سے عادت ہو کر اندر سے تقاضہ پیدا ہوتا ہے اور وہ نماز جنت میں لے جاتی ہے۔

یہی حالت ہر نیک عمل کی ہے، اسی طرح اگر کسی سے گناہ ہو گیا فوراً توبہ کر لیا تو وہ دوزخ میں نہیں لیجاتا۔ ہاں اگر گناہ کی عادت ہو گئی اور اندر سے گناہ کا تقاضہ پیدا ہو گیا تو وہ دوزخ میں لے جاتا ہے، جب گناہ کی عادت پڑ جاتی ہے تو جلد نہیں جاتی، چھوٹتے چھوٹتے ہی جاتی ہے، اس لئے صاحبو، کوشش میں رہو کہ گناہ چھوٹ جائیں

حکایت ایک چور ایک بزرگ کا مرید ہو گیا تھا، انھوں نے اس کو مرید

کرتے وقت چوری سے بھی توبہ کرادی، وہ خانقاہ ہی میں رہتا تھا۔ رات کو جب چوری کرنے کا جوش ہوتا تو پیرومرشد سے کیا ہوا عہد یاد آتا تو طبیعت کو روکتا، لیکن جب طبیعت بے چین ہوتی تو اٹھتا اور تمام لوگوں کے جوتے اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر کر دیتا پھر سو جاتا۔ تمام لوگ سخت پریشان ہوتے، آخر کسی نے دیکھ لیا اور پکڑ کر پیر صاحب کے پاس لے گئے۔ پیر صاحب نے پوچھا بھائی یہ کیا حرکت ہے تم تو توبہ کر چکے تھے، اس نے جواب دیا پیرومرشد میں نے تو چوری سے توبہ کرلی ہے لیکن ہیرا پھیری سے تو توبہ نہیں کیا ہوں یہ پچاس برس کی بُری عادت ہے، ہر روز رات کو اندر سے چوری کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے لیکن چونکہ آپ سے عہد کیا ہوں اس لئے رک جاتا ہوں، اور جب اندر کے تقاضہ سے مجبور ہوتا ہوں تو جوتے اِدھر کے اُدھر کر دیتا ہوں، گو یہ بھی ایک قسم کی چوری ہے، اب آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ یہ چھڑا دیں گے تو میں پھر چوری کرنے لگوں گا۔ پیر صاحب نے کہا اچھا بھائی تم ہیرا پھیری تو کرو لیکن چوری مت کرو،

غرض عادت ایسی چیز ہے جنت بھی نیکوں کی عادت پر ہے اور دوزخ بھی گناہوں کی عادت سے، اب اس کی مثال حدیث و قرآن سے سنو۔

ہاں تو آپ سے اس شخص کے قصہ کا ذکر ہو رہا تھا جو ایک نیکی کی تلاش میں سب طرف سے مایوس ہو کر واپس ہو رہا ہوگا کہ راہ میں ایک شخص اس کو ملے گا، اور کہے گا کہ بھائی کدھر جاتے ہو، وہ سب واقعہ اس کو بھی سنائے گا، تب وہ کہے گا میرے پاس سے لے لو مجھے بھی ضرورت ہے لیکن تمہاری مغفرت ہو جائے تو بس ہے، تب خدائے تعالیٰ فرمائے گا نیکیاں بڑھنے سے تجھ کو بخشا اور اس کو چونکہ نیکیوں کی عادت ہے اسلئے ایسے وقت میں بھی سخاوت و ایثار سے کام لیا اسکو بھی بخشا۔ تم دونوں جنت میں جاؤ۔

یہ نیکیوں کی عادت سے خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور جنت میں لیجاتی ہے گناہوں کی عادت سے خاتمہ خراب ہوتا ہے اور یہ عادت دوزخ میں لیجاتی ہے۔

اب دوزخیوں کا حال سنو! دوزخیوں کی آپس میں جق جق، بق بق ہوگی۔ قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ۔ حکم ہوگا جو قومیں گزر چکی ہیں، ان میں جاؤ۔

ہر ایک کو دو چند عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہاں عذاب بڑھتا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک شخص کو آج پاؤ سیر کے برابر عذاب ملا تو دوسرے دن ڈیڑھ پاؤ ہو جائے گا۔ اور دوسرے کو شروع دن ڈیڑھ پاؤ ہو تو دوسرے دن آدھ سیر ہو جائیگا اور پہلا ڈیڑھ پاؤ کے عذاب کے مقام پر آجائے گا۔ اس طرح ہر ایک کو عذاب دو چند ہوتا رہیگا

اس کے برخلاف جنتی کہ وہ کینہ و حسد سے دل کو پاک رکھنے کی عادت کر لئے ہیں اس لئے نَزَعْنَا مَا فِی صُدُوْرِهِمْ (نکال دیں گے ہم ان کے سینے سے کینہ کو)۔

اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر جنت میں مراتب مساوی ہونگے تو مرتاضین (عبادت میں محنت کرنے والے) کو افسوس ہوگا اس لئے وہاں مراتب متفاوت ہوں گے، یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر ادنیٰ کو اعلیٰ پر حسد رہے گا تو جنت بھی مصیبت کدہ ہو جائے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ کمال لذت میں آدمی کو کچھ اور خیال آتا ہی نہیں اس لئے گو جنت میں فرق مراتب ہوگا لیکن جنت کی نعمتوں کے مزہ میں ایسے غرق رہیں گے کہ کچھ نہ سوجھے گا۔ سچ پوچھئے تو فرق مراتب معلوم ہو کر پھر بھی حسد نہ آئے گا۔ اس کی نظیر دنیا میں موجود ہے، وہ یہ کہ بیٹا کتنا ہی مال میں، دولت میں، علم میں باپ سے بڑھ جائے مگر باپ کو بیٹے پر حسد نہیں آتا ہے، اور سنو کہ صلحا و علماء سابق پر بعد کے لوگ حسد نہیں کرتے بلکہ معتقد اور دعا گو رہتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حسد لازمۂ بشریت نہیں۔

اعراف والوں کی تقریر

قرآن شریف میں اسطرح مذکور ہے

اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہینگے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اُسے سچا پالیا بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ وہ کہینگے ہاں تو اسوقت انمیں ایک پکارنیوالا پکار دیگا کہ بے انصافوں پر خدا کی لعنت، جو خدا کی راہ سے روکتے اور اسمیں کجی ڈھونڈتے اور آخرت سے انکار کرتے تھے، ان دونوں یعنی بہشت اور دوزخ کے درمیان اعراف نام ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہونگے جو سب کو انکی صورتوں سے پہچان لینگے تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہینگے کہ تم پر سلامتی ہو یہ لوگ ابھی بہشت میں داخل تو نہیں ہوئے ہونگے مگر امید رکھتے ہونگے اور جب انکی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائینگی تو عرض کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کیساتھ شامل نہ کیجیو اور اہل اعراف کافر لوگوں کو جنہیں انکی صورتوں سے شناخت کرتے ہونگے پکارینگے اور کہینگے کہ آج نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی اور نہ تمہارا تکبر (ہی سودمند ہوا) پھر مومنوں کی طرف اشارہ کرکے کہینگے

کیا یہ وہی لوگ ہیں جنکے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ خدا انپی رحمت سے انکی دستگیری کریگا تو مومنو تم بہشت میں داخل ہوجاؤ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج واندوہ ہوگا۔ اور دوزخی بہشتیوں سے گڑگڑا کر کہینگے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق خدا نے تمہیں عنایت فرمایا ہے، انہیں سے کچھ ہمیں بھی دو۔ وہ جواب دینگے کہ خدا نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کردیا ہے۔

صاحبو! آپنے جنتیوں اور دوزخیوں کے بارے میں سُن لیا اب ذرا جنت کی تفصیلی حالت سنیئے:۔

جنت کی تفصیلی حالت

وہ کونسا شخص ہوگا کہ جس کو جنت کی طلب نہ ہوگی، آیئے اور تصفیہ کیجئے کہ کون کون جنت لیتے ہیں، جلد تیار ہو جائیں

جس جنت کی طرف آپ کو بلاتے ہیں، جانتے ہو وہ جنت کیسی جنت ہے، ایک سرسبز باغ ہے کہ جس کی دیواریں ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی، کیچڑ خالص مشک کا ہے، کیچڑ میں بجائے گھاس کے زعفران، جنت کی زمین مشک کی اور عنبر کی، اس میں موتی کے محل، کھڑکیاں یاقوت کے، دروازے جواہرات کے، اس میں ریشم کا فرش بچھا ہوا، اس میں حجرے زمرد کے، کسی حجرہ میں لعل کے تخت بچھے ہوئے ہیں، اس پر ایک حسین نازک حور بیٹھی ہوئی، کسی حجرے میں دسترخوان بچھے ہوئے، جس پر قسم قسم کے کھانے رکھے ہوئے، بالاخانہ پر بالاخانہ سینکڑوں درجہ تک چلا گیا ہے، کہیں تفریح کے لئے موتی کے ڈیرے لگے ہوئے، اس میں یاقوت کی کرسیاں رکھی ہوئیں، مشک اور کافور کے پہاڑ، ان پہاڑوں سے آبشار چھوٹتے ہوئے، گھروں کے سامنے چار نہریں پانی، دودھ، شہد اور شراب کی بہہ رہی ہیں، نہروں کے کنارے زمرد کے تخت بچھے ہوئے، نہروں میں کنکروں کے بجائے موتیاں، سلسبیل، زنجبیل، کوثر علیحدہ ہیں، نہروں کے کنارے جڑاؤ کے گھنے سایہ دار درخت کہ نہ سوکھتے نہ پتے جھڑتے، ہمیشہ سرسبز، شاداب رہتے، دنیا میں جو درخت کانٹے دار ہیں جیسے بیر کا درخت یہ تو ہوں گے مگر ان کو کانٹے نہ ہوں گے، جنت میں ایک تنکا ڈھونڈو گے تو وہ نہ ملے گا۔ جنت کے درخت دنیا کے درختوں کا نمونہ کہ ان کے تنے سونے کے، جڑاؤ موتی کے پھل ان کو لگے ہوئے اور ڈالیاں چاندی کی، اور پھر کسی کی پیڑ چاندی کی تو کسی کی سونے کی۔ جس پھل کو لینا چاہو تو وہ پھل خود سامنے جھک جائے، توڑ لو، پھر درخت سیدھا ہو جائے

جگہ جگہ درختوں کے نیچے خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑے، جڑاؤ موتی، یاقوت کی زین کسے ہوئے تیار، جگہ جگہ فوارے اچھل رہے ہیں، میوے ٹپک رہے ہیں، جنت میں ہر وقت مثل صبح کے فرحت کا وقت، ابتداءً جو کھانا جنتیوں کو کھلایا جائے گا وہ جنت کی گائے کا گوشت ہوگا، سونے چاندی کے برتنوں میں طرح طرح کے کھانے کھلائے جائیں گے، جب کھانا کھا چکیں گے تب پرندوں کا گوشت تلا ہوا کھلایا جائے گا۔ غرض قسم قسم کے کھانے تلے ہوئے، بھونے ہوئے، پکے ہوئے، ذائقہ دار، سونے چاندی کے پیالوں میں شراب اور شربت پلایا جائے گا۔ غلمان کھانے کے برتن اور شراب کے پیالے لئے ہوئے دوڑتے رہیں گے راگ اور گانا بھی رہے گا۔ حوریں گانا سنا کر مدہوش بنا رہی ہیں، اِدھر نہروں میں پانی دوڑے گا اس سے ایسے لطف کے آواز آئیں گے کہ جس پر دنیا کے باجے قربان، اُدھر ہوا چلنے سے جب درختوں کے پتے ہلیں گے تو اس پر بھی لوگ مست ہو جائیں گے، کبھی اسرافیلؑ راگ سنائیں گے تو کبھی دوسرے فرشتے اور کبھی داؤد علیہ السلام، کہیں نہروں کے کنارے حوریں کھڑی دل لبھانے والی آوازیں گا رہی ہوں گی، اسرافیلؑ سے زیادہ کوئی خوش الحان نہیں تو جب وہ گائیں گے تو کسی کو سدھ نہ رہے گی، کبھی داؤدؑ کو خطاب ہوگا۔ "داؤدؑ میرے بندوں کو کچھ سناؤ" تب نور کی کرسی رکھی جائے گی، اور اس پر بیٹھ کر داؤدؑ سنائینگے پھر حکم ہوگا میرے فرشتو! میرے بندوں کو کچھ تم بھی سناؤ، تہلیل و تسبیح وہ اس خوش آوازی کے ساتھ کریں گے کہ اس طرح کسی نے نہ سنا ہوگا۔ جب حوریں ہاتھوں میں ہاتھ ملا کر گائیں گے تو شجر طوبیٰ بھی وجد میں آئیگا۔

حوروں کے اشعار کا مضمون یہ ہوگا:۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ وَلَا نَفْنِیْ اَبَدًا ؛ نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَیْبَسُ اَبَدًا

ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کہ جو کبھی فنا نہ ہوں گی — ہم نعمت میں رہنے والیاں ہیں کبھی تکلیف نہ دیکھینگی

نَحْنُ الرَّاضِیَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا ؛ نَحْنُ الْمُقِیْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا

ہم شوہروں سے راضی رہنے والیاں ہیں کبھی غصہ نہ کرینگی — ہم ہمیشہ قیام کرنے والیاں ہیں کبھی کوچ نہ کریں گی

نَحْنُ الضَّاحِکَاتُ فَلَا نَبْکِیْ اَبَدًا ؛ نَحْنُ الصَّحِیْحَاتُ فَلَا نَسْقَمُ اَبَدًا

ہم ہمیشہ ہنسنے والیاں ہیں کبھی نہ روئیں گی — ہم تندرست رہنے والیاں ہیں کبھی بیمار نہ ہونگی

طُوبیٰ لِمَن کَانَ لَنَا وَکُنَّا لَہٗ ؛ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ مِثْلِی فَلْیَعْمَلْ بِطَاعَۃِ رَبِّی

مبارک ہو اسکو جو ہوگا وہ ہمارے لئے اور ہم اس کیلئے۔ جو شخص چاہتا ہے ہم جیسی اسکو ملیں تو اسکو چاہئیے کہ اپنے پروردگار کی اطاعت کرے۔ اور ہر ایک حور کے سینہ پر لکھا ہوا ہے:

حوروں کے حُسن کے نمونہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرئیل جنت کی طرف جاؤ اور میرے تابعدار بندوں کے واسطے میں نے جو جنت بنائی ہے اسکو دیکھو، جبرئیلؑ جب جنت میں گئے ایک حور نے کسی محل سے جھانکا اور مسکرائی اسکے دانتوں کا ایسا نور چمکا کہ جبرئیلؑ اس گمان سے کہ شائد خدائے تعالیٰ کی تجلی ہوئی ہو سجدہ میں گرے، حور نے پکارا یا امین اللہ سر اٹھائیے جبرئیلؑ نے سر اٹھایا اور اس حور کو دیکھکر فرمایا سُبحَانَ الَّذِی خَلَقَکِ (پاک ہے اللہ جسنے تجھے پیدا کیا) اس حور نے کہا جبرئیلؑ آپ جانتے ہیں کہ میں کس کیلئے پیدا ہوئی ہوں جو اپنی نفسانی خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو مقدم کرے۔

کیسی حوریں کہ جن کے کپڑوں کی ذراسی جھلک چاند و آفتاب کو ماند کردے اور اگر ان کا ایک بال دنیا میں ظاہر ہو تو مشرق سے مغرب تک خوشبو سے مہک جائے۔ ایسی حوریں مشتاق ہیں، غلمانوں میں سے ایک دوڑتا ہوا جائے گا اور کہے گا کہ فلاں جس کا یہ نام ہے وہ آگئے ہیں، اُن کی جو حور ہو گی وہ کہے گی "کیا آگئے" "تو نے ان کو کہاں دیکھا" غلمان جواب دے گا میں نے ان کو یہیں دیکھا ہے اور وہ میرے پیچھے ہی آرہے ہیں" یہ سن کر حور خوشی سے اُچھل جائے گی، دروازے تک استقبال کے لئے آئے گی، غرض جنت میں عجب طرح طرح سے لطف کا سامان رہے گا۔ اس میں ایک قسم کا انار ہوگا کہ جسکو توڑتے ہی اندر سے حور نکل آئے گی۔

حکایت کانپور میں ایک شخص حضرت شاہ عبد اللطیف صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا۔ مدرسہ میں آکر کہنے لگا کہ میں ایک ایسا عمل جانتا ہوں کہ جس سے ابھی دیوار شق ہو جائے گی اور اس میں سے ایک عورت نکلے گی جو غزل کی آپ اس سے فرمائش کریں گے وہی آپ کو سنائے گی، اس پر سب کو تعجب ہوا۔

جنت میں رات دن ایسے تماشے ہوتے رہیں گے، جنت میں ایک عجیب لطف یہ ہوگا کہ بہت سے میووں کی صورت یکساں ہو گی مگر چکھنے کے بعد ہر ایک کا مزہ علیحدہ

علیحدہ ہوگا کہ جس سے عجیب لطف آئیگا یعنے سمجھیں گے کچھ اور نکلے گا کچھ۔

حکایت دو شخص کسی امیر سے ملنے گئے ناشتے کا وقت تھا اس لئے انھوں نے باورچی سے کہا کہ ناشتہ لاؤ، دسترخوان بچھا، نہایت تلی تلی پیالیاں آئیں، قورمہ آیا ایک پیالی میں اور ایک چھوٹی سی تشتری میں میٹھے چاول، پر اس قدر تھوڑا تھا کہ یہ دیکھ کر دونوں جل گئے اور جلدی جلدی جو سامنے آیا سب چٹ کر گئے۔ جب کھا چکے تو باورچی نے کہا یہ پیالی اور تشتری بھی کھا لیجئے، انھوں نے سمجھا کہ یہ مذاق کرتا ہے، بہت ناخوش ہوئے، اس نے معافی چاہکر پھر کہا تو انھوں نے پیالہ اور تشتری کو توڑا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نمکین بالائی کی ہے تو دوسری میٹھی بالائی کی، جب دنیا میں ایسے لطف اور عجیب چیزیں ہیں تو جنت کے لطف کا کس سے بیان ہو سکتا ہے۔

لباس کو کیا پوچھتے ہو کہ صرف ٹوپی میں جو موتیاں ٹکے ہوئے ہوں گے اگر ان میں کا چھوٹے سے چھوٹا موتی دنیا میں رکھا جائے تو مشرق سے مغرب تک چمک اٹھے، وہاں مشک کی خوشبو دار ڈکار آئے گی جو پیشاب، پاخانے کے بدلے ہوگی، اس لئے پھر پیشاب اور پاخانے کی وہاں ضرورت نہ پڑے گی، نہ ریٹ ہوگا نہ بلغم، نہ بغض ہوگا نہ حسد، سب کا ایک جیسا دل ہوگا، عورتیں حیض سے پاک ہوں گی، غرض ساری چیزیں عیش و عشرت کی وہاں موجود ہیں، اس کے ساتھ خلود (ہمیشگی) کہ تم لیتے لیتے تھک جاؤ گے مگر وہ نعمتیں ختم نہ ہوں گی، وہ دن بہت دور بھی نہیں، مرتے ہی مل جاتا ہے۔

صاحبو! یہ نمونہ ہے جنت کی نعمتوں کا۔ اس طرح کی جنت تیار ہو چکی ہے، وہ بکتی ہے، اس کو کون خریدنا چاہتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ اس کو فروخت کرنے والا کون ہے، سنو، اس کو بیچنے والے اللہ تعالےٰ ہیں، اور بکوانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنت کی قیمت کیا ہے؟ کھوٹے دام، تمہارا نفس یعنے جان اور تمہارا مال جنت کی قیمت ہے، نفس شر سے بھرا ہوا ہے اور مال گمراہی کا سبب ہو جاتا ہے، یہ دونوں معیوب اور ناقص چیز کے بدلے، خدا جنت بیچتا ہے، اچھی چیز کے عوض عیب دار چیز کون نہیں دیتا۔ اگر عیب دار چیز کے بدلے کوئی اچھی چیز فروخت کی جائے تو لوگ گر پڑکر

خریدتے ہیں ایسے موقع کو غنیمت جانتے ہیں ؎

سنگ بیندازد و گہرمی ستاں ❊ خاک زمیں می دہ و زری ستاں

پتھر پھینک دیئے اور موتی لئے ، خاک دیدیئے اور سونا لے لے۔

درعوض فانی و خوار و حقیر ❊ نعمت پاکیزہ و باقی بگیر

فانی اور حقیر کے بدلے میں پاکیزہ اور باقی نعمت کو حاصل کر۔

اگر سچ پوچھو تو کوئی ایسی چیز کو ضرور خریدتا۔ قیمت دیتا اور اس کو لے لیتا اسلئے

صاحبو دوڑو جلدی خریدلو ؎

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرد ❊ از خلاقت آں کریم آنرا خرد

جو اسباب کہ کوئی اسکو نہیں لیتا ہے اسکے بوسیدہ ہونیکی وجہ سے مگر کریم اسکو اپنے کرم سے خرید لیتا ہے

ہیچ قلبے پیش حق مردود نیست ❊ زانکہ قصدش از خریدن سود نیست

کوئی دل اللہ تعالیٰ کے پاس مردود نہیں ہے، اسلئے کہ اس دل کے خریدنے سے فائدہ اٹھانا مقصود نہیں ہے

ارے او ناقدر انسان کچھ تجھے قدر ہے کہ تو کس چیز کے بدلے بک رہا ہے ہائے

تجھ کو کچھ اپنی بھی قدر نہیں، مثنوی ؎

خویش را نشناخت مسکیں آدمی ❊ از فزونی آمد و شد در کمی

غریب انسان خود کو بھی نہ پہچانا، کتنا بڑا مرتبہ تھا، اس سے اتر کر نقصان میں آگیا۔

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت ❊ بود اطلس خویش را بر دلق دوخت

انسان نے خود کو بہت سستا بیچ دیا، اطلس تھا مگر گودڑی پر پیوند لگ گیا۔

اور شیطان دلال ہے دوزخ کا۔ انسان جنت کے بدلے نہ بک کر شیطان کے کہے

پر چل کر دوزخ کے بدلے بک جاتا ہے، ذرا جنت کے بدلے بک تو جاؤ، پھر یوں کہنے کا

حق ہوگا کہ جیسے ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

الٰہی تو بعلم ازل مرا دیدی ❊ بعد دیدن بعیب مرا خریدی

اے اللہ تو اپنے علم ازلی سے مجھکو جیسا میں ہوں دیکھا دیکھنے کے بعد مجھ عیب دار کو خرید لیا۔

تو بعلم آں من بعیبہ ہماں ❊ ز دکمن آنچہ خود پسندیدی

آپکا وہی علم ہے، میں وہی عیب دار ہوں، جب آپ مجھکو باوجود عیب ہونیکے پسند کرتے ہیں تو مجھکو رد نہ کیجئے۔

یہ جسم یہ مال ہمارے پاس ایسا ہے جیسے ایک شخص کسی ایک بڑے تاجر کی دوکان پر گیا اور وہاں دیکھا کہ بڑی عجیب عجیب چیزیں فروخت ہو رہی ہیں، ایک شئے کو دیکھ کر اس کا جی للچایا، اور اس کی قیمت دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ شئے ہزار روپئے کی ہے، اب ہزار روپئے کہاں کہ اس کو خریدے، لیکن اس تاجر نے اس پر رحم کھا کر اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہزار روپئے دیدو، غلام نے ہزار روپئے دیدیا اور اس نے وہ شئے خریدی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حقیقت میں وہ عطا ہے یعنے تاجر نے اس کو رقم بھی دی اور اپنے کرم سے اس کو وہ شئے اس رقم کے معاوضے میں فروخت کیا، لیکن اگر وہ بے عقل کہ جو قیمت کہ اس کو دی گئی ہے دیتے ہوئے بخل کرے تو جو چیز کہ اس کو ملنے والی تھی، نہ ملے گی، حالانکہ جو چیز کہ آئے گی وہ کروڑ ہا درجہ بہتر ہے، ایک لاکھ کی قیمت کی ہے لیکن وہ احمق ہزار روپئے رکھ لے اور یہ نہ سمجھے کہ اگر وہ خرچ کرے گا تو لاکھ روپئے کی یہ چیز آئے گی، اس سے زیادہ کوئی کم سمجھ نہیں۔

صاحبو! ہمارا کچھ بھی نہیں ہے، یہ مال، یہ جسم وغیرہ ہمارے پاس ایسے ہیں جیسے آپ اپنی اولاد کے واسطے مثلاً توشک، رضائی، بنائیں اور کہیں کہ یہ نھنے کی وہ منّے کی، نہ نھنے کی نہ منّے کی، نہ نھنے، منّے کے باپ کی ہے، ایسا ہی سب خدائے تعالےٰ کا، لیکن ہمارا نام لگا دیا، مگر خدا جیسی محبت ماں، باپ کہاں کر سکتے ہیں، بھلا بچہ توشک رضائی بیچ دے یا خیرات تو کر دے، ماں، باپ نہیں کرنے دیں گے، خدائے تعالےٰ نے ایسا نہیں ہے بلکہ اختیار دیدیا ہے کہ بیچ دو، کچھ بھی کرو، ہمارے پاس معتبر ہے کچھ رحمت کا ٹھکانا ہے، یہاں تک اختیار دیدیا کہ اگر کوئی کسی کے پاس سے مال چھین لے یا چرالے اور پھر خدا کے سامنے عرض کرے کہ اے اللہ حقیقت میں آپ کا مال تھا۔ آپ معاف کر دو، حکم ہوتا ہے گو ہمارا ہے مگر ہم بندے کو اختیار دیدیئے ہیں جب تک بندے سے معاف نہ کرائیں ہم معاف نہیں کرتے، اللہ رے دلجوئی، سب کچھ اللہ کا، پھر بندے سے پوچھتے ہیں، قربان اس پوچھنے کے، ایسے مہربان خدا تعالےٰ فرماتے ہیں "بندے ہم جنت بیچتے ہیں، مول لیتا ہے" بندہ کہتا ہے "میاں میرا کیا ہے جی، میں کیا

دے کے یوں ؎

دل ترا، جان تیری، بندۂ فرماں ہم بھی ؛ تیرا ہے تو ہے یہ جو کچھ ہے ہمارا کیا ہے

ارشاد ہوتا ہے "بندے بیشک تیری جان و مال سب ہمارا ہے" ہم تجھ کو دیتے ہیں، پھر اسی کو جنت کے بدلے مول لیتے ہیں تاکہ اس بہانے سے جنت بھی تجھ کو دے دیں۔ جیسے خریدی ہوئی چیز کو اپنی سمجھتے ہیں" ایسا ہی جنت کو بھی تو اپنی ہی چیز سمجھ تاکہ تجھ کو جنت ملنے کا اطمینان ہو جائے، باقی تیرے جان و مال کو لے کر ہمیں کیا کرنا ہے مگر اتنا ہے کہ جان و مال میں جو اپنے جی میں آئے سو مت کرنا ہم کو بیچدیا ہے سمجھ کر ہمارے حکم کے موافق چلنا۔ اسی کو اس آیت میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (بے شک اللہ تعالےٰ مسلمانوں سے جنت کے بدلہ ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے) پھر تو دیکھے گا کہ ہم تجھ کو کیا کیا دیتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ؛ آں کہ در وہمت نیاید آں دہد

آدھی جان لیتا ہے اور یہ لیکر سو جان دیتا ہے۔ جو وہم و گمان میں نہ آسکے وہ دیتا ہے۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ؛ کہ بہ یک گل می خری گلزار را

اس بازار کو کیا کہنا چاہیئے کہ ایک پھول کے بدلے میں باغ خرید لیتا ہے۔

اس وقت تو بولے گا ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم ؛ بنام ایزد عجب ارزاں خریدم

چند ٹھیکریاں دے کر جان خرید لیا ہوں، بنام خدا عجب سستا خریدا ہوں میں۔

جان و مال دے کر جب تو جنت اور ہماری رضامندی لے گا اس وقت سمجھیگا کہ میں ٹھیکریاں دیکر موتی لیا۔

مسلمانو! جنت تمہاری ہو گئی، جان و مال، جسم تمہارا نہیں رہا۔ خدا کو بیچدیئے ہو تو پھر خدا کو دینے میں کیوں تامل ہے، ابھی خریداری ہے، چیز تو لے لئے، قیمت ندارد۔ جنت لینے کے لئے ہر وقت تیار، اگر آواز دی جائے کہ چلو جنت کون کون خریدتے ہیں، سب سے پہلے ہم بولیں گے کہ ہم ہیں اور اگر کوئی پوچھے کہ قیمت بھی دیتے ہو، ندارد۔

حکایت ایک قصائی مرگیا تھا۔ اس کی بیوی یہ کہہ کر رو رہی تھی کہ ہائے تیری چھریاں کون لے گا۔ تیرے جانور کون لے گا۔ ایک شخص ہر بات کے جواب میں کہہ رہا تھا کہ میں لوں گا۔ روتے روتے اس عورت نے کہا "تیرا قرضہ کون لیگا" وہ صاحب فرمائے "بولو بھائی کس کی باری ہے" یہی حالت ہماری ہے، ذرا انصاف کرو کیا ایسی ہی خریداری ہوتی ہے، غرض جب خدا کے ہاتھ بکے ہو تو اسی کے ہو رہو۔ جان و مال اس پر قربان کردو، دس پانچ روپیہ کا سپاہی بادشاہ کے حکم پر گلا کٹوا تا ہے اور اس پر جان قربان کرنے کو فخر سمجھتا ہے، حالانکہ جان بادشاہ کی نہیں ہے، خدا کی جان خدا کے لئے روزہ رکھ کر، تراویح پڑھ کر، اس کے حکم پر چل کر کھلانے کے لئے جان چراتے ہو، ایک بازاری عورت سے دل لگ جائے تو اس پر سے عزت، مال سب قربان کردیتے ہو، ہائے حقیقی محبوب خدا کہ جب اس کا دیدار دیکھو گے تو کہو گے کہ ایسے محبوب پر سے جان و مال فدا نہ کرے وہ کس کام کا آدمی۔ ہماری ایسی ہی مثال ہے

حکایت ایک نوکر کام چور تھا جو کام بولو کبھی نہ کبھی تدبیر سے ٹال دیتا تھا ایک مرتبہ آقا نے کہا ذرا صحن میں نکل کر دیکھو کہ بارش تو نہیں ہو رہی ہے، کہا "حضور بارش ہو رہی ہے" آقا نے دریافت کیا "باہر تو نکلا نہیں پھر کیسے معلوم ہوا" جواب دیا "حضور بلی باہر سے آئی تھی، وہ بھیگی ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا بارش ہو رہی ہے" پھر آقا نے کہا "چراغ گل کردے" کہا "حضور منہ ڈھانک لیں آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہو جائے گا" آقا نے کہا "اچھا بھائی دروازہ بند کر" کہا "میں سارے کام کا نوکر نہیں ہوں، دو کام میں نے کیئے ایک کام آپ کر لیجئے" ایسا ہی ہماری حالت ہے، روزہ، نماز، زکوٰۃ کو حیلہ بہانہ سے اڑا دیئے اس کام چور کی طرح سمجھے کہ ہمارا کام تو ہو گیا، جنت دینا خدا کا کام رہ گیا۔ خدا سے یہ کام لینے پیار اور کام کرنے والے جو ہوتے ہیں ان کی عجیب شان ہوتی ہے، اشارہ کے منتظر رہتے ہیں، پھر کیا کیا کر دکھاتے ہیں۔

حکایت ایک شخص اپنے ایک دوست کے مکان پر ان کے وقت گئے۔

آواز دی، وہ پانچ منٹ کے بعد گھر سے نکلے، اتنی دیر کرنا بظاہر دوستی کے خلاف تھا، مگر کس شان سے آتے ہیں وہ بھی تو دیکھیئے، ہتھیار لگائے ہوئے تیار، ایک خوبصورت باندی زیور سے آراستہ آگے آگے اس کے ہاتھ میں شمع، اور ایک غلام پیچھے پیچھے اس کے کاندھے پر تھیلی، آنے والے دوست نے پوچھا بھائی یہ کیا بکھیڑا ساتھ لائے ہو" تو کہنے لگے "بھائی تم بے وقت آئے ہو اس لئے میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آئے، ایک یہ کہ شائد کوئی خوبصورت عورت تمہارے پاس نہ ہونے سے تنہائی میں دل گھبرایا ہو اس کے واسطے یہ باندی موجود ہے، اگر خادم کی ضرورت ہو تو یہ غلام حاضر ہے، اگر کسی دشمن سے آپ پریشان ہیں تو میں ہتھیار لگایا ہوا جان سے حاضر ہوں، اگر شائد خرچ کی ضرورت ہے تو یہ اشرفیوں کی تھیلی غلام کے کاندھے پر تیار ہے۔" آنے والے دوست نے کہا، بھائی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، آپ کی یاد آ گئی، دل بے چین ہو گیا بغیر دیکھے نہ رہ سکا۔ بس جائیے آرام کیجئے۔" ہائے ظاہرہ دوست کی محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ بے بولے ہر طرح تیار، خدا کی محبت کا دعویٰ اور بولنے پر بھی کچھ نہ کریں، کیسے افسوس کی بات ہے، بھائی ہماری محبت تو خدا کے ساتھ ایسی ہے۔

حکایت ایک دوست نے ایک بخیل سے کچھ مانگا تو بخیل نے کہا "محبت رکھیں پاک، لینے دینے کے منہ میں خاک، ہماری تمہاری محبت بس ہے لینے دینے کا کیا جھگڑا ہے۔

یا ہماری حالت ایسی ہے:۔

حکایت ایک دوست نے کسی بخیل سے کہا "بھائی آپ کی نشانی انگوٹھی دو، اس کو دیکھ کر آپ کو یاد کیا کروں گا" تو کہا "بھائی اس بکھیڑے کی [illegible] دوست ہے، انگلی خالی دیکھو تو مجھ کو یاد کر لیا کرو کہ مجھ کو انگوٹھا نہیں دیئے"

حقیقی محبت کی علامت ایسا ہی ہمارا برتاؤ خدا کے ساتھ ہے، اور جو خدا والے سمجھے گئے ہیں کہ کوئی چیز ہماری نہیں، وہ سبھی خدا ہی کی ہے، اگر ان اعضاء و مال وغیرہ سے مالک کے خلاف کرنے کا موقع آتا ہے، اس وقت خدا یاد آ جاتا ہے کانپ

اٹھتے ہیں، وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو دل کانپنے لگتے ہیں) سچے پکے مسلمانوں کی یہی پہلی علامت ہے۔

حکایت امام بخاریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی، بہت خوبصورت تھی، دس اشرفیاں دیکر لوگ اس کے پاس جایا کرتے تھے، ایک روز ایک عابد کا اس طرف گزر ہوا۔ اس کو دیکھتے ہی عاشق ہوگیا، بہت کوشش سے گھر کا سامان بیچ کر دس اشرفیاں جمع کیں، اس عورت کو لے جاکر دیا" خوشی خوشی اس عورت کے پاس جا بیٹھا۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ، یکایک عابد کو خدا یاد آگیا۔ ہائے میں یہ کیا کر رہا ہوں۔ جسم و جان کو تو خدا کو بیچ دیا تھا کس کی چیز میں تصرف کر رہا ہوں، خدا کو کیا صورت دکھاؤں گا۔ یہ خیال آتے ہی دل پر ہیبت چھا گئی۔ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ کانپنے لگا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا، عورت نے کہا "تم کو کیا ہوا" ایسی حالت کیوں ہے، عابد نے عورت سے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ "میں اشرفیاں بھی تم کو معاف کیا، مجھ کو یہاں سے چلے جانے دو، عورت نے کہا کبھی تم ایسا برا کام نہیں کئے؟" عابد نے کہا "کبھی نہیں کیا" عابد روتے ہوئے وہاں سے نکل آیا۔ عورت پر ہیبت طاری ہوئی، دل میں کہنے لگی "میرا عابد کا ایک ہی خدا، پہلے ہی گناہ میں عابد کو خدا کا اتنا ڈر، میری عمر گزر گئی، مجھ کو کتنا ڈرنا چاہیئے، توبہ کی اور عبادت میں مشغول ہوگئی، پھر اس عورت کے دل میں آیا کہ اس عابد کی صحبت میں رہنا چاہیئے، عابد سے نکاح کر کے عبادت الٰہی میں رہی عابد کو اس عورت کو دیکھتے ہی گناہ کا وقت یاد آیا، چیخ مارے انتقال ہوگیا۔ عابد کے بھائی بھی نیک تھے، ان سے نکاح ہوا، توبہ کی برکت سے اس عورت سے سات لڑکے پیدا ہوئے، سب کے سب نبی ہوئے۔

دوسری علامت اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا جب ان کے سامنے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو ان کو معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا قبالہ ہے، جگہ جگہ اطمینان اور جوش دل میں پیدا ہوتا ہے۔

تیسری علامت وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ تمام اعضاء اور جان

وہاں سب خدا ہی کا، سب اسی طرف سے ہو رہا ہے، اس لئے ہر بات میں خدا پر بھروسہ ہوتا ہے، تدبیر کرتا ہے مگر تدبیر کو ریل کی سرخ یا سبز جھنڈی سمجھتا ہے کہ یہ ایک علامت ہے ریل ٹھہرانے اور چلانے کی، اصل تو ریل ٹھہرانے والا اور چلانے والا کوئی اور ہے، اور بے سمجھ جھنڈی ہی کو سمجھتے ہیں، ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا "موسیٰؑ بے سمجھ بچہ کو دیکھو کہ ماں مارتی جاتی ہے وہ ماں ہی کو پٹتے جاتا ہے، محبت سے نانی، خالہ بلاتی ہے مگر بچہ سمجھتا ہے، اب ماں مار رہی ہے، مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر محبت کریگی، میرے ساتھ ایسا تعلق پیدا کرو موسیٰؑ"۔ ہم کو خدا سے زیادہ مخلوق پر بھروسہ ہوتا ہے، سچے پکے مسلمانوں کو مخلوق سے زیادہ خدا پر بھروسہ ہوتا ہے۔

حکایت سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی سے پوچھا کہ تو ایک سال میں کتنا کھاتی ہے، اس نے اندازہ بتلایا۔ حضرت سلیمانؑ اتنا اناج اور اس چیونٹی کو ایک شیشہ میں بند کر دیئے، ڈاٹ لگا دیئے، ایک سال کے بعد کھولے تو دیکھے کہ وہ آدھا اناج کھائی ہے، آپ نے دریافت فرمایا تو عرض کی کہ شیشہ کے باہر میرا بھروسہ خدا پر تھا۔ تمام کھا لیتی تھی اور یہ جانتی تھی کہ خدا مجھ کو نہیں بھولے گا، شیشہ میں بند ہونے کے بعد آپ پر بھروسہ ہو گیا، خیال کی کہ اگر حضرت سلیمانؑ بھول جائیں تو کیا ہو گا۔ اس لئے بچا رکھی تا کہ آپ کو یاد آنے تک کھاتی رہوں۔

چوتھی علامت سب اعضاء اسی کے ہیں، کم سے کم پانچ وقت تو اس کے کام میں لگائیں، اس لئے نماز کی پابندی کرتے، حج عمر میں ایک بار، روزہ، زکوٰۃ سال میں ایک بار، نماز دن میں پانچ بار، نفس کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہائے ہم پر کیا مشقت ڈالی گئی، مگر دل جلوں سے پوچھو کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

حکایت ایک عورت اپنے بچہ کو انگلی پکڑ کر چلا رہی تھی، اور سوکن کے بچہ کو کاندھے پر بٹھائی تھی، دوسری عورتوں نے کہا کہ بی بی تم بہت اچھی عورت ہو، اپنے بچہ کو چلاتی ہو، سوکن کے بچہ سے محبت کرتی ہو، کاندھے پر بٹھاتی ہو، یہ سچی عورت تھی اس لئے اس نے کہا "سوکن کا بچہ چلتا پھرتا برا معلوم

ہوتا ہے اس لئے چلنے سے روک دی ہوں، اپنے بچہ کا چلنا پیارا معلوم ہوتا ہے اسکو چلتے پھرتے دیکھتی ہوں، قطع نظر اس حکایت کے انگلی پکڑ کر ٹہلاتے ہیں، کوئی چیز دور رکھ کر اس کے ہاتھ سے منگاتے ہیں، گو بچہ تھک جائے مگر اس کی یہ حرکات پیاری معلوم ہوتی ہیں مگر جب زیادہ مضر ہوتا ہے روک دیتے ہیں۔ ایسا ہی نمازیو! تمہارا یہ رکوع سجود، ہاتھ باندھنا خدا کو ایسا پیارا معلوم ہوتا ہے جیسے ماں بچہ کے حرکات بار، بار دیکھتی ہے، تمہارے یہ حرکات نماز بار، بار دیکھنا چاہتا ہے، جب یہ زیادتی مضر ہو جیسے اوقات مکروہ، اگر بچہ کو سمجھ ہو تو وہ ماں کی محبت پر قربان ہوگا اور مل مل کر جائے گا۔ ہائے بے نمازی، تجھ کو نماز کی قدر نہیں، جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان کو پر دیا، دو، دو، تین، تین، چار، چار، انسان مٹی کا بنا ہوا اس کو اڑنے کا مادہ نہ تھا۔ مگر اس کو اڑتے ہوئے جنت الفردوس پہنچنا تھا۔ کسی فرشتے کو دو، کسی کو تین، کسی کو چار پر فرشتوں کو الگ الگ تھے، انسان کو سب دیا۔ صبح کے دو رکعت دو پر، ظہر وغیرہ چار، چار پر، اور مغرب کے تین رکعت، تین پر، فرشتے ایک قسم کے پر سے اڑتے ہیں، انسان تین قسم کے پروں سے، اس کے اڑنے کی کیفیت دیکھ کر فرشتے اپنا اڑنا بھول جاتے ہیں، انسان کے اڑنے کو حیرت سے دیکھتے رہ جاتے ہیں انسان، یہ جا، وہ جا، خدا جانے قرب کے کس درجہ کو پہنچ جاتا ہے، پر کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے اس لئے روزانہ پانچ وقت نماز مقرر کی گئی۔

پانچویں علامت

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔ یہ تو صاف فرما دیا کہ سب کچھ ہمارا، ہمارے دیئے ہوئے میں سے خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہیں کہ بیک گل اجی خریدی گلزار را (ایک پھول دیگر باغ خرید لیا تو) کا تماشہ دیکھو، جو تم خیرات کرتے ہو وہ فقیر کے ہاتھ کے پہلے اللہ کے ہاتھ میں گرتا ہے اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ اس کو ایسا پالتے ہیں جیسے کوئی تم میں کا اپنے بچھڑے کو، پھر اس کو احد کے پہاڑ برابر بڑا کر کے دیتا ہے۔

حکایت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں قحط پڑا۔ حضرت ابوبکرؓ کے منھ سے نکلا مغرب سے پہلے تم پر اناج سستا ہوگا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی کرامت تھی، ابھی دن باقی تھا ملک شام سے گیہوں کے سَو اونٹ حضرت عثمانؓ کے آئے، چار طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا "کیا نفع دیتے ہو" کہا "پانچ روپیہ پر ایک روپیہ" حضرت عثمان نے فرمایا "نہیں" لوگوں نے کہا "دو لیجئے" آپ نے فرمایا "نہیں" "اس سے زیادہ دیتے ہو" لوگوں نے کہا "مدینہ میں کوئی اس سے زیادہ نہ دیگا" آپ نے فرمایا "خدائے تعالےٰ نے ایک کے بدلے سات سو دینے کا وعدہ کیا ہے، تم گواہ رہو، میں خدا کے واسطے مسلمانوں پر وقف کر دیا" حضرت ابن عباسؓ نے رات میں خواب دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیجا رہے ہیں ابن عباسؓ دوڑ کر گئے اور عرض کیا "حضور ذرا گھوڑا ٹھہرائیے، میں ایک عرصہ سے قدم دیکھنے کا مشتاق ہوں" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابن عباسؓ اللہ تعالےٰ نے عثمانؓ کی خیرات قبول کیا ہے، آج جنت میں حوروں سے ان کا نکاح مقرر کیا ہے، مجھ کو دعوت دیا ہے، جلدی جانا ہے ٹھہر نہیں سکتا۔

دنیا میں بھی خیرات سے بلا دفع ہوتی ہے۔

حکایت ایک عورت کھا رہی تھی، ایک نوالہ رہ گیا تھا، کوئی مانگنے والا آیا، خیرات کر دی، وہ وہاں سے آگے چلی، تو ایک بھیڑیا آکر اسکے بچہ کو چھین کر لے چلا، بہت کوشش کی، مگر عورت تھی کیا کر سکتی تھی، تھک کر بیٹھ گئی تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتی ہے کہ بچہ زندہ سامنے چھوڑ دیا گیا ہے اور کوئی غیب سے کہتا ہے "نوالہ دیکر نوالہ لی" یعنے روٹی کے نوالہ کی برکت سے جو خیرات کی تھی، بچہ جو نوالہ بھیڑیا کا ہوگیا تھا بچ گیا۔ غرض خیرات ہر جگہ کام آئیگی حتیٰ کہ جنت کے دروازہ پر بھی

حدیث شریف جنت کے دروازہ پر مولوی پہونچیں گے، کون سے مولوی؟ مولوی ہاں کھن، یا مولوی ڈنلاپ، نہیں، مسلمانوں کی بدتمیزی دیکھو کہ مولوی کے لفظ کو کس قدر ذلیل کر دیئے ہیں، بقول نذیر احمد عربی

بالکل چھوڑ دی گئی ہے، اگر یہی رفتار رہی تو اَلْحَمْدُ اور اَلْخَمْدُ میں تمیز کرنے والا ملنا مشکل ہے، مولوی اسم منسوب یائے نسبت یعنے مولا والا، اللہ والا، اسلاف جس کو دینی علم ہو اور اس پر عمل بھی ہو، اس کو مولوی کہتے ہیں، اس حدیث میں جنت کے دروازہ پر وہی مولوی جو علم دین رکھتے اور اس پر عمل کرتے تھے آئیں گے، دوسرے حاجی، تیسرے شہید، چوتھے سخی۔ بحث یہ چھڑے گی کہ اعزاز کے طور پر سب سے پہلے چاروں میں سے پہلے کون جنت میں جائے، جبرئیل علیہ السلام فیصلہ کیلئے مقرر ہونگے شہید کہینگے کہ تمہارا استحقاق پہلے جانے کا کیا ہے، کہیں گے خدا کے واسطے میدان جنگ میں جان دیئے ہیں، جبرئیل فرمائیں گے "شہید ہونے کی فضیلت تم کس سے سنے کہ جسکے سبب سے تم کو جان دینے کی ہمت ہوئی" شہید کہیں گے "مولویوں سے سنے" جبرئیل علیہ السلام فرمائیں گے "شہید وادب کرو، اپنے استاد سے آگے جاتے ہیں، ایسا ہی حاجی اور سخی سے مولوی آگے بڑھیں گے اور عرض کریں گے "الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ ہم کو علم سخیوں کی سخاوت سے آیا۔ سخی اگر پیسہ نہ خرچ کرتے تو ہم اطمینان سے کیسا علم پڑھتے، ہمارے علم کا سبب سخی ہیں" حکم ہوگا "مولوی سچ کہتے ہیں، رضوان جنت کا دروازہ کھول پہلے سخی کو جنت میں داخل کر"۔ یہ شان خدا کے راستے میں خرچ کرنے کی ہے مگر اب تو یہ حالت ہے، خیرات تو خیرات، فرض زکوٰۃ کے لئے حیلہ، بہانہ، جب کہا جاتا ہے بھائی زکوٰۃ دو تو کہتے ہیں کہ زیور ہمارے نہیں حضرت ہماری بیوی کے ہیں، زکوٰۃ دینے بیوی کے، لیکن خود کو کام پڑے مثلاً اپنی بچی کی شادی آئی تو جہیز میں دیدئیے بیچاری بیوی سے پوچھتے بھی نہیں ہیں۔

یہ علامتیں ہیں ان کی جو خود کو جنت کے بدلے بیچتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سچے مسلمانوں کی علامت یہ ہے کہ زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، خیرات ادا کرتے رہتے ہیں، جن میں یہ علامتیں پائی جائیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ، جنت میں درجہ ہیں اعمال کے کہ اسکے موافق بڑھتے چلے جائیں گے۔ اس ضمن میں آپ کو ایک حکایت سناتا ہوں اس پر قیاس

کر لیجئے کہ ہائے عمل کی کس قدر ضرورت ہے۔

حکایت ایک بزرگ کو ایک دن کل کا نامۂ اعمال دکھلایا گیا اور آج کا بھی، تو آج کا نامۂ اعمال بہت گھٹا ہوا تھا۔ انھوں نے پوچھا پروردگار اس کا کیا سبب ہے" حکم ہوا کل کی نماز اور آج کی نماز دیکھو کہ آج مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (مَلِكِ بغیر الف کے پڑھے مَالِكِ نہ پڑھے) اور کل مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھے تھے یعنے آج ایک الف کم پڑھے اور نماز میں ایک حرف کے سنو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، پانچ وقت کی نماز میں سورہ فاتحہ کو دیکھو کہ کتنی دفعہ پڑھا جاتا ہے، کتنی نیکیاں کم ہوئے" نماز میں جتنے حرف ادا نہ کئے جائیں ان کا ثواب ندارد، اسی طرح تراویح میں بعض پانی پیتے ہیں، بعض خالی بیٹھتے ہیں، وقت پر نماز میں ملتے ہیں، ان کو وہیں سے ثواب ملے گا۔ معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو ملاحظہ فرمایا کہ مکان بنتا بنتا رہ گیا ہے، باغ بنتا بنتا رہ گیا ہے، آپ نے وجہ دریافت فرمائی تو معلوم ہوا کہ ہماری مزدوری ختم ہو گئی، آپ نے پوچھا "وہ مزدوری کیا ہے" فرشتوں نے کہا وہ مزدوری بندوں کے اعمال، جن کو وہ یہاں کرتے ہیں، وہ عمل کرتے ہیں، ہم یہاں بناتے ہیں انھوں نے عمل چھوڑا تو ان کے عمل چھوڑتے ہی ہم بھی بنانا چھوڑ دیئے۔

صاحبو! آپ نے جنت و دوزخ کا ذکر سن لیا۔ اب سنئے کہ جنتی جنت میں ہونگے کہ ہزار برس کے بعد ایک روز جبرئیل علیہ السلام کا دوزخ پر گزر ہوگا۔ ساتویں طبقہ پر جب پہنچینگے تو وہاں جو مسلمان جل رہے ہونگے وہ مالک (داروغۂ دوزخ) کے ساتھ جبرئیلؑ کو دیکھ کر کہیں گے مالک! یہ نورانی فرشتہ کون ہے اس فرشتے کے چہرہ سے رحمت کے آثار ظاہر ہیں، اور اس فرشتہ کے منھ سے مغفرت کی بو آتی ہے" مالک کہے گا "تم نہیں جانتے؟ یہ جبرئیلؑ ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے تھے" حضرت کا نام مبارک سنتے ہی مستوں کو سر دمل گیا، کروڑہا مسلمان بلند آواز سے وَامُحَمَّدَاہ، وَامُحَمَّدَاہ (یا محمدؐ، یا محمدؐ) کا شور مچائیں گے بہت رو کر حضرت جبرئیلؑ سے عرض کرینگے "جبرئیلؑ ہمارے حال کی خبر ہمارے سردار گنہگاروں کے خریدار سے کیجئے، ہم کو اس عذاب سے نجات دلائیے" حضرت جبرئیلؑ روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں

جائینگے، اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک موتی کے محل میں تشریف رکھے ہونگے، جس کی چھت عرش الٰہی ہوگا، سارے انبیاء خدمت میں حاضر ہونگے، جبرئیلؑ کو روتا ہوا دیکھ کر حضرت تعجب سے فرمائینگے کہ "جبرئیل جنت میں رونا کیسا؟" جبرئیلؑ عرض کرینگے "آج میں دوزخ کی طرف گیا تھا وہاں دیکھا کہ آپ کی امت کے لاکھوں گنہگار جہنم میں پڑے ہیں، انکی حالت خراب ہے" وہ سلام عرض کئے ہیں اور پیام بھیجے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیں بھول گئے؟ ہزاروں برس دوزخ میں جلتے گزری آپ ہماری خبر نہ لئے۔" یہ خبر سنکر حضرت تعجب سے فرمائینگے کہ "کیا میری امت دوزخ میں ہے؟" جبرئیلؑ عرض کرینگے کہ "ہاں حضور ہے" حضور سر کا تاج پھینک کر لبّیک اُمّتی کہتے ہوئے خدا کے سامنے جائینگے، سات دن تک سجدے میں پڑے رہینگے، حکم ہوگا رائی کے دانہ برابر بھی کسی کے دل میں ایمان ہے تو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر ایک ندا کروائی جائیگی جنت والو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کا دروازہ کھلوائے ہیں تم سب حضرت کے ساتھ چلو، اپنے اپنے جاننے والوں کو دوزخ سے چھڑاؤ" آفتاب نبوت کے ساتھ لاکھوں چاند تارے ہوں گے، دیکھنے کے قابل نظارہ ہوگا۔ ایک برات جنت سے چلے گی، خدائی جیل خانہ کو جائیگی، جب حضرت دوزخ کے دروازہ پر پہنچینگے، داروغہ ادب سے کھڑا ہوجائیگا، عرض کریگا "حضور کیسے تشریف لائے؟" حضرت کہیں گے "اے داروغہ! پہلے یہ تو بتا میری امت کو کیا کیا تکلیفیں دیا کیسے تو ان کو عذاب کیا؟" وہ عرض کریگا "میری کیا مجال، مگر کیا کروں جو خدا کا حکم تھا وہ کیا" آپ فرمائینگے "دیر نہ کر، جلد دروازہ کھول" دروازہ کھلتے ہی حضرت اپنی جان کا خیال نہ فرمائینگے، دوزخ میں گھس جائیں گے، حضرت کے قدموں سے وہ طبقہ ٹھنڈا ہوگا۔ حضرت کا آفتاب سا چہرہ دیکھ کر دوزخی فوراً پہچان لیں گے کہ یہی ہمارے شفیع ہیں، ورنہ کسی کو کیا غرض تھی کہ ایسا نڈر ہو کر آگ میں کود پڑتا۔ یہ محبت، یہ عشق، یہ الفت کی آگ اسی پیارے رسول کے کلیجہ میں بھڑک رہی ہے جو دنیا میں بھی امت کے لئے روتا ہی رہا، مطلق نہ سویا۔ جیسے ماں کو دیکھ کر بچہ پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے، ایسا ہی سب روئینگے اور کہیں گے "یا رسول اللہ آپ جنت میں آرام سے رہے، ہم کو دوزخ میں جلتا چھوڑ دیئے ہماری خبر نہ لئے" حضرت روتے جائیں گے اور فرماتے جائینگے "واللہ مجھے تمہارے حال کی

خبر نہ تھی، جوں ہی تمہاری خبر لی، ایک دم جنت میں نہ رہا، فوراً عرض کر کے تم کو بخشوا لیا۔ دوزخ سے نکالنے اب آگیا ہوں، اس لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ جس کی قدرت ایسی کہ زمین بنایا، آسمان بنایا، عرش جس کے قابو میں، ساری حکومت اُسی کی۔ ایسی عظمت و شان والا کہ بے اذن کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ لیکن پیاروں کی بات سننا اور بات ہے، ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ یہ تمہارا پروردگار ہے، تم اس کی عبادت کرو، کیا تم عبرت نہیں لیتے ہو۔ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ پر مجھے ایک حکایت یاد آئی:۔

حکایت

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں چرانے کے لئے مقرر کیا تو ایک لاٹھی کی ضرورت پڑی۔ حضرت شعیبؑ نے اپنے اس حجرے میں جہاں کئی عصار کھے ہوئے تھے، موسیٰؑ کو بھیجا۔ وہاں منجملہ اور لکڑیوں کے عصائے آدم علیہ السلام بھی رکھا ہوا تھا۔ اس کے متعلق حکم ہوا تھا کہ اس عصائے آدمؑ کو امانتاً رکھو موسیٰ کلیم اللہ کو دینا۔ لیکن حضرت شعیبؑ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہی موسیٰ کلیم اللہ ہیں، اس لئے آپ نے فرمایا عصائے آدمؑ کے سوا باقی کوئی اور عصا لے لو، موسیٰ دوسرے عصا کے خیال سے حجرے میں گئے، کسی اور عصا کو لینا چاہتے تو عصائے آدمؑ خود کہہ اٹھتا ہے کہ خُذْنِیْ یَا مُوْسٰی فَاِنِّیْ لَکَ (مجھے لو موسیٰ میں تمہارے ہی واسطے ہوں) موسیٰ عصاء آدمؑ لے کر باہر آتے ہیں، حضرت شعیبؑ کہتے ہیں کہ اس عصاء کے تم اہل نہیں ہو کوئی دوسرا لو۔ حضرت موسیٰؑ واپس ہو کر وہ عصائے آدمؑ رکھ کر دوسرا عصا لینا چاہتے ہیں عصائے آدمؑ پھر وہی کہتا ہے خُذْنِیْ فَاِنِّیْ لَکَ۔ موسیٰؑ وہی عصائے آدمؑ لے کر باہر آتے ہیں شعیبؑ پھر منع کرتے ہیں۔ جب چار مرتبہ ایسا ہی ہوا تب موسیٰؑ نے ظاہر کیا کہ خود عصاء کہہ رہا ہے کہ میں اس کو لوں۔ حضرت شعیبؑ متحیر تھے ایک فرشتہ حَکَم بنایا گیا۔ فرشتے نے اُس عصائے آدمؑ کو زمین میں گاڑ دیا۔ پھر کہا شعیبؑ و موسیٰؑ میں سے جو کوئی اس کو اکھیڑ لے یہ عصاء اسی کو ملے گا۔ اوّل شعیب علیہ السلام اکھیڑنا چاہے نہ اکھیڑ سکا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے آسانی سے اس کو اکھیڑ لیا۔ جب کہیں حضرت شعیب کو معلوم ہوا کہ موسیٰ کلیم اللہ یہی ہیں۔

ختم کتاب پر اب ہم دعا کرتے ہیں کہ الٰہی جس طرح کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا

ہے کہ موسیٰؑ سے عصاء نے کہا آنا لک (میں تمہارا ہوں) حضرت شعیبؑ جیسے پیغمبر اس نسبت کو توڑنا چاہتے ہیں مگر نہ توڑ سکے۔ الہیٰ تو قرآن شریف میں جگہ جگہ فرماتا ہے ذالکم اللہ ربکم تو بولتا ہے ربکم (تمہارا رب) اور شیطان اس نسبت کو توڑنا چاہتا ہے تو اسکو تو یہ نسبت توڑنے مت دے، عصاء کی لگائی ہوئی نسبت پیغمبر سے نہ ٹوٹے تیری لگائی ہوئی نسبت شیطان سے کیسے ٹوٹے۔ تیری مدد رہے تو شیطان ہماری اس نسبت کو جو تجھ سے ہے نہیں توڑ سکتا۔

خدا سے تو یہ عرض ہے پیارے رسول سے یہ معروضہ ہے ؎

یا شفیع حشر سب نبیوں کے شاہ

ہم پہ ہو اک مہربانی کی نگاہ

ہے ہمارا حال اوروں سے جدا

ہم کبیرہ ہیں گنہ میں مبتلاء

کیا کریں میزاں پہ جاکر غمزدے

سب دفاتر ہیں سیہ اعمال کے

اس سیاہی کو مٹا دو یا نبی!

ہم کو دوزخ سے بچا دو یا نبی!

تمت بالخیر

آج روز جمعہ رمضان المبارک کی ۲۵ تاریخ اور سنہ ۱۳۷۶ ہجری (تیرہ سو چہتر ہجری) ہے میں اس قیامت نامہ کو ترتیب دے چکا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

عاجز

سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (بی۔اے)

ابن حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی و قادری ادام اللہ فیوضہ

شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔
الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت مصاحب رسول اللہؐ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔
الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولٰنا محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان پیر پیران امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت ایشاں حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ غلام علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابو الحسنات سید عبد اللہ رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَاٰلِهِ الْاَمْجَادِ۔

اَمَّا بَعْد

.... را

در طریقۂ عالیہ نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ .... مذکور را از فیوضات مرشداں حظ وافر نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرماید۔

آمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

ذکر المولیٰ من کل اولے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولاً یھدی الی طریق الایمان للعالمین وصیرہ وسیلۃ مرضیۃ للوصول الی صراط النجاۃ والیقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ افضل النبیین سید المرسلین حبیب رب العالمین محمد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

اما بعد فھذہ شجرۃ قادریۃ من توسل الیھا وصل الی المرام۔

الٰہی بعجز وانکسار عبدک الضعیف ابو الحسنات سید عبد اللہ کان اللہ لہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمد بادشاہ بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب العاشقین سید شاہ عبد اللطیف قادری لاابالی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحمودی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبد الباسط قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبد الباسط بن شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدر الدین حسن قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ بدر الدین بن شیخ علاؤ الدین علی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ علاؤ الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الہنکاری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت امیر المومنین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً بسیار کا کثیراً کثیرا۔

بیعت و ارادت .... قادری

دریں سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول و پذیر باد۔

الٰہی بحرمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر .... قادری رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں و از فیض مرشداں حظ وافر نصیبش کن و [illegible] استقامت شریعت عطا فرما آمین آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف زجاجۃ المصابیح

(اپنا)

مؤلفہ حضرت مولٰنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی حنفی مدظلہ العالی

”جو مشکوٰۃ المصابیح کے اسلوب پر حنفی حضرات کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے“

اقتباس دیباچہ کتاب

واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ایک قیمتی ذخیرہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح جسکو علم کے دریا، فہم کے سمندر، دین کی حقیقتوں اور اسکی باریکیوں کو ظاہر کرنے والے صاحب تقوی و تقدس حضرت علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی نے لکھا ہے، حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ایک جامع ترین، اور آپ کے پوشیدہ ارشادات کا ایک نہایت نفع بخش ذخیرہ اپنے فن کی ایک مکمل کتاب اور نادر و نایاب حدیثوں کا ایک کامل دفتر ہے۔

علامہ خطیب تبریزی کی یہ قیمتی کتاب جس میں (اللہ تعالی اُنکے درجہ کو بلند کرے) انھوں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور طریقہ کی حدیثوں کو جمع کیا، اُسکو دیکھ کر میرے دل میں یہ بات اکثر رہا کرتی تھی کہ میں مشکوٰۃ کی طرز پر ایک کتاب لکھوں، جسمیں اپنے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ (آپ پر ہمیشہ اللہ کی رحمت ہو، اور وہ آپ سے راضی اور خوش رہیں) کے مسلک کو اختیار کروں، مگر میری بے بضاعتی مجھے اس مرتبہ کے حاصل کرنے سے روک رہی تھی کہ اسی زمانے میں میں نے خواب دیکھا کہ روز رسالت کے درخشاں آفتاب اور شب تاریک کے منور ماہتاب، نور ہدایت اور تاریکیوں کے روشن چراغ، ہمارے پیارے اور محبوب آقائے نامدار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما اور جلوہ افروز ہوئے اور ”سلام“ فرمایا، میں نے سلام کا جواب عرض کیا، میری جان آپ پر سے قربان، آپ نے اپنے سینۂ مبارک سے جو علم اور حکمتوں کا سرچشمہ ہے، چمٹا کر گلے سے لگا لیا، جب میں نیند سے خوش خوش اٹھا تو اس نعمت پر اللہ تعالی کی حمد کی، اور اُسکا شکر ادا کیا۔ الغرض اس نیک اور مبارک خواب سے میرا سینہ کھل گیا اور اس کام کی تمام مشکلات مجھ پر آسان ہوگئیں، میں نے اس کتاب کی تکمیل و تالیف کا عزم

کرلیا، اور اسکے لکھنے کے لئے کمر ہمت باندھ لی الحمدللہ میں اس کتاب میں ہر حدیث درج کرتے وقت ضرور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہا، اور میں نے زجاجۃ المصابیح اس کتاب کا نام رکھا، اللہ بزرگ و برتر سے میری دعا ایسے عاجز بندہ کی طرح کہ جس کا دل اپنے مولیٰ کی عظمت سے معمور، اور جس کی گردن اُسکے جلال سے خم ہو، اُسکے حبیب پاک کے وسیلے سے جو شفیع الخلائق، مقبول الشفاعت ہیں کہ اس کتاب کو اپنی مہربانی سے اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے، اور مسلمانوں کو اس کتاب سے کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی طرح نفع بخش بنا دے، اور اسکو قبول فرمائے، اور اسکو میری آخرت کا ذخیرہ بنائے یقیناً دعاؤں کو قبول کرنے والے وہی ہیں، اور وہی ہر چیز پر قادر ہیں" یہاں حضرت مولف کے دیباچہ کا مضمون ختم ہوتا ہے

مجلس نشر واشاعت زجاجۃ المصابیح نے یہ توضیحات فرمائی ہے:۔

کتاب کی اصلی قدر وقیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہوسکیگی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں، واقعہ یہ ہے کہ مولف مدظلہ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جسطرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے، جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مولف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے، اس کام کا بیڑا اٹھایا، اور اسکو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے

ماخوذ ہے اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے ایک بڑے حصے کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:۔

۱۔ صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

۲۔ چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کیلئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا، اسلئے کتاب و باب و عنوان، مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے، البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی گئی ہے، اس کتاب میں بھی اُن مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

۳۔ مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں، جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا، اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اسلئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلالحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

۴۔ ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپید اکنار سمندر ہے، علامہ موصوف نے اس بحر زخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں، اسوجہ سے اولاً قول مفتیٰ بہ حاصل کیا گیا۔ ثانیاً اسکے موافق حدیث تلاش کیگئی۔ ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کرکے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا، اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

۵۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب، احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالے سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں، جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔

مختصر یہ کہ جسطرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کیلئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کیلئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی فاضل مدیر صدق جدید لکھنو نے

اس تالیف سے متعلق اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ م ۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے اسکا اقتباس یہ ہے

خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح سے دینداروں میں ہر پڑھا لکھا واقف ہے، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستند اور کارآمد اور نسبتاً مختصر ہونیکے باوجود بڑی حد تک جامع مجموعہ صدیوں سے ہندوستان میں چلا آرہا ہے، اور عوام و خواص سب کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہا ہے لیکن صاحب مشکوٰۃ باوجود اپنی اس جلالت قدر کے بہرحال حنفی المذہب نہ تھے شافعی تھے اسلئے شافعی مذہب کی رعایت ان کی کتاب میں جا بجا آجانا بالکل قدرتی تھا اور اسلئے علماء حنفیہ ایک اس قسم کے دوسرے مجموعۂ احادیث کی ضرورت مدت سے محسوس کر رہے تھے جس میں رعایت ان کے مسلک و مشرب کی ہو۔

صدیوں کے بعد اس ضرورت کو عملاً پورا کرنیکی سعادت اس حیدرآبادی فاضل کے حصہ میں آئی ہے، کتاب کا نام تو مشکوٰۃ کے جوڑ پر "زجاجۃ" ہی ہے، مضامین کی ترتیب بھی اس متاخر نے اپنے اسی پیشرو کے مطابق رکھی ہے۔

دیباچہ میں مؤلف زجاجۃ المصابیح نے اپنے ایک رویاء صالحہ اور بشارت نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔

"ہر کتاب" میں ابواب کے تحتانی عنوانات مشکوٰۃ کے مطابق ہی ہیں، سوائے اس کے جہاں جہاں مؤلف کو ضروری معلوم ہوا ہے، تقویت مذہب امام اعظمؒ کیلئے متن کتاب میں یا حاشیہ پر مضامین کا اضافہ کر دیا ہے، چنانچہ کتاب العلم کے تحت مناقب کی ایسی روایتیں درج کر دی ہیں، جنکا اشارہ انکے خیال میں ابو حنیفہؒ کی طرف نکلتا ہے۔

اسی طرح باب قیام رمضان کے تحت تراویح کی تاکید اور اسکی تعداد رکعات وغیرہ پر حاشیہ اور متن میں اقوال و مباحث درج کئے ہیں، علیٰ ہذا باب عیادت المریض کے تحت، زمانہ طاعون میں آبادی چھوڑ کر باہر نکل جانے پر، وقس علیٰ ہذا اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل اجمالاً یا تفصیلاً دیدیئے ہیں۔

مشکوٰۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم

کیا گیا تھا۔ اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھا دی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے، باقی عام ایک ناظر کے نقطہ نظر سے تو فاضل مولف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے، اور حنفیہ کے ذمہ جو قرض صدیوں سے چلا آرہا تھا اسے ادا کرنیکی سعادت انہیں حاصل ہو گئی ہے قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کسمپرسی کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی دھن میں لگی ہوئی ہیں۔

اس تالیف کے متعلق دار العلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہنامہ "دار العلوم"

کے جلد ۶ شمارہ ۶ ماہ جمادی الآخری ۱۳۷۴ھ مارچ ۱۹۵۵ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے:۔

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان و قلم کے بیباک تو یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے، بلکہ وہ "نعمان بن الثابت الکوفی" کی شریعت پر عمل پیرا ہیں، گویا کہ مخالفین مسلکِ احناف کو فقہ حنفی، احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے، حالانکہ محققین کا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے ہیں، اور اس سلسلہ میں انہوں نے اسکی کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسع گریز اور اجتناب کیا جائے، مثلاً "باب المہر" میں ایک حدیث ہے کہ "لا مہر اقل من عشرۃ دراھم" احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا، اور اسکے لئے حدیث کی حجت قرار دیا، لیکن امام شافعی "برّد اللہ مضجعہ" زوجین کی رائے پر دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ کو بھی موقوف کرتے ہیں اور تعین مہر میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے کسی صراحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ شوافع نے اس حدیث پر اعتراضات کئے اور اسکی صحت کو مشکوک قرار دیا۔ ہندوستان کے ایک عالم جنکے بارے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ انکی نقل نہایت

معتبر ہے اور خود ان کی رائے ساقط الاعتبار ہے (او کما قال)۔

جنکے ذوق مجتہدانہ کی زد میں اکثر احناف آتے ہیں، اس خاص مسئلہ میں امام شافعی کے ہمنوا ہیں، اور اپنی مشہور تصنیف میں احناف کے اس استدلال پر عقلاً ونقلاً اتنے اشکال وارد کئے، جن اشکالات کو پیدا کرنے میں شوافع کی ذہانت بھی ناکام رہی اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ کی تفصیلی بحث، نیز علماء احناف کی تشفی بخش تقادیر پر مولانا مرحوم نے قلم تنسیخ کھینچکر رکھدیا گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو بقول شوافع ضعیف بھی تسلیم کرلیا جائے تو کم ازکم اتنی حقیقت ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد الحمدللہ رائے پر نہیں بلکہ احادیث و قرآن کے ذخیرے ہی پر ہے، بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام فکر ونظر کی ناہمواری کے ساتھ فقہ حنفی کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے نہونے کی علامت ہے، ورنہ اگر انصاف کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انشاءاللہ مسلک حنفی حدیث کے خلاف نظر نہیں آئیگا جن محقق عالم نے اس خاص باب میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا وہ کہتے تھے کہ:-

ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کیلئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونیکے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے، سو الحمدللہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث رکھتے ہیں، کم ازکم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں، اور اسلئے وہ اجتہاد پر اسکی بنیاد رکھتے ہیں، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں، حیات انور صفحہ ۱۴۳۔

یہ خیالات امام العصر حضرت مولنا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ہیں جن کا اظہار آپ اپنے درس میں اکثر فرماتے تھے، جن دماغوں میں انصاف کی ادنی سی تابانی موجود ہے وہ اس حقیقت کی تصدیق کرینگے۔

زیر نظر کتاب (زجاجۃ المصابیح) اس مقصد کو سامنے رکھکر تالیف کی گئی ہے کہ

"مشکوٰۃ شریف" کے طرز پر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے، جن سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے، مولف علامہ نے ہر باب کے شروع میں قرآنی آیت کو ذکر کرنے کے بعد مسلک حنفیہ کی موئید احادیث کو جمع کیا ہے، تمام احادیث سند و متن کے اعتبار سے نہایت قوی اور سلسلۂ رواۃ سلسلۃ الذہب ہے، احادیث متفق علیہ اور علیٰ شرط شیخین ہیں، فٹ نوٹ میں مولانا نے اقوال حنفیہ کی تفصیل فقہائے احناف کے اقوال، عقائد کے مسائل، کلام کے مباحث، معارف الحدیث، اور معارف القرآن کو تفصیل سے پیش کر کے کتاب کی قیمت کو ہر جہت سے بالا کر دیا ہے، فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب حدیث کی تعبیر متعین کرنے کے بعد فقہ حنفی کی وضاحت اس کتاب کی خصوصیت ہے ذمہ داری کیساتھ کہا جا سکتا ہے کہ "زجاجۃ المصابیح" فقہ حنفی کی موئیدات میں اسی حیثیت کی مالک ہے جو فقہ شافعی میں مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے کتاب کی اصل قدر و قیمت مطالعہ کے بعد معلوم ہو سکیگی تبصرہ نگار طلبہ اور مدرسین حضرات سے اس "انمول موتی" اور "دُرِّ نایاب" کے مطالعہ کی خاص طور پر سفارش کرتا ہے۔

شرحد ستخط سید محمد انظر شاہ کشمیری

ماہنامہ معارف ماہ اپریل ۱۹۵۵ء اعظم گڑھ میں اسطرح اظہار رائے کیا گیا ہے:-

زجاجۃ المصابیح حصہ اول و دوم — مولفہ جناب مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب حیدر آبادی تقطیع بڑی ضخامت (۵۹۰-۶۰۹) صفحات کاغذ، کتابت، طباعت بہتر، قیمت فی جلد چھ روپیہ، پتہ مولف حسینی علم جوبلی پوسٹ آفس نمبر (۳) حیدر آباد دکن۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اور انکی فقہ پر یہ بہت پرانا اعتراض ہے کہ امام صاحب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قیاس و رائے کو ترجیح دیتے تھے اور فقہ حنفی کی بنیاد حدیث و سنت سے زیادہ قیاس پر ہے، مگر ہر زمانہ میں اس کے اتنے جوابات دئیے جا چکے ہیں کہ اب اس اعتراض کی کوئی وقعت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب نے جو عالم دین ہونیکے ساتھ ایک صاحب باطن بزرگ بھی ہیں، اسی نقطہ نظر سے مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر زجاجۃ المصابیح چار جلدوں میں تالیف فرمائی ہے اسلئے ابواب کی ترتیب فقہی ہے اور ہر باب سے متعلق حنفی مسائل کی تائید

میں احادیث وسنن اور اقوال وآثار صحابہ وتابعین کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے، اسی کیساتھ ان مسائل کے متعلق حاشیہ میں آیات قرآنی بھی لکھدی گئی ہیں، جن مسائل میں ائمہ احناف کے اقوال مختلف ہیں ان میں مفتی بہ قول اختیار کیا گیا ہے اور اسکی مؤید احادیث نقل کر دیگئی ہیں، فقہ حنفی کے جن مسائل پر اعتراض کیا جاتا ہے انکا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے اور ان سے متعلق احادیث کے مفہوم کی توضیح اور تعیین کرکے حنفی مسلک کی وضاحت کیگئی ہے اور حسب ضرورت حنفی کتابوں کے حوالہ سے مسائل کا بھی جا بجا اندراج کیا گیا ہے اور ان سے متعلق حدیثیں بھی نقل کر دیگئی ہیں، اسکے علاوہ بعض اور خصوصیات بھی ہیں جنکا اندازہ اصل کتاب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے، ان خصوصیات نے اس کتاب کا افادہ اور زیادہ بڑھا دیا ہے، حضرت مؤلف نے یہ کتاب مرتب کر کے فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

دفتر دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور کی رائے اس تالیف کے ضمن میں یہ ہے:۔

بسم اللہ، الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، کتاب مستطاب زجاجۃ المصابیح احقر کے سامنے ہے اور باصرہ نواز ہے، جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کی سعادت میسر ہوئی، جس سے قلب نے دو وجہوں سے فرح وسرور کا اثر لیا، اولاً اس بناء پر کہ کتاب مذکور فن حدیث کی خدمت کا بہترین مجموعہ ہے، جس میں مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر فقہی ابواب کی ترتیب سے ہر باب کی متعلقہ روایات پاکیزہ ترتیب کے ساتھ جمع کر دیگئی ہیں اور ساتھ ہی حواشی اور تنبیہات کے ذریعہ مقصد حدیث کا ماخذ قرآن سے پیش کرتے ہوئے مؤید روایات کا ذخیرہ مزید پیش کر دیا گیا ہے جو فن کی عمدہ ترین خدمت ہے۔

ثانیاً اس بناء پر کہ یہ کتاب مذہب حنفی کے ماخذوں اور مؤیدات کا ایک زبردست خزانہ ہے جسکی فی زماننا اشد ضرورت بھی، کیونکہ نصاب مدارس میں مروجہ کتب حدیث اکثر وبیشتر شوافع کی تالیفات ہیں جن میں مذہب شافعی کا مؤید ذخیرہ تو کافی ملجاتا ہے لیکن حنفی مسلک کی تائید کا مواد خاطر خواہ دستیاب نہیں ہوتا جس سے طلبہ اور مستفیدین تو مذہب حنفی کے بارہ میں تشنہ رہجاتے ہیں اور مخالفین مذہب حنفیہ کے دل ودماغ پر یہ اثر پڑتا ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے لحاظ سے بے مایہ اور مفلس ہے، یا اسکی مؤید روایتوں کا وجود ہی نہیں یا ہے تو وہ ضعاف اور کمزور قسم کی روایات ہیں جو محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ قابل اعتناء نہیں، درحالیکہ معاملہ برعکس ہے، حنفیہ کے یہاں قبول حدیث کا

معیار محض سند و روایت ہی نہیں بلکہ اسکے علاوہ درایت و تفقہ کے دوسرے اصولی معیار بھی ہیں، جنکی رو سے حدیثیں انکے یہاں قبول کیجاتی ہیں، گویا کسی مرحلہ پر کسی بھی روایت کو خواہ وہ سند اقوی ہو یا ضعیف بشرطیکہ قابل احتجاج ہو چھوڑنا نہیں چاہتے ظاہر ہے کہ جس مذہب میں قبول حدیث کا ایک ہی راستہ نہو بلکہ مختلف معیار ہوں جنکی رو سے ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ان سے نہ چھوٹ سکتی ہو اس مذہب کی نسبت یہ خیال قائم ہوجانا یا کرادیا جانا کہ اس مذہب کو حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور کسی حدتک ہے تو کسی گری پڑی روایت سے ہے جسکا شمار ارباب فن کے یہاں قابل اعتناء روایتوں میں نہیں محض اسی بناء پر رہا ہے کہ حنفیہ نے متون حدیث کی جمع و ترتیب میں زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ وہ اکثر و بیشتر حدیث کی خدمت فقہی نقطہ نظر سے کرتے رہے۔

اسکے بعد اس دور کا یہ آخری نقش ہے جو زجاجۃ المصابیح کی صورت میں اہل علم کی نگاہوں کے سامنے آرہا ہے جس میں فن کی خدمت کیساتھ ساتھ مذہب حنفی کی حدیثی خدمت خاص طور سے انجام دیگئی ہے حنفی مسائل کے بنیادی ماخذ اور انکی تائید میں احادیث و آثار اور سنن و فتاوی صحابہ کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کردیا گیا ہے، جس سے وہ تمام خدشات رفع ہوجاتے ہیں جو مذہب حنفی کے بارہ میں مخالفین مذہب کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب حضرت مولٰنا سید عبد اللہ شاہ صاحب خلف حضرت مولانا سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اتقیاء دکن میں سے ہیں، جامع شریعت و طریقت عالم ہیں اور مخلوق کو آپکی ذات سے علمی و عملی فوائد و برکات حاصل ہو رہے ہیں، یہ کتاب آپکی علمی خدمت کا شاہکار ہے اسلئے زجاجۃ المصابیح اپنے موضوع کی خوبی کیساتھ ساتھ اپنی نسبت کے لحاظ سے بھی قابل قدر اور لائق استفادہ ہے، کیا اچھا ہو کہ مدارس دینیہ میں مشکوۃ المصابیح کیساتھ ساتھ یا اسکی جگہ زجاجۃ المصابیح بھی رائج ہوجائے تاکہ طلبہ کے سامنے مذہب حنفی کے حدیثی مسلک ہونیکی شہادتیں نفس کتاب و نصاب سے بھی مہیا ہوسکیں واللہ الموفق۔ ثبت شد دستخط مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۷۶ء

ایضاً

مولٰنا یوسف الہروی شریعت شعار فقاہت آثار شہر ہرات (افغانستان) کا اس تالیف سے متعلق اظہار خیال :-

خط :-	ترجمہ :-
کتاب زجاجۃ المصابیح را بعضی از آن بالخود شروع کردم امیدم بود تا خلاصی ایں دو جلد دو جلد دیگر یا یکے اینجا برسد اکنوں ہر دو جلد تمام شد اصل وحاشیہ را بسبقاً خواندم بسیار کتاب مفید تام عمیق جامع فقہ وحدیث می باشد از کثرت کتب استغنامی آورد۔ شرعد ستخط مولوی یوسف الھروی شریعت شعار نقاہت آثار (شہر ہرات)	کتاب زجاجۃ المصابیح میں نے اپنے فرزندوں کو پڑھانا شروع کر دیا ہے مجھے امید تھی کہ پہلی دونوں جلدوں کے اختتام سے پہلے آخری دونوں جلدیں یا ان میں سے ایک مجھکو موصول ہو جائیگی ہر دو پہلی جلدوں کا درس ختم ہو چکا ہے میں نے متن اور اسکے حاشیہ (پوری کتاب) کا مطالعہ کیا ہے اس کتاب کو بہت فائدہ مند اور فقہ وحدیث کی جامع پایا ہے یہ کتاب زجاجۃ المصابیح بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ "اس ایک کتاب کے رکھنے سے بہت سی کتابوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے"

اس تالیف سے متعلق ماہنامہ برہان دہلی (جلد ۳۲ شمارہ ۳ ماہ رجب ۱۳۷۳ھ مارچ ۱۹۵۴ء) کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے :-

احناف پر دوسرے مذاہب فقہ کی طرف سے عام طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات احادیث کے مقابلہ میں صرف قیاس سے کام لیتے ہیں، فقہ حنفی کا دار و مدار اسی پر ہے اور احادیث و روایات کی زیادہ پروا نہیں کرتے۔

زیر تبصرہ کتاب کا مقصد تالیف اس اعتراض کو رفع کرنا ہے چنانچہ اسمیں مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر مختلف ابواب فقہ کے ماتحت انہیں احادیث کو یکجا کیا گیا ہے جن سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے، ہر باب کے شروع میں امام بخاریؒ کے ترجمۃ الباب کے طرز پر اس باب سے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات کو بھی نقل کر دیا گیا ہے، پھر مشکوٰۃ میں ایک ہی باب کی احادیث مختلف فصلوں میں ملتی ہیں جسکے باعث بیک وقت کسی ایک مسئلہ سے متعلق تمام احادیث پر نظر رکھنا دشوار ہوتا ہے، زیر تبصرہ کتاب کے فاضل مؤلف نے اس زحمت سے بچانے کیلئے تمام احادیث متعلقہ ایک ہی باب میں جمع کر دی ہیں علاوہ جمع احادیث کے حاشیہ پر تشریحی و توضیحی نوٹ اور متن میں کسی خاص قول یا عبارت یا مسئلہ کی تحقیق بھی ہے، امید ہے کہ علم حدیث کے طلباء اور علماء اسکی قدر کر کے فاضل مؤلف مولانا ابو الحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب حیدرآبادی کے حسن عمل اور محنت کی داد دیں گے۔

قطعۂ تاریخ قیامت نامہ (مواعظ متعلقۂ احوالِ قیامت)

عالیجناب فیضِ درجات ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی القادری

جنابِ سید عبد اللہ شہ کو — خدا رکھے سلامت باکرامت
ہے بزمِ معرفت پُرنور اُن سے — کہ ہیں پروانۂ شمعِ نبوت
دکن میں ہے قلم سے انکے جاری — فیوضِ شرع فیضانِ طریقت
بجز الہام فرماتے نہیں کچھ — بجز القا نہیں کرتے کتابت
ہے سینہ مخزنِ علمِ لدنی — ہر اک تصنیف میں ہے گنجِ حکمت
کئے ہیں چھوٹے حضرت نے وہ یکجا — مواعظ جو بہ عنوانِ قیامت
ڈرایا ہے کہ محشر آرہا ہے — جگایا ہے کہ کبتک خوابِ غفلت!
ہدایت دی ہے کر لو ذخیرۂ خیر — بہت ہے کام۔ اور تھوڑی ہے مہلت
کیا احسان کتابی شکل دیکر — کیا ممنون کروا کر طباعت

علیم اسکی یہی تاریخ کہدو
قیامت نامۂ اہلِ بصارت

۱۳۷۶ھ

احقر العباد محمد علیم الدین علیم صدیقی جماعتی نقشبندی ابن مولوی محمد اسد اللہ صاحب صدیقی افتخاری مرحوم

حضرت مؤلف صاحب مدظلہ، کے دیگر قابل دید تالیفات

(۱) گلزار اولیا (طبع ثانی) .... قیمت (عہ

(۲) علاج السالکین (طبع ثانی) .... " (عہ

(۳) کتاب المحبت .... " (عا۲

(۴) زجاجۃ المصابیح مجموعہ احادیث حنفیہ مکمل چار جلد، جلد اول و دوم طبع شد

جلد سوم زیر طبع (طلبہ کے لئے قیمت میں رعایت) .... فی جلد (ا لے۶

(۵) مواعظ حسنہ (حضرت ممدوح کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ .... (للعہ

(۶) قیامت نامہ ہذا .... " (عا۲)

(۷) یوسف نامہ (طبع ثانی) .... (۳ ے)

(۸) معراج نامہ (زیر طبع)

(۹) نور المصابیح "ترجمہ اردو زجاجۃ المصابیح" (زیر طبع)

(ملنے کا پتہ)

بہ مکان حضرت ممدوح (مولانا مولوی الحاج ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی قادری

محلہ حسینی علم بارہ گلی (حیدرآباد دکن)

(مکان نمبر III C 20-2-423 جدید

۱۶۰۵ قدیم -